بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً

احقر محمد رضی الدین بسمل ابن حکیم محمد سعید الدین کامل مرحوم ومغفور صدیقی فرشوری
بدایونی ارباب بصیرت واصحاب خبرت کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ اس خاکسار نے
وقت تالیف کتاب تذکرۃ الواصلین بعض احباب کے اصرار سے
بالجزم کیا تھا کہ ایک رسالہ میں تاریخ مفصل شہر بدایوں کی لکھکر ہدیہ ناظرین
کروں کیونکہ اس شہر قدیم مردم خیز کی کوئی تاریخ مشرح و مفصل اسوقت تک باوجودیکہ
اہل کمال ناظم و ناثر و مورخ اس خطہ میں ہوئے مگر کسی نے بوجوہات چند
اول تو تاریخی سرمایہ قدیم ملنا دشوار تھا دوم اُن اصحاب کو اشتغال خاص سے
حال عامہ کی طرف توجہ نہ تھی اگرچہ مُلا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بدایونی صاحب منتخب التواریخ
نے تمام ہندوستان کی تاریخ عہد اکبر میں نہایت معتبر لکھی ہے اور وہ بنام تاریخ
بدایونی مشہور ہے الا اُسمیں مُلا صاحب نے خاص اس شہر کے حالات تاریخی

وسج نہیں فرمائے۔ اس لیئے خاکسار نے کتب ہائے مفصلہ ذیل سے اس کو مرتب کرکے باسم کنز التاریخ موسوم کیا جو تاریخ تالیف رسالہ ہذا ہے۔
۱۳۱۹ھ

اسمائے کتب جو بوقت تالیف رسالہ ہذا مؤلف کے پیش نظر

طبقات ناصری۔ تاریخ فرشتہ۔ منتخب التاریخ بدایونی ملا عبدالقادر۔ آئین اکبری
تزک جہانگیری۔ تذکرہ ہفت اقلیم امین احمد رازی قلمی مصنفہ سنہ ۱۰۰۲ھ۔ اکبرنامہ ابوالفضل
تاریخ طبری۔ تاریخ برنی فیروز شاہی۔ تاریخ خاوند شاہی۔ سیر المتاخرین۔ تنقیح الاخبار
نزہتہ القلوب حمد اللہ مستوفی۔ مآثر الامرا۔ مآثر عالمگیری۔ تزک تازان ہند
زبدۃ التواریخ۔ جامع التواریخ۔ تاریخ بیہقی۔ تاریخ دول اسلام۔ حضرت شیخ
سفرنامہ ابن بطوطہ۔ جام جہاں نما فارسی مؤلفہ محمد قدرت اللہ صدیقی ساکن موضع
علاقہ سنبھل۔ عالم آرائے عباسی۔ بدایع الظہور۔ گلستان رحمت قلمی۔ اخبار
تاریخ جاوولیہ۔ روضۃ الاحباب۔ روضہ صفا مؤلفہ اکرام اللہ محشر بدایونی
تقویم البلدان۔ خزاین الفتوح۔ تاریخ فرخ آباد اردو۔ اقوام الہند اردو۔ تاریخ
راجہ شیو پرشاد سی۔ ایس۔ آئی۔ تاریخ عجیب۔ تاریخ عجم۔ راج ترنگی اردو
اردو۔ تاریخ ہندوستان ذکاء اللہ خاں شمس العلما مؤلفہ حال اردو۔ گزیٹیر بداؤں انگریزی
گزیٹیر شاہجہاں پور انگریزی۔ گزیٹیر بریلی انگریزی۔ گزیٹیر مرادآباد انگریزی
رپورٹ بندوبست بدایوں سنہ ۱۸۶۲ء کارمیکل صاحب بہادر۔ رپورٹ بندوبست
بدایوں سنہ ۱۸۹۳ء مؤلفہ سمتھن صاحب بہادر۔ ترجمہ تاریخ الفنسٹن اردو۔ تاریخ
ہنٹر صاحب اردو۔ تاریخ مصائب غدر سرگزشت ایڈورڈ صاحب بہادر کلکٹر

وسہسوان کی ایام بارش میں بوجہ قرب دریائے گنگا و رام گنگا و سیلابی وغیرہ کے خراب ہوجاتی ہے۔ باقی پرگنہ جات مثل خاص شہر بدایوں و بسولی و اسلام نگر و اُجھیانی کی ہمیشہ آب و ہوا اچھی رہتی ہے۔

فصلی بیماری ایّام بارش و شروع سرما میں کبھی کبھی مثل تپ و لرزہ و تخمہ کے ہوجاتی ہے اور بہ نسبت دیگر اضلاع کے بفضلہ تعالےٰ وبائی امراض اس جگہ کم ہوتے ہیں اور سواد خاص شہر کا نہایت ضرب المثل ہے۔ چنانچہ مشہور مقولہ "شام دہلی و صبح بدایوں" ہے اور یہ بوجہ انفاس بابرکات بزرگان و شہدا کے جو یہاں مدفون ہیں سمجھنا چاہیئے۔ اس شہر کے اطراف و جوانب کا جنگل قبل صبح صادق نہایت خوش منظر و دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔

قبل آمد اسلام بھی اس شہر کی فضا نہایت عمدہ مشہور تھی چنانچہ جو پتھر منڈئی دروازہ کے قلعہ کی عمارت سے پرانے زمانہ کا اگست ۱۸[illegible]ء میں برآمد ہوا اور وہ عجائب خانہ لکھنؤ میں بحکم گورنمنٹ رکھا گیا ہے۔ یہ پتھر لکھن پال کے زمانہ کا کسی مندر میں لگا تھا۔ سنسکرت زبان میں چند اشعار اس پر کندہ ہیں۔ جسکا مفصّل حال ہم آیندہ لکھیں گے۔ یہاں کی آب و ہوا کے متعلق اس کی سطر اول میں یہ درج ہے کہ وہ اس شہر کے گرد و نواح میں ایسے درخت ہیں جو فردوسی درختوں کے مشابہ ہیں اور کثرت سے سنڈ ارا[ا] کے درختوں کے عمدہ پھولوں سے روشن ہے اور نہایت عمدہ گندھروں سے مزیّن اور سنٹانا اور کالپا کے درختوں سے محیط

---

[۱] سنڈ ارا و سنٹانا و کالپا۔ اندر کی بہشت کے درختوں کا نام ہے ۱۲

اور آسمانی دریا[۵] کے بہنے سے تمام خبث واحاطہ برائیوں کا یہاں سے دور رہتا ہے

فصل سوم

دریا و معدنیات ضلع بدایوں

دریا اس ضلع بدایوں میں پانچ دریا واقع ہیں۔ گنگا[۱]۔ رام گنگا[۲]۔ ندی سوت[۳] ندی مہابا[۴]۔ ندی ارل[۵]۔ گنگا جانب غرب وجنوب ہے جسکا طول اس ضلع میں ۹۳ میل ہے اس دریا کے گھاٹ جو مشہور ہیں وہ راج گھاٹ اور گھاٹ انوپ شہر ضلع بلند شہر میں اور کچھلا گھاٹ ضلع بدایوں میں اور قادر چوک کا گھاٹ ضلع ایٹہ میں اور گھاٹ سورج پور ضلع فرخ آباد میں واقع ہیں جنکے ایک جانب ضلع ہذا ہے راج گھاٹ پر ایک بڑا پل آہنی اودھ روہیلکھنڈ ریلوے کا بنا ہے۔ باقی گھاٹوں پر سوائے ایام بارش کے کشتیوں کا پل بنایا جاتا ہے۔ منجملہ ان گھاٹوں کے ۲ دو گھاٹ یعنی کچھلا اور قادر چوک کا پل کلکٹر ضلع بدایوں کے اہتمام سے ٹھیکہ داروں کو دیا جاتا ہے ۱۲۸۷ فصلی میں اس دریا کے گھاٹوں کی آمدنی جو ضلع ہذا میں ہیں ۲۴ یا ۲۵ ہزار روپیہ سالانہ تھی باقی گھاٹ چھوٹے چھوٹے ہیں جو لایق ذکر نہیں۔

رام گنگا اس ضلع میں قریب ۶۳ میل کے جاری ہے اس ضلع میں شرق وجنوب کو جاکر ضلع شاہجہاں پور میں موضع ڈھائی کی طرف چلی جاتی ہے اور اسکا مشہور گھاٹ بیلا ڈانڈی اس سڑک پر ہے جو شاہجہاں پور جاتی ہے

---

[۵] آسمانی دریا سے مراد دریائے گنگ سے ہے۔

اس گھاٹ کی آمدنی سالانہ قریب تین ہزار روپیہ کے ہے - یہ ہر دو دریا پہاڑ سے نکلے ہیں -

سوت ندی اس دریا کا نام یار وفادار - دل تھمن - بھی ہے - اور اس نام کی وجہ مسٹر الیٹ صاحب اپنی کتاب میں اس طرح تحریر کرتے ہیں کہ وقتاریخ محمد شاہی میں خوشحال چند نے لکھا ہے کہ یہ نام ایک بادشاہ اہل اسلام نے اسوجہ سے رکھا کہ اُس کی فوج قریب شہر کے پڑی ہوئی تھی جب اُس نے کوچ کیا تو اُس کو پانی ملنے میں تکلیف ہوئی اور اُسے ایک چشمہ رواں نظر آیا اس چشمہ سے جو زیادہ حصہ اس ضلع میں گھومکر گیا ہے اُس سے بآسانی پانی دستیاب ہوا تو اُس نے اُس کا نام یار وفادار دل تھمن رکھا" یہ ندی موضع پہیلا کھنڈ پرگنہ امروہہ ضلع مراد آباد سے نکلی ہے اور اس ضلع میں جانب غرب پرگنہ اسلام نگر میں اولاً داخل ہوئی - اور پھر پرگنہ بسولی و ستاسی و بدایوں و کوٹ و اُجھیانی و اوسہت ہوکر موضع کہیر اجلالپور سے گذر کر حد ضلع شاہجہان پور میں جا نکلتی ہے اور پرگنہ تہر آبا[1] و ضلع مذکور میں آکر ڈھائی گھاٹ پر گنگا سے ملگئی ہے - روہیلہ پٹھانوں کے عہد میں دو پل بعمد ضلع بدایوں میں اس ندی کے بنائے گئے تھے - شہر بدایوں کے بین زیارت حضرت سلطان العارفین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقابل ایک پل فتح خاں خانساماں نے جو حافظ رحمت خاں مرحوم کے سرداروں میں تھے تعمیر کیا اور دوسرا پل موضع نجر یا میں متصل بسولی دوندے خاں نے جو حاکم بسولی تھا

[1] اب اسکا نام جلال آباد ہے -

بنایا۔ اور ایک پل پختہ شیخو پور کے متصل بنا ہوا تھا۔ یہ ہر سہ پل بوجہ طغیانی ۱۸۵۶ء شکست ہو کر نیست و نابود ہو گئے۔ ایک پل قریب زیارت حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ مسٹر کاربیکل صاحب بہادر کلکٹر سابق ضلع نے ۱۸۶۱ء میں بنایا جو اسوقت تک موجود ہے باقی اور کوئی پل اس دریا کا نہیں ہے۔

ندی مہابا۔ یہ دریا ضلع مرادآباد کی ایک دلدل سے نکلکر پرگنہ رجپورہ و اسدپور و سہسوان و پرگنہ اجھیانی میں ۴۵ میل لنبا بہتا ہے اور جنوب و مشرقی حصہ میں موضع حسین پور پرگنہ اجھیانی کے قریب دریائے گنگ سے ملجاتا ہے کوئی سرکاری گھاٹ اسپر نہیں۔ بارش کے زمانہ میں قرب وجوار کے دیہات کو سیلاب سے نقصان پہونچاتا ہے۔

ندی ارل۔ اس کو آری بھی کہتے ہیں اور وہ ایک چشمہ سے موضع کوسا مئی پرگنہ سنبھل ضلع مرادآباد سے نکلکر اس ضلع میں موضع اجیت پور مغربی حد پرگنہ اسلام نگر میں داخل ہوتی ہوئی پھر پرگنہ بسولی سے سرحد بریلی سنبھل آنولہ اور رامپور میں ہو کر تفتی پور ضلع بدایوں کے قریب سے پرگنہ سلیم پور میں گزرتی ہوئی موضع پاٹر پرگنہ داتا گنج میں موضع نوادابدن کے پاس شامل رام گنگا ہو جاتی ہے۔

معدنیات اس ضلع میں کوئی کان کسی قسم کی سوائے کنکر کلاں اور خورد کے پائی نہیں جاتی ضلع کے اکثر حصہ میں چٹان بڑے بڑے کنکروں کی ہیں اور چھوٹا کنکر جو سڑک کے لیے اور چونہ میں کارآمد ہے نکلتا ہے اور موضع اہروان پرگنہ اجھیانی میں ایک تالاب سے مٹی جسکو پنڈول کہتے ہیں اور نیز

چونہ کا کام اسکو پکا کر لیتے ہیں بر آمد ہوتی ہے اور کسی قسم کی معدنیات اس ضلع میں نہیں ہیں۔ سوائے کوروں و ساکھو کے درخت جنگلی ڈھاک وغیرہ بکثرت پائے جاتے ہیں۔ عملداری اسلام سے پہلے جنگل حوالی شہر و ضلع میں بہت تھا چنانچہ سلطنت مغلیہ کے زمانہ میں بھی تواریخ میں مندرج ہے کہ یہاں شکار بکثرت مثل نیل گائے و بارہ سنگھے و چیتل وغیرہ جانوران کا دستیاب ہوتا تھا اور لوگ شکار کھیلنے دور سے آیا کرتے تھے۔ اب بوجہ کثرت آبادی جنگل بہت کم ہو گیا ہے باغات آم اس ضلع میں بکثرت تھے لیکن اب وہ بھی کم ہوتے جاتے ہیں۔

ریلوے اور سڑک

اودھ روہیلکھنڈ ریلوے کی وہ شاخ جو بریلی سے علی گڑھ کو جاتی ہے وہ ضلع ہذا کے گوشہ شمال و مغرب میں ہو کر گذرتی ہے جسکا طول اس ضلع میں چالیس میل ہے اور اسٹیشن محمود پور کرینگی آصف پور دبتورہ۔ بیرالہ ہیں۔ دوسری جابہ شاخ روہیلکھنڈ کمایوں ریلوے کی بریلی سورول ریلوے کے نام سے نکلنے والی ہے جسکی پیمائش ہو چکی ہے اسکا طول ضلع ہذا میں تیس میل ہوگا جو دریائے ارل کے قریب سے پرگنہ بدایوں۔ بناورا اور گھٹپوری کے قریب ہوتی ہوئی اور بدایوں۔ شیخوپور۔ اجھیانی۔ کچھلا سے گذرتی ہوئی سورول میں جاکر راجپوتانہ۔ مالوہ۔ ریلوے سے ملیگی اسکے لیے پل دریائے گنگ بمقام کچھلا بجائے پل تیار ہوگا اور سوت کا پل شیخوپور کے قریب تیار ہونے کی خبر ہے۔ اس کے سوا سڑک ہائے پختہ و خام بھی ضلع ہذا میں واقع ہیں سب سے زیادہ بڑی وہ سڑک ہے

جو جنرل روڈ کے نام سے مشہور ہی اور بریلی سے بنا ورتہ بدایوں - اُجھیانی کچھلہ ہوتی ہوئی ضلع ایٹہ کو جاتی ہے - دوسرے نمبر پر اُجھیانی سے سہسوان والی سڑک ہی جسکی ایک شاخ مجرا سے بلسی کو جاتی ہے - تیسرے بدایوں سے عارفپور نوادہ ہوتی ہوئی ایک سڑک اسٹیشن آنولہ کو جاتی ہے - چوتھے بدایوں سے نوشہرہ ہوتی ہوئی ایک سڑک قادر چوک تک نکالی گئی ہے - پانچویں بدایوں سے بسولی تک ایک سڑک پختہ نکالی گئی ہے جو سلہری تک پختہ ہے اور باقی مختلف سڑکیں خام کچی ہیں -

فصل چہارم

خاص بدایوں اور اُسکے پرگنہ جات کے تغیر و تبدل کا بیان

بدایوں کے حالات جغرافیہ قبل آمد اسلام بہ دریافت نہ ہو سکے کہ اُسمیں کون کون قصبہ شامل ضلع تھے - اِلّا عہد اسلام میں سلطنت مغلیہ کے وقت سے بعہد اکبر بادشاہ آئین اکبری میں شیخ ابوالفضل نے جو قصبہ جات و پرگنہ جات لکھے ہیں مع تعداد اراضی و آمدنی نقد و مدد معاش و تعداد سپاہ سرکار بدایوں کی ہر ایک پرگنہ میں تھی وہ بخوبی معلوم ہو سکتی ہے - چنانچہ ایک نقشہ صفحہ ۱۱ پر درج کرتے ہیں -

اُسوقت ۱۳ پرگنہ جات پر سرکار بدایوں مشتمل تھی۔ اگرچہ آئین اکبری میں آمدنی باعتبار دام لکھی ہے لیکن دام روپیہ کا چالیسواں حصہ تھا لہذا نقشہ میں علاوہ دام کے ہمنے روپیہ کی بھی تعداد مندرج کردی ہے اس نقشہ میں جو ۱۳ پرگنے بموجب آئین اکبری کے درج کیئے ہیں اب اُن پرگنوں سے اجاؤں۔ آنولہ۔ بریلی۔ برسیر سنبھا۔ ضلع بریلی میں بدایوں سے خارج ہوکر شامل ہوگئے سنبھا کا پرگنہ البتہ کسیقدر باقی رہگیا ہی جو تحصیل داتاگنج میں پرگنہ سلیم پور کے نام سے قایم ہے اور پرگنہ کانٹ۔ پونار۔ گولا۔ بالائی۔ ضلع شاہجہانپور میں شامل ہوگئے ہیں اور ایک حصہ پرگنہ بالائی کا ضلع بریلی میں تحصیل پیلی بھیت یعنی پرگنہ پیلی بھیت و پرگنہ جہاں آباد و پرگنہ رچھا میں شامل ہوا لیکن اب پیلی بھیت کا ضلع علیحدہ ہوگیا ہی۔ قدیمی پرگنہ منجملہ ۱۳ محال کے جو سرکار بدایوں میں تھے صرف حویلی بدایوں۔ سہسوان۔ منڈیا۔ ستاسی۔ کوٹ سالباہن اور جبرو پرگنہ سنبھا جو پرگنہ سلیم پور ہی ضلع بدایوں میں ابتک بدستور موجود ہیں اور سرکار سنبھل کے پرگنہ جات میں سے جو ضلع مرادآباد میں شامل کیئے گئے تھے وہ ضلع بدایوں میں اب شامل ہوگئے ہیں۔ جنکی تفصیل ذیل میں ہی۔

بنگرو بہنا یعنی اسلام نگر۔ راج پور یعنی رجپورہ۔ کنور۔ اسد پور۔

اب ہم ایک نقشہ بموجب آئین اکبری کے پرگنہ جات قدیم موجودہ ضلع بدایوں اور پرگنہ جات جدید کا جو سرکار سنبھل ضلع مرادآباد سے نکلکر شامل بدایوں ہوئے اور آئین اکبری میں انکا رقبہ اور آمدنی جو اُسوقت تھی ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

نمبر شمار	نام محال	رقبہ بحساب بیگہ	مالگذاری بحساب دام	مالگذاری بحساب ٹنکہ	قوم زمیندار	تعداد سوار	تعداد پیادہ
۱	حویلی بداؤں	۱۰۶ لک ... بیگہ	۴۳۵۵۵۳	۲۸۶۹۸۸	شیخ و کائستھ	۵۰۰	۵۰۰۰
۲	سہسوان	۱۲ لک ... بیگہ	۲۲۹۳۸۹۹	۱۵/۲/۲		۱۰۰	۲۰۰۰
۳	سنڈیا ستاسی	... بیگہ	۱۳/۱۵۵	۰	نگا برہمن	۵۰	۵۰۰
۴	کوٹ سالبانا	... بیگہ	۱۲۹۰۱۴۵	۰	ٹھاکر تومر	۵۰	۵۰۰
۵	راجپور یعنی چھپرہ	... بیگہ	۲۰۰۰۰۰۰	۰	راجپوت	۵۰	۴۰۰
۶	گنور	... بیگہ	۲۶۷۹۱۹	۶/۲/۶	مسلمان	۱۰	۳۰۰
۷	نیبو یعنی اسلام نگر	۱۲ لک ... بیگہ	۲۰۰۰۴۵	۹۰۳۰۰۳	گور	۱۰۰	۵۰۰
۸		۱۴ لک ... بیگہ	۱۳۳۳۳۴۴	۱۲/۱۵۵۸۸		۸۶۰	۹۲۰۰

اولاً ہمکو یہ ظاہر کرنا ہے کہ یہ تیرہ محال سرکار بداؤں کے قدیم زمانہ میں کس ڈویژن کے نام سے مشہور تھے۔

مسٹر کنگھم اپنی تحقیقات میں بیان کرتے ہیں کہ ہوانگ سانگ چینی سیاح نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ اہار چھتر ان سب کا صدر مقام تھا اور اسکے حدود جسمیں نصف مشرقی روہیلکھنڈ شامل ہے اس طور پر تھے۔ جانب شمال کوہ ہمالہ اور جانب جنوب دریائے گنگ اور جانب غرب پیلی بھیت سے تا بجنور آباد جو دریائے گنگا کے قریب مشرق میں واقع ہے۔ ان سب

حدود کے درمیانی شہر و قصبات ضلع اہالی چھترا میں شامل تھے۔ اہالی چھترا
قریب آنولہ کے ہے جسکو اب رام نگر کہتے ہیں اور وہاں ایک بہت بڑا افتادہ
شکستہ کسی زمانہ قدیم کا موجود ہے جو کھنڈر اپڑا ہے اور اسمیں خودرو درخت
اور کچھ کاشت بھی ہوتی ہے (گزیٹیر ضلع بریلی صفحہ ۲۴۳/۶) ہم اس مقام پر انکی
کچھ عبارت کا ترجمہ لکھتے ہیں۔ مورخ مذکور لکھتا ہے کہ قلعہ اہالی چھترا قریب
آنولہ کے واقع ہے۔ مہابھارت کے زمانہ میں پنچالوں کی بڑی سلطنت ہمالہ
کے جنوب سے چنبل تک چلی گئی تھی اہالی چھترا اسکے شمالی حصہ کا جسکو
اب روہیلکھنڈ کہتے ہیں دارالسلطنت تھا۔ مہابھارت کی لڑائی سے کچھ پہلے
ڈرونا نے جو پانڈوں کا استاد تھا۔ پنچال کے بادشاہ کو اس ملک کے
حصہ سے نکال باہر کر دیا۔ بطلیموس لکھتا ہے کہ اہالی چھترا حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کے دو سو برس پیشتر مہابھارت کے بہت بعد زمانہ میں ایک بڑا مشہور شہر
تھا۔ اور دیگر شہادتیں بھی اس تحقیق کی تائید کرتی ہیں۔ ہیونتسانگ چینی
سیاح کہتا ہے کہ اشوک نے دو سو پچاس برس قبل مسیح یہاں پر ایک
بودھ کا مندر بنایا تھا۔ راجہ اشوک کے زمانے کے سکّے اب بھی قرب وجوار میں
برآمد ہوتے ہیں۔ اور اس مقام اہالی چھترا کو اکثر آدی کوٹ بھی کہتے ہیں۔
عام روایت یہ ہے کہ اسکا بانی آدی اہیر تھا کہ جو ڈرونا کا ہمعصر ہوا ہے اس
روایت کی قدامت بطلیموس کے جغرافیہ سے ظاہر ہوتی ہے جو ۱۵۰ء میں
مرتب ہوا تھا۔ اس جغرافیہ میں اس شہر کا نام آدی سادرا
لکھا ہے۔

اسی تحصیل آنولہ میں بعض دیہات ایسے ہیں کہ جنکا تذکرہ مہابھارت میں پایا جاتا ہے
مثلاً موضع للو یا گورگا لوڈہ کہ ان ہر دو کا ذکر مہابھارت میں درج ہے
اہائی چھترا میں غالباً بودھ اور جین مذہب والے رہتے تھے اور قدیمی ڈھاک کے
جنگل میں جہاں درختوں سے صاف ہوکا دیگر قصبے بھی آباد تھے۔ یہ زمانہ
نانہ بدوشان کا تھا اور اعلےٰ اقوام وہ گروہ تھے جو اپنی مویشی جنگل میں چرایا کرتی
تھے۔ آدمی ایک چرواہا تھا جو مستقل بود و باش کا اس ضلع میں بانی ہوا۔ کثرت
سے کھدے ہوئے تالاب تحصیل پیلی بھیت میں اور دیگر مقامات میں چرواہوں
کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں مشہور یہ ہے کہ پہلے باشندے اس ملک کے
جسکے حدود ہمالہ اور گنگا کے درمیانی ہمنے لکھی ہیں۔ قوم اہیر اور گوالے اور گڈریے
اور دیگر اقوام تھے یہ ملک پہلے اہیران مشہور تھا چنانچہ اب بھی ضلع بدایوں
میں پرگنہ رجپورہ و اسدپور و گنور اہیرات کے نام سے مشہور ہے اور وہاں
کثرت سے اہیر آباد ہیں) پرسن ایک مشہور شہر آباد کیا ہوا ان ہی اہیروں
کا رام گنگا کے کنارے تھا سات میل تک اسکا رقبہ آبادی کا تھا۔ پچھوئی یا پچوئی
کے بھی یہی بانی اہیر کہلاتے ہیں۔ پچوئی میں تانبے کے سکے اتنک پائے
جاتے ہیں۔

بلائی اور پرسوا کوٹ کا بانی مشہور وتیا کہا جاتا ہے۔ لیکن پرسوا کوٹ اسنے
اپنے ملازم مسمی پراسو اسکے واسطے تعمیر کیا تھا غالباً یہ دونوں ایک ہی زمانہ
کے تعمیر شدہ ہیں۔

چندواسے مذکور الصدر غیر آریا قوم سے تھے ۱۳ھ میں جینی یودھ جاتی کی

سمی ہیون زنگ اس ضلع میں آیا اُس زمانہ میں یہ ملک دو سلسلوں میں منقسم تھا۔ اسکا شمالی حصّہ گودی سانا یا کاشی پور میں شامل تھا۔ اور جنوبی اہائی چھتر۔ ۲۹۵ میل اہائی چھتر اکا اور تین سو پینتیس (۳۳۵) میل کاشی پور کا رقبہ تھا۔ یہ دونوں ملک بودھ مذہب کے مرکز اور قلعے تھے۔ چینی سیّاح نے مفصّل حال ان دونوں کا نہیں لکھا الاّ سیّاح مذکور لکھتا ہے کہ میں نے اس ملک میں نو برہمنوں کے مندر اور تین سو (۳۰۰) جوگی اس شہر میں دیکھے ساتویں صدی عیسوی میں یہ اضلاع بدایوں و بریلی و پیلی بھیت و شاہجہاں پور جو سرکار بدایوں میں شامل تھے مع ضلع مراد آباد و بجنور کے ملک کٹھیر کے نام سے مشہور تھے۔ اس سے پہلے یہ نام نہیں پایا جاتا تھا اس نام کی وجہ تسمیہ چند طور سے مورخین نے لکھی ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ مخرج اسکا اراضی کٹھیر ہے۔

چند رچوہان بھاٹ کہتا ہے کہ ۱۱۷۴ء میں رام پرا حاکم اوجین[۵] نے ۲۶ شاہی نسلوں کو زمین عطا کی کٹھیر کو کٹھیر دی تھی جو ایک قوم کا راجپوت تھا۔ گزیٹیر شاہجہاں پور سے راجپوت کٹھیریہ کی وجہ تسمیہ اس طرح سمجھی جاتی ہے کہ کٹھیر روہیلکھنڈ کا ایک حصّہ ہے کٹھیر یا ٹھاکر بوجہ بود و باش ملک کٹھیر کٹھیریہ کہلاتے تھے۔ ملک کٹھیر یا اسکا دارالامارہ لکھنور جسکو اب شاہ آباد کہتے ہیں تھا۔ (جو شاہجہاں پور سے شرق کو دس کوس کے فاصلہ پر واقع ہے اور ضلع ہردوئی ملک اودھ میں ہے) زیادہ تر حصّہ ملک کٹھیر کا ضلع شاہ جہاں پور میں شامل ہے۔

---

[۵] اوجین جسکا نام یہاں آیا ہے پیشتر کاشی پور کو کہتے تھے۔

آئین اکبری کے زمانہ میں گورکے نام سے مشہور تھا۔ اس نام کا اب بھی موضع گور تحصیل پوایاں میں ایک گاؤں ہے جسکو گولا رائے پور کہتے ہیں وہاں ایک گڑہی شکستہ موجود ہے۔

سنہ ۸۵۵ھ میں سلطان سید علاء الدین بادشاہ دہلی کو بدایوں کی آب وہوا پسند آئی اور دہلی چھوڑ کر اپنا صدر مقام بدایوں کیا اور عہد اکبری میں اس صوبہ کا نام سرکار بدایوں ہوا اور اسکے متعلق ۱۳ محال تھے جیسا کہ نقشہ بالا میں ہم لکھ چکے ہیں۔

عالمگیر کے عہد میں سرکار بدایوں کا لقب اڑا دیا گیا اور جبکہ بریلی کے متعلق ہوگیا۔ لیکن اسوقت تک یہ ملک کٹھیر ہی کے لقب سے بولا جاتا تھا۔ بعدہ جب روہیلہ پٹھانوں نے تسلط پایا تو ان کے عہد میں یہ صوبہ روہیلکھنڈ کے نام سے مشہور ہوا۔ پھر سرکار انگلشیہ کے عہد میں باعتبار کمشنری روہیلکھنڈ ڈویژن لکھا جانے لگا اور اسکا صدر مقام بریلی ہوا اور یہ ڈویژن بلحاظ صوبہ ممالک مغربی وشمالی کے نام سے موسوم ہوا چنانچہ اسوقت تک اسی لقب سے ملقب ہے۔ البتہ سنہ حال یعنی سنہ ۱۹۰۲ء سے ممالک مغربی وشمالی کی بجائے ممالک متحدہ آگرہ واودھ کے نام سے موسوم ہوا ہے۔

روہیلکھنڈ ڈویژن میں موضع دیوریہ تحصیل پیلی بھیت سے ایک کتبہ[۱] سنہ ۱۸۲۶ء راجہ للا کے زمانہ کا جو راجہ بین کا پوتا تھا۔ برآمد ہوا ہے موضع سرکار بدایوں کی

---

[۱] نقل ترجمہ کتبہ مندرجہ گزیٹیر ضلع بریلی صفحہ ۱۵۲-۱۵۳ موضع دیوریہ سنہ ۱۸۲۶ء
ایک کتبہ پتھر پر راجہ للا کے زمانہ کا جو راجہ بین کا پوتا تھا سنہ ۱۸۲۶ء میں ایک ڈھیر سے بمقام گڑھ گجنا متصل دیوریہ (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

حدود میں بعہد اکبر تھا لہذا یہ کتبہ نوٹ میں درج ہے۔

فصل پنجم

حالات خاص شہر بدایوں و دیگر قصبہ جات

بدایوں ایک بہت پرانا شہر ہے کہ جسکے ٹھیک زمانہ آبادی کو ہم نہیں بیان کر سکتے ہیں اس کی قدامت کو جملہ مورخان نے تسلیم کر کے زمانہ شروع آبادی شہر سے معذرت ظاہر کی ہے پس مؤلف کو کسی طرح اس بات کا نشان نہیں ملا کہ اپنی رائے وثوق کے ساتھ زمانہ شروع آبادی کی بابت ظاہر

سے برآمد ہوا اور یہ کتبہ مندر دیوریہ میں رکھا ہے اور سرودھا پرشاد چکراورتی نے بہ نگرانی جیمس پرنسیپ ترجمہ کیا ہے۔

نمبر ۱۔ خدا کرے کہ وہ جس کے لیئے تمام حیرت زدہ باشندے تینوں عالم کے بھجن پڑھتے ہیں اور دعا میں مانگتے ہیں (جبکہ مرصع سرمایوں کے سردار انکار کرنے والے پہاڑوں کے نیچے جھک گیا اور اطاعت شعار زمین کی گود میں آگیا) یہ دعایں اور بھجن اُس کی آسمان کوشش پر جو وہ بدوں کے یعنی دیوں کے ظلم کے روکنے کے لیئے کرتا ہے پڑھے جاتے ہیں اور وہ کہ جس نے دس سر والے کو یعنی راون کو زیر کیا جو اپنی طاقت اور بہادری پر ناز کرتا تھا وہ تمہیں گناہوں کی کثرت سے بچائے۔

نمبر ۲۔ خدا کرے کہ گنگا (دیبی جو پہاڑ سے پیدا ہوئی) جو موتیوں کی مالا سے مرصع ہے اور وہ موتی ڈناداہا نیموں کے سر سے گرے تھے جو ہاتھی مثل ڈناوا کے تھے اور جو اُس کے کنول کے سے چہرہ پر چاند کا سا ہالہ معلوم ہوتا تھا اس دنیا کو برکت دے (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

کرتی الا یہ ضرور پایا جاتا ہے۔ راجہ بھرت کے زمانہ میں یا جب کورو و پنچالہ قوم
کی آبادی تھی یہ شہر آباد تھا جیسا کہ آیندہ تحریر سے ناظرین کو ثابت ہوگا یہ شہر
نہایت پرفضا اور گنجان آباد ہے عمارات خوش قطع و بازار بارونق ہے

نمبر ۱- مہاراجہ کہ پنڈو کی شاہی نسل کہ جو ہمیشہ لچھمی کی دلچسپی اور ناز کا منظر تھی اور جسکا میدان
جنگ باقاعدہ سپاہ سے جو فنون جنگ سے مرصع تھی اور مشہور شہزادوں کی مسرت کا سبب ہے۔
اور جھیل جہاں لچھمی ہنس کی طرح پانی میں کھیلتی تھی۔ اور باراحت تھی اُن اشخاص کی جو کہ بہادرانہ کام
سے فارغ ہو چکے تھے اور ایک جلا دینے والی آگ تھی اپنے دشمنوں کے لیئے معزز رہی۔
نمبر ۴- ایک مہارشی مسمی **چیاون** وہ جسکی جبیں کی شکن نے دیوتاؤں کے سردار یعنی اندر کے
غرور کو روک دیا جبکہ وہ مشہور جرم کا مرتکب ہوا۔ وہ جو کہ اپنی شہرت سے دنیا کے تمام حصوں میں
مشہور تھا اس قوم کا بانی تھا۔
نمبر ۵- اس خاندان میں جو کہ بہت اچھے کاموں کے لیئے مشہور تھا۔ **وبراودرما** پیدا ہوا جو دنیا کی
زیب و زینت تھا اور بادشاہوں کا سرتاج اور جس کے گھر میں لچھمی نے قیام کیا۔ اس خاندان میں
اُس نے دیکھا کہ آیندہ بہت سے نامور بہادر پیدا ہوں گے جو اُس کے محافظ رہیں گے۔
نمبر ۶- یہ **وبراودرما** اعلیٰ صفات میں سورج بنسی خاندان کے بادشاہوں کے مشابہ تھا اور
وہ زبردست زاہد۔ خوبصورت۔ مشہور۔ پاک۔ سنجیدہ۔ متبرک۔ سچا۔ مہذب تھا علما کا مجمع
اُس کے پاس رہتا تھا۔ پرہیزگار اُس کے ساتھ رہتے تھے اُسکا دربار بہادری۔ ایمان داری۔
صبر اور اور خوبیوں کا مرکز تھا۔
نمبر ۷- مالس چندر برانا یا اس کی نسل میں ہے یہ ایک جری آدمی تھا جس نے (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

سڑکیں صاف ہیں باغات حوالی شہر ہیں انبہ و تر شاوہ وغیرہ کے ہیں بہت سی مساجد
و خانقاہ ہیں۔ مدارس عربی و فارسی و گورنمنٹ ہائی اسکول انگریزی و مشن اسکول
و گرجا گھر ہیں جا بجا مندی عظیم الشان اور بنا در تعمیرات زمانہ حال مستحکم و خوشنما

کہ اپنے دشمنوں کو اس طرح نیست و نابود کیا جس طرح کہ اُس کے کرنوں سے کچھ نشان ہو جاتی ہے جو کہ
تمام انسانوں کا زیور تھا یا کہ تمام دنیا کا جسکی افواج کے مقابلہ میں ایک بہادر دشمنوں کی جماعت کے
قدم ٹک نہیں سکتے تھے منہ کھولے سانپوں کے مقام یعنی پٹالہ کو وہ ایس ہو سکے اور اُن کو کثرت
امداد سے تباہ کر دیا۔
نمبر ۸۔ جو عرق اُسکے خوشبودار ہاتھیوں کی کنپٹی سے مثل چاند کے بلوری ٹکڑوں سے بہتا تھا اس طرح جیسے
جنگل کے تالابوں پہ پھیل گیا کہ نہ جنگلی ہاتھی نہ اُسکے دشمنوں کے ہاتھیوں کی جرأت ہوتی تھی کہ وہ اپنی
پیاس کو اُن میں بجھا سکیں۔
نمبر ۹۔ اُسکا پا انداز بے شمار شہزادوں کے رجو اُسکو سجدہ کرتے تھے) تاجوں سے گھس گیا تھا وہ
تمام زمین کا مالک تھا جسکو تین بڑے سمندر گھیرے ہوئے ہیں اُس نے سمندر کو غیر ملکوں کی شہزادیوں
کی متواتر بلا قانوں سے خشک کر دیا۔ جیسے کہ رام نے گزشتہ زمانہ میں کیا تھا۔ اُس نے سمندر پہ
اس طرح قبضہ کیا جس طرح کہ پہاڑ سمندر کے کنارہ پر۔
نمبر ۱۰۔ اُس کی سلطنت میں عالیشان عمارتیں ہیں جو بڑے بڑے دیوتاؤں کے مقام گاہ سے بھی
سبقت لے گئیں ہیں اور اس سلطنت کی عمارتیں مثل چاند کی کرن کے خوبصورتی میں چمکتی ہیں اور نیز دارالسکے
مثل باغات سے جنہیں کہ کثرت سے خوش گوار کاہی زمردین رنگ کے درخت ہیں مزین ہے یہ سلطنت
ہیرا لنکا اسلئے دیوتاؤں کے بلند مندروں سے مقید ہو گئی ہے ـ (باقی آئندہ ملاحظہ فرمائیے)

اور بعض بعض تالاب پختہ و اکثر چاہات پختہ و کوٹھیات سرکاری و پرائیوٹ اور عمارات شفاخانہ و کچہری ہائے مال و دیوانی بنی ہوئی ہیں کہ بعض بعض عمارات کا ذکر ہم بالتفصیل لکھیں گے اور آبادی شہر کا حال آیندہ معلوم ہوگا اولاً وجہ تسمیہ بدایوں

نمبر۱۱۔ چھوٹا بھائی نامی زبردست بازو والا **لچھمن** جس نے کہ شیو کی پرستش کے واسطے اپنے آپ کو نثار کر دیا تھا اُس نے خوشی سے اس دنیا کا انتظام اپنے ذمہ لیا اور اُس کی سلطنت شہزادوں کی کثیر تعداد سے معمور تھی اور اُس کی سلطنت کی وسعت اُس کے بڑے بھائی کی مہربانی کے مناسب تھی۔

نمبر۱۲۔ اگرچہ لچھمی سا بے بہا بیش تحفہ اُس کو ملا تاہم وہ دیوتاؤں کی پرستش کرنے والا رہا چونکہ اُس کے روحانی ماں باپ ہیں اور وہ برہمنوں کا بھی تابعدار رہا وہ اپنے احباب یاروں اور رشتہ داروں کی خوشی کے واسطے پیدا ہوا اور نیز اس لیئے کہ وہ بدمعاشوں کو ہلاک کرے اور اپنی رعایا میں خوشی پھیلائے۔

نمبر۱۳۔ اس کی بی بی **چولوکی** جو کہ مزین تھی روشن صفات سے اپنے زمانہ میں لاثانی تھی اور اُس کی اور بی بیوں کے کنول کے سے چہروں کے مقابلہ میں مثل ماہ نو کے تھی۔ یہ شاہی خاندان **اسورا** کی نسل سے تھی۔

نمبر۱۴۔ اسکے بطن سے مثل چاند کے بہادر **للاّ** پیدا ہوا جو کہ بہت جلد تمام دنیا کو اپنے قبضہ میں لے آیا سب طرف اُس کی خوبیوں کی صفائی مثل کنول کے پھول یا چاند یا ہاتھی دانت کے چمکتی تھی وہ اپنے بہادروں کے گروہی حلقہ میں مثل **سمیرو** کے تھا اُس کے بازو کو لچھمی نے محبت کی نظر سے دیکھا جبکہ اُس نے اپنے دشمنوں کا گھر چھوڑا۔ یہ **چھنڈو** خاندان کا جڑ تھا۔

نمبر۱۵۔ یہ بات حیرت انگیز ہے کہ **للاّ** کی پیدایش پر آسمان سے **لچھمن** (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

کی لکھتے ہیں۔

وجہ تسمیہ بدایوں | ایک کتبہ جو قلعہ بدایوں سٹاڈی دروازہ شرقی سے سنہ ۱۸۷۶ء میں بعہد مسٹر لمب صاحب بہادر مجسٹریٹ ضلع برآمد ہوا اور

سے پھل پر پھول چھا در ہوتے اور شہد کی مکھیاں شہد چوسنے کو جمع ہو گئیں اور اپنی بھنبھناہٹ سے اسکی آیندہ عظمت کو بتا رہی تھیں۔

نمبر ۱۶- اُسکے الفاظ خوش مذاقی سے بھرے ہوئے تھے وہ پورے کھلے ہوئے کنول سے یا عقلا کی جماعت سے یا اُن جھاڑیوں سے کہ جو پھولوں سے لدی ہوئی نیچے جھکی ہوں۔ یا جھکے ہوئے خوشہ کھیتوں سے یا شاعر الہام سے یا خزاں کے زمانہ میں چاند کی کرن سے یا اُن پاک الفاظ سے جو بید انیتوں کے منہ سے نکلے تھے کہیں اچھے تھے۔

نمبر ۱۷- وہ کون معزز نامور مالک اس دنیا کا تھا جس نے اسکے عہد میں دنیا کی حفاظت کی دیہی بچھی جسکو کہ کوئی اور نہ روک سکتا ہے نہ خط اٹھا سکتا ہے۔ اُس کی بی بی ہے۔ کوئی شاہی جوہر اُن بادشاہوں کے تاج کا جو اس دنیا میں کبھی ہوئے ہیں یا ہوں گے مسرت اور خوبصورتی میں اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

نمبر ۱۸- وہ اپنی روشنی کے ہالہ میں رہتا ہے جو روشنی کہ مشابہ ہے سورج کے موسم گرما کی روشنی کے یا جس طرح سے کہ سورج اپنے موسم گرما کی روشنی میں رہتا ہے اور دنیا کو اپنی قوت سے معمور کرتا ہے اُس کی خوبصورتی میں اُسکے دشمنوں کی جنگی ہاتھیوں کی سر کی سرخی سرخ ہو جاتی ہے اُس کی شہرت مثل چاند کی شہرت کے تعریفوں کا مضمون ہو رہی ہے وہ اپنے دشمنوں کو اس طرح چیر پھاڑ کر دیتا ہے جس طرح کہ سورج تاریکی کو دور کر دیتا ہے۔ (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

دو دروازہ کی دیوار میں نصب تھا جسکی پشت باہر اور تحریری رُخ اندر دیوار کے تھا اُسی آثار قدیمہ کے محکمہ میں واسطے دریافت کیفیت مندرجہ کے بھیجا گیا۔ چنانچہ کلکتہ سے اُسکے بعض اشعار کا ترجمہ بزبان انگریزی اور بعض سطور کا ترجمہ

نمبر ۱۹- اُس کی پھیلنے والی شہرت دنیا کے گرد مثل موتیوں کی مالا کے محیط ہے۔ یا مثل گنگا کے کوہ ہمالیہ کی سب سے بلند چوٹی کے گرد یا مثل چاند کی کرنوں کے آسمان پر۔ یا مثل مالا کے سر پر یا سفید آویزہ کے دیوتاؤں کے مندر میں۔ یا جنگلی ہنس دریاؤں کے کنارہ پر۔

نمبر ۲۰- اُسکے آنے پر اگرچہ دنیا ظلم سے نالاں تھی مسرت کا زمانہ اس شہر میں پھر آگیا یہ شہر جو کنوئیں جھیل تالاب اور قرب وجوار کے باغات جو کہ مختلف اقسام کے جانوروں سے معمور ہے جسکے باشندے ہمیشہ مسرت میں بسر کرتے ہیں اور جو کہ تمام روئے زمین پر پھیلی ہے۔

نمبر ۲۱- اُس نے یہ پاک گاؤں جنہیں کہ دولت مند اور شائستہ لوگ رہتے ہیں اور جنہیں کہ خوشگوار درختوں کا سایہ ہے اور شفاف نہروں سے سیراب ہے معافی سند میں برہمنوں کو عطا کیئے۔

نمبر ۲۲- اُس نے اپنے محل کے قریب ایک خوبصورت اور پاک نہر کھدوائی وہ خود اپنی رعایا کے لیئے رہنمائی کرتا ہے جس طرح بھاگیرتھ گنگا کی رہنمائی کرتا ہے۔

نمبر ۲۳- اس کی بی بی لچھمی اسکو اس درجہ عزیز تھی جیسی کہ مادھو- مسودن کو اُس کے ہمنام کہ وہ دوسری دیبی مانی جاتی ہے اور یہ سمندر سے آئی تھی- ایسے خاندان سے تھی جس نے کبھی گناہ نہ کیا ہو اور اندرون خانہ کی عورتوں کے کنول کے چہرے کے مقابلہ میں مثل برف کی بوچھار کے تھی- (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

روہن میں لکھا گیا اور بعض کا ترجمہ نہیں لکھا گیا کیونکہ اُسکا تعلق تاریخ میں نہ تھا وہ
ایک نہایت عمدہ تاریخی کتبہ ہے - بیدا سُو لکھنے والے وجہ تسمیہ یہ ظاہر کرتے
ہیں کہ یہ شہر بیدھوں کے رہنے کی جگہ تھا اور بدھ سُو کہنے والے یہ قیاس

نمبر ۲۴ - اُس نے اپنی محبت اور نیکی سے اپنے خاوند کا دل اپنی طرف کھینچ لیا - اور اپنی کمال
خوبیوں سے اپنے خاوند کی محبت کو قایم رکھا اُن کے باہم محبت تھی - وہ مثل پاربتی کے تھی -
نمبر ۲۵ - جسکے کہ بہت سے نیک کام جو اُسنے کیئے ہیں یادگاری وہ نمودار ہیں باغوں میں -
جھیلوں میں اور سایہ دار جگہوں میں - اور دیگر وسیع کاموں میں -
نمبر ۲۶ - تمام نعمتیں جوکہ بیشمار برہمنوں کے گروہ روزانہ حاصل کرتے ہیں یہ سب اُسکا عطیہ ہیں
جسکا دل غریبوں بیکسوں اور مصیبت زدوں پر ترس کھاتا ہے یعنی لچھمی -
نمبر ۲۷ - خاوند اور بی بی دنیا کی مقبوضات کی بے ثباتی سے آگاہ تھے اور اُن کی روز افزوں
اوصاف حسنہ سے ظلم اور تعدّی کا زمانہ دور ہوگیا - راجہ نے ایک مندر اُس دیوتا کا کہ
جسکی پیشانی پر ہلال ہے بنوایا دوسری نے یعنی رانی نے اسی قدر پاربتی کے
واسطے کیا -
نمبر ۲۸ - وہ کون شخص ہے کہ جسکا دل حیرت سے نہ بھر جائیگا ان ڈویّانی مندروں پر جو مندر کہ
کیلاسہ کی بلند چوٹیوں کا مقابلہ کرتا ہے اور جو مزیّن ہے خوبصورت ایک زینہ سے اور جسکے
کہ پھریرہ نے ہوا میں اُڑ کر جمع ہونے والے بادلوں کو منتشر کردیا -
نمبر ۲۹ - جبتک کو ستبھا یہ ہیرا مادھو کے قاتل یعنی وشنو کے سینہ پر رہے گا
اور جبتک شیو کا سر ہلال سے مزیّن رہیگا اور جبتک کہ اندر اور (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

کہتے ہیں کہ پندرہ سو کے وقت میں یہ شہر آباد ہوا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ راجہ کی بیٹی کا نام
چنبا تھا اس وجہ سے یہ شہر مشہور ہوا یعنی یہ لوگ بیان کرتے ہیں اکثر چنبال
سے منسوب کرتے [illegible] راجہ جیپال نے سنہ [illegible] ء میں تخت دہلی پر جلوس کیا تو اس شہر

تمام دیوتا چندر کی بی بیوں کے پاس قیام کریں گے اس وقت تک اس کام کی شہرت قائم رہیگی -
نمبر ۳۰ - خدا کرے کہ دولت اور خوش حالی ہمیشہ اُسکے اور اُس کی بی بی [illegible] کے جو کہ مثل اُس کے
قابل ہی ساتھ رہے - اُس کے ساتھ رہے جو کہ جھنڈ خاندان کا خاص نامور شخص یعنی
بہرو ہے جس نے اُس تلوار سے جو اُس کھینچ میں آلودہ تھی جو کھینچ کر اُس کے دشمنوں کے
ہاتھیوں کی پیشانی کے پسینہ سے پیدا ہوئی تھی اپنی تعریف سب طرف نقش کر دی -
نمبر ۳۱ - خدا کرے دیپی جو اپنی نوع میں اُس کی آسائش بڑھانے اور برائیوں کے دور
کرنے کے واسطے رہتی ہے - للا کے اُس کے خاندان کے اُس کے بچوں کے اُس کے یاروں
کے گناہوں کو دور کرے -
نمبر ۳۲ - باپوٹا گاؤں جو کبھوشالہ میں واقع ہے مع اراضی متعلقہ اُس کے مذکورہ بالا
دیوتا دیپی کے واسطے دیوا پلی کے نام علیحدہ کر دیا گیا -
نمبر ۳۳ - اس مشہور للا کے سند کے ذریعہ سے ایک چوتھائی مال گذاری دیوتاؤں کے حق
میں معاف کی گئی اُن کی پرستش اور رسوم کے واسطے -
نمبر ۳۴ - یہ کتبہ سہال شاعر کی تصنیف سے ہے جو کہ سیوا رودرا کا لڑکا ہے
اور وشاسی آسولی کی نسل سے ہے - اور راجہ کے دربار کا ملازم ہے - اور جسکا
بال [illegible] باعث لفظ [illegible] اُس کی شہرت کے مناسب تھا - (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

پیداموں ہیں چونکہ کثرت درشن ندریس کی تھی اسکا نام پیداموں یعنی
بید سکھانے کی جگہ رکھا ہمکو یہ کسی تاریخ سے نہیں ثابت ہوتا کہ راجہ بھیپال نے
یہ نام اسکا رکھا اس کتبہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسمیں دو مقام پر یعنی سطر ۱۰ و ۱۱

نمبر ۳۵ - خدا کیے کہ **بھال** کی اشعار کی روانی کا ہار علمار کے سینہ پر مثل موتیوں کی لڑی کے
چمکنے تمام سرستا کا مخرج ہے اور پھولدار اشعاروں سے **للاّ** کی صفات دورہ سے بندھی
ہوئی ہیں -

نمبر ۳۶ - یہ مضمون **وشنون ہری** کے لڑکے نے نقل کیا جو کہ گوڑ کا باشندہ تھا
اور کوٹیلا رسم خط سے ماہر تھا -

نمبر ۳۷ - سومنات نے جو کہ **کامان دیوکا** لڑکا تھا اور جو کہ کنبا کو ادسے آیا تھا اور
تراشی کے فن کا ماہر تھا اسکو کھودا - سال سمبت ۱۰۴۹ ساونین بدی مرگا یعنی اگھن مطابق ۵ ارنومبر ۹۹۲ء

نمبر ۲۲ میں **کٹشی** دریا یا نہر کا حوالہ ہے جسکو **للاّ** نے مالاسے کھنویت تک نکالی ہو -

نمبر ۲۷ و ۲۸ میں اُن عمارات کی طرف اشارہ ہے جنکے کہ ڈھیر منڈو کے کھیڑہ پر نظر آتے ہیں
جو موضع گڈھ گنچنا میں واقع ہیں -

نمبر ۳۲ - میں دیول کی طرف اشارہ ہے جسکو کہ دیوا بل کہتے تھے اُس زمانہ میں جنرل کنگھم دلائل
ذیل سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ **للاّ** باچھل کی نسل سے تھا اور باچھلوں سے اور کٹھریوں سے
گڈھ گنچنا اور گڑیا کھیڑہ سے متصل مقابلہ ہوا -

دلائل

نمبر ۱ - باچھل راجپوت اپنے آپ کو **پین** کی نسل سے کہتے ہیں - (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

ہیں یہ لکھا ہے کہ یہ شہر ویہاراسوکٹھ ہے اس اعتبار پر پروفیسر مسٹر گارٹن جنہوں نے ترجمہ اس کتبہ کا لکھکر اپنی رائے ظاہر کی ہے اُنہوں نے اس شہر کا نام ویہاراسوکٹھ تسلیم کیا ہی سطر ایک میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ شہر

نمبر ۲ - غالب گمان یہ ہے کہ کٹھریوں نے باچھلوں کو شاہجہاں پور کے قرب وجوار کے کچھ حصہ سے نکال دیا تھا - صرف اسقدر معلوم ہوا کہ ۱۵۷۰ میں گڈھ کھیرہ راجہ بین کی نسل میں تھا یعنی بھیلوں کے قبضہ میں اور باقی ماندہ دیوریہ بنجاروں کے قبضہ میں تھی جنگھاروں نے اس سال میں دونوں قوموں کو نکال دیا اور دیوریہ کی بنا ڈالی - اس گانوں کے حال کی تاریخ میں مسلمانوں کا اسپر قبضہ کرنا اور جلا دینا جنگھاروں کی بغاوت میں ۱۶۷۹ء میں یادگار ہے -

کننگھم صاحب کی رائے ہے کہ باچھل راجپوت یہاں حکمراں رہے تھے مگر ہم اُن سے اختلاف کرتے ہیں -

گزیٹیر بریلی صفحہ ۲۴۸ - گڈھ کھیرہ کا قلعہ دیوریہ کی زمین پر ہے اور جنوبی یعنی خشکی کی طرف سے راستہ ہی دیوریہ کے پیچھے کھاوہ مشرق کی جانب گھوم جاتا ہے اور گڈھ کھیرہ کے قلعہ کی تین طرفیں اس سے گھری ہوئی ہیں - صدیوں سے یہ ویران ہے اور گنجان جنگل کھڑا ہے گذشتہ بیس برس میں یہاں چیتے کا شکار کھیلا گیا ہے -

قلعہ کا رقبہ ٹھیک طور سے ہمکو نہیں معلوم - کٹنیا نالہ سے جو جگہ گھری ہوئی ہے وہ ۶۰۰۰ فیٹ طول میں شمالاً جنوباً اور عرض میں ۴۰۰۰ فیٹ -

یہ کہا جاتا ہے کہ قلعہ آدھے کوس سے کچھ کم یا قریب ایک میل کے طول میں ہے - اینٹوں کا پیمانہ (۱۴ انچھ × ۹ انچھ × ۲ انچھ) ہے - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کی قدامت (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

اُسوقت اس شہر کا نام ویدا سوتھ تھا۔
اب ہم اس کتبہ سے اسکا نام جو بعد نام ویدا موتھ کے ہوا وہ ظاہر کرتے ہیں دیکھو
سطر ۶ الغایت ۱۲ کا خلاصہ جو پروفیسر موصوف نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے

... شکستہ ہیں قریب قریب ہر جگہ آسانی سے اُن کا جوڑ مل سکتا ہے اور اوپر کی جانب غالباً
صرف دو یا ایک سطر میں جاتے رہتے ہیں جن میں کہ معمولی دعائیں کسی دیوتا کی شان میں
یا اشعار ہوں گے موجودہ حالت میں وہ دیوتا غالباً شیو ہو لیکن تاہم بھی حصّہ کتبہ کا مکمل
معلوم ہوتا ہے - اخیر کی سطروں میں بھی کوئی ایسا ضروری حصّہ تلف نہیں ہوا ہے - کیونکہ یہ اخیر
[illegible] شدہ اشعار یا تو شاعر کی یعنی مولف کتبہ کی شان میں ہونگے - یا حسب معمول اُن میں
یہ خواہش ظاہر کی گئی ہوگی کہ یہ مندر کہ جسکی تعمیر کا یہ کتبہ ہے ہمیشہ قایم رہے - آخر کی سطر کے شروع
کے قریب قریب چھ اکشاروں کو مستثنےٰ کرکے باقیماندہ کتبہ اچھی حالت میں ہے اور عمدہ طرح سے
یقین کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے - حروف کی مقدار کا اوسط ۵/۸ انچہ سے لیکر ۳/۴ انچہ تک ہے
اور آخر کی چار یا پانچ سطروں میں کسی قدر کم ہے خط دیوناگری قریب بارہویں یا تیرہویں عیسوی
صدی کا ہے اور یہ کتبہ گوگی اور جلہی دو کاریگروں کا کھودا ہوا ہے (دیکھو سطر ۲۳) زبان
سنسکرت ہے اور شروع تیسویں سطر کے حصہ کو مستثنےٰ کرکے جو کہ غالباً کتبہ کی تاریخ ہے بقیہ
کتبہ نظم میں ہے -

یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشعار گوبند چند شاعر کی تصنیف سے ہیں گوبند چند گنگا دھر کا سب سے چھوٹا
لڑکا تھا - گنگا دھر خود بھی وید دانشمند کا لڑکا تھا جو باشندہ اہادی گڈہ کا تھا اور اُس کی
زوجہ کا نام یعنی گنگا دھر کا جو کہ ماں اسوراھم ایک عالم کی لڑکی تھی (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

کہ شیبو کے مندر کے متعلق بھادول لکھا کے مالگذاری کردی گئی تھی پروفیسر موصوف لکھتے ہیں کہ ہم نہیں بیان کر سکتے کہ یہ مقام کہاں ہے۔ الا پروفیسر مذکور جس امر کی تحقیق سے مجبور ہوئے ہم اپنی رائے اور قیاس سے بیکہہ سکتے ہیں

دیکھو (سطر ۲۱ و ۲۲) کتبہ میں خفیف غلطیاں بھی ہیں املا یا رسم خط کی نسبت میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ (با) کو ہر جگہ (ذا) لکھتا ہے۔ سوائے **ارباہا** کو مستثنٰی کر کے جو ۲۳ سطر میں آیا ہے غالباً کتبہ کی تیئسویں[۲۳] سطر کی شروع میں تاریخ ہے۔ جو اب موجودہ حالت میں بد قسمتی سے اس نقش سے جو مجھے بھیجا گیا ہے میں نہیں نکال سکتا یہ امر یقینی ہے کہ یہ تاریخ شہزادہ لکھناپال کے عہد سے متعلق ہے اور یہ کہ شیبو کے مندر کی تعمیر اس جگہ پر بتائی ہے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ یہ جگہ وہی ہے جہاں یہ کتبہ نکلا ہے اور جسکا کہ نام اسمیں ودوا سوتا لکھا ہے۔ دیکھو (سطر ۱ و ۱۱) اور ان دو امور کی وجہ سے یہ کتبہ آسانی سے دو حصوں میں منقسم ہو سکتا ہے

پہلا حصہ ساتویں سطر کے آخر تک گیا ہے اس حصہ میں لکھن پال کا شجرہ درج ہے۔

دوسرا حصہ جو آٹھویں سطر سے لیکر ۲۰ سطر تک گیا ہے اسمیں مندر کے بانی کا اور اس کے دینی پیشواؤں کا تذکرہ ہے اس آخری حصہ کی عبارت کا صرف خلاصہ دینا کافی ہے۔ شہزادہ لکھن پال اور اس کے اجداد کی نسبت کتبہ کا تحریر کنندہ یہ لکھتا ہے اس[۱] جگہ پہاڑ[۲] آسمانی[۳]۔ دریا کے سیلاب کی وجہ سے مجمع برائیوں کا جاتا رہتا ہے۔ اس جگہ پر پہ شہر ودواسوتا ہے پنچالوں کے ملک کی زیب و زینت ہے اور اس کے محافظ **راشٹر اکوٹا** کے خاندان کے مشہور شہزادہ ہیں یہ شہر خوشحالی سے مالامال ہے۔ کیونکہ اسکے دشمن نہایت کمزور تھے۔ اور یہاں کے آدمی بکثرت قابل اور نیک مزاج تھے نہایت عمدہ عمارات اور مکانات تھے (بقیہ نوٹ بصفحۂ آئندہ)

کہ بھداؤں الک کوئی قریہ قریب وبدا موکھ کے تھا جسکی مالگذاری وقف ہوئی تھی لیکن انقلاب زمانہ نے آبادی میں ایسا تغیر پیدا کیا کہ وبدا موکھ کی آبادی بھداؤں الک میں شامل ہوگئی چونکہ شیو کے مندر کے متعلق اُس

اور اُس کے گردنواح میں ایسے درخت تھے جو فردوس کے درختوں سے مشابہ تھے عظیم الشان اور صاف ستھرے مندر اُسکے خوشنما منظر تھے - اور یہ ضلع کُل آدمیوں کی جگہ تھی یعنی ایسے آدمی جو پابند قانون تھے یہ خوبصورت شہر خوبیوں کا مجمع ہونے کی وجہ سے اندر کے شہر کی طرح روشن ہے اور کثرت سے منڈارہ کے درختوں کے عمدہ پھولوں سے روشن ہے اور نہایت عمدہ گنبدہ ہر دوں سے مزین ہے اور سنتانا اور کالپا کے درختوں سے بھی عظیم الشان صاف دیوتاؤں کے مقاموں سے خوشنما معلوم ہوتا ہے اور غیر فانی لوگوں کا مرکز ہے پہلی سطر تمام ہوئی -

اول اول چندر بھان کا حکمراں تھا جو مجمع تھا بے انتہا خوبیوں کا اور سردار تھا آدمیوں کا اُسنے اپنی تلوار سے تمام دشمنوں کو خالف کر دیا اُسکا لڑکا **وگرہ پال دیو** اُسکے بعد حکمراں ہوا جو اپنے دشمنوں میں بہت مشہور ہے اور حاجت مندوں کے ساتھ فیاض تھا اُسکا بیٹا جو بھون پال کے نام سے مشہور ہے حقیقت عالم دنیا میں قانون مجسم تھا دنیا کی محافظت کرنے کے بعد وہ بیکنٹھ باسی ہوا پھر اُسکا بیٹا **گوپال دیو** دنیا کا حکمراں ہوا جب یہ بادشاہ جو کہ رعایا کی مصیبت کا دور کرنیوالا تھا حکمراں ہوا تو سب قومیں اپنے اپنے فرض منصبی خوش و خورم ادا کرتی تھیں اور خوشحال تھیں - بعد اُسکے اُسکا لڑکا **مدری بھون** دنیا کا محافظ یعنی حکمراں ہوا - اُس نے دشمنوں کے کثیر گروہ کو عاجز کر دیا اسوجہ سے وہ بہت مشہور ہوگیا جب یہ برادر خدا کے حکم سے (بقیہ نوٹ ملا بصفحہ آئندہ)

گانوں کی مالگذاری وقف تھی اور شہر کی آبادی اُس مقام پر ہوئی سنت
بھدہاؤں مشہور ہوا اور اب وید اسو تھ کا نام صفحۂ عالم سے اُڑ گیا پس نام
اصلی اسکا بھدہاؤں تھا اور لاک کلمہ صفت لاکھ دام یا روپیہ یا چوسنگا

بیکنٹھ کو چلا گیا تو مدن پال اس ملک کا حکمراں ہوا جسکی مشہور و معروف قوت کی وجہ سے
ہمیرپوں کا دیوتاؤں کے دربار سے کنارہ بہنے گنگا پر اسنے کا چرچا نہیں ہوا۔ **بعدہ** اُس کا
چھوٹا بھائی جس نے کہ لکھوکھا مفرور دشمنوں کو تباہ کر دیا اور فیاض و حلیم تھا حکمراں ہوا اُس
بادشاہ کا نام مشہور و معروف دیوپال تھا جسکے کہ کاموں کے تذکرہ کی وجہ سے ہم اس زمانہ
میں بھی دشمنوں پر فتح حاصل کرتے ہیں بعدہ اُسکا لڑکا بادشاہ ہوا وہ اپنے باپ کی گدّی پر
مشہور و معروف بھیم پال کے نام سے بیٹھا۔ اس نے بہادر دشمنوں کو کہ جو ناقابل فتح تھے
شکست دی اور جسکا کہ نفیس جسم مثل سونے کے نلے عجیب تھا جو کہ ایک بید الہٰی مادر ہفت ا
ہر جگہ اُس نے خیر و فلاح مخلوق میں پھیلا دی اور دیوتاؤں اور برہمنوں کا وہ مطیع تھا بعد اسکا
لڑکا حکمراں ہوا جو کہ تمام دنیا میں مشہور و معروف **سُور پال** کے نام سے مشہور ہے بمقابلہ
بادشاہوں میں ایسا رتبہ تھا جیسا کہ دیوتاؤں کے گروہ میں اندر کا یا جیسے کہ اندر کے ہاتھی
اروال کا جیدہ ہاتھیوں میں یا جیسے چاند ستاروں کے مجمع میں یا جیسے کہ شیر درندوں میں
اُسکا لڑکا امرت پال ہوا کہ خدا نے بہت بڑی قوت عطا کی تھی جس نے کہ اپنے ہاتھ کی تیز تلوار سے
اپنے دشمنوں کو ڈرایا وہ دیوتاؤں کا اور وشنی اور برہمنوں کا مطیع تھا اور ہر علم کا شوقین تھا
اور اُن سب کا اُستاد تھا جسکے کہ ہتھیار سخت سزا دیتے ہیں خدا ایسے کرے اُسکا چھوٹا بھائی شہزادہ
کاھن پال جو اُسکا جانشین ہوا ہاتھ سنگلیوں مدتوں تک یہاں قائم رہے (لقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

رائج الوقت ہوا اُسقدر آمد فی اُس کی ہوگی جو لاک کے نام سے مشہور ہوا بھداون
لاک جب نام اصلی قرار پایا تو بھداون کثرت استعمال سے ۔ بداون
ہوا ۔ چنانچہ جب اہل اسلام ہمراہ محمود غزنوی و شہاب الدین غوری

یہ وہ ہے کہ جسکی فیاضی کی کچھ انتہا نہیں ہے اُسکی کثرت سے پھینکنے کے ہتھیار یعنی (بان) جو مثنا بہ ہوتے ہیں
سورج کے چمکنے والی کرنوں کے مشہور و معروف دشمنوں کی خون کی دھاریں پیتے ہیں ۔

شجرہ جو اس شاعر نے پتھر پر لکھا ہو اُسکو بہ ترتیب ذیل لکھتے ہیں

چندر پال (۱)
دگر پال (۲)
بھون پال (۳)
گوپال (۴)

۵ تری بھون
۶ مدن پال
۷ دیو پال
۸ بھیم پال
۹ سور پال
۱۰ امرت پال
۱۱ لکھن پال
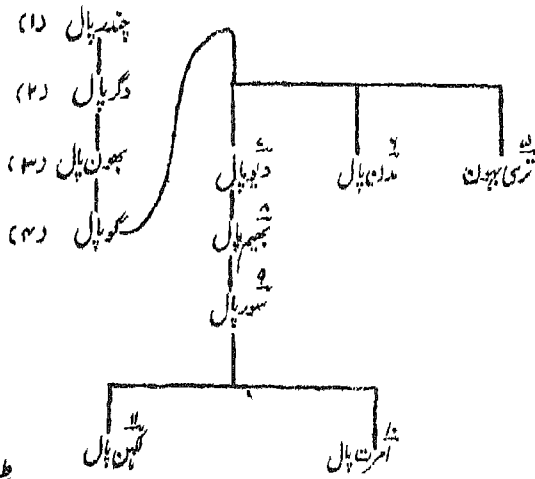
ان ناموں کے سوا اور یہ کہ بادشاہ **رشٹر اکوٹا** قوم سے تھی اور وہ **ویدا ٹھو** کی حکمران تھی
(جس سے کہ انکا تعلق راٹھوڑ قنوج کے حکمرانوں سے معلوم ہوتا ہے) ہیں اور کوئی ضروری تاریخی
حال اس کتبہ سے نہیں ملتا ۔

ان بادشاہوں کا ٹھیک ٹھیک حال مجھے نہ کسی کتبوں سے اور نہ تاریخوں سے جنکو کہ میں نے دیکھا ملا
فی الجملہ ان میں سے اکثر نام دیگر موقعوں پر آئے ہیں ۔ صرف ایک نام (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

ہند میں آئے اور اُنھوں نے اِن ملکوں کو فتح کیا تو بداؤں مشہور تھا آئینِ اکبری اور دیگر کتب جامع المآثر اور تزک جہانگیری و فیروز شاہی وغیرہ میں بداؤں مرقوم ہے بعد زمانۂ اکبر بادشاہ کے بدایوں بیائے تحتانی تلفظ و کتابت میں

جو لفظ پال پر ختم ہوا ہے (یہ لفظ پال بدایوں سے متعلق ہو) ماہی پال ہے یہ دہلی کا تومڑ راجہ تھا مسٹر کننگھم کے بیان کے موافق اس راجہ نے دہلی کا بڑا قلعہ تعمیر کرایا تھا جس پر اب شہر کا کچھ حصہ آباد ہے اس نے ایک مندر بھی بنوایا تھا جس موقعہ پر کہ اب مسلمانوں کی جامع مسجد ہے لیکن ماہی پال کا نام یہاں نہیں آیا ہے ہمیشہ ہنود کے تذکرہ سے جو سطر چار میں آیا ہے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے حملہ کی طرف اشارہ ہے اس تاریخی دیباچہ کے بعد اس کتبہ میں ذکر ہے کہ ایک شیو کا عابد تھا۔ اس عابد کا نام **ورشیو** تھا۔ اسکا وطن اناہلا تھا اس نے منتر کے زور سے ایک بت جو ہندوں نے کرشنا پتھ میں قایم کیا تھا بیست و نابود کر دیا اس نے اپنے رہد اور ایسی قوت کو جو انسانی قدرت سے باہر تھی شہر میں ثابت کر دیا پھر وہ پھرتے پھرتے ویدا مئو میں آیا یہاں پر دیو پال کے وزیر نے لہا لنے مٹھ یعنی شہر کی خانقاہ کا افسر کر دیا (سطر ۹ لغایت ۱۲) اسکا جانشین اس عہدہ پر بعد اُس کے ایک دوسرا مشہور شخص مسمی **مورتی گن** ہوا یہ مورتی گن بادشاہ سُور پال دیو کا دینی معاملات میں ناصح ہو گیا (سطر ۱۳ تا ۱۵) مورتی گن کے بعد بزمانہ امرت پال اُسکا شاگرد **ایشان شِب** اسکی جگہ ہوا بیان کیا گیا ہے کہ وہ گوڑ میں پیدا ہوا جو کہ ملک برگ گوترا کے متعلق تھا معہ پانچ پروسدوں کے یعنی (۱) مجھر گو (۲) چیاون (۳) اپنا دانا (۴) اوروا (۵) جمر اگنی۔ یہ وہ منی وشنوؤں کا بڑا لڑکا تھا اور دساتن سمبھا پل (جو ملک پہر یانہ میں واقع ہے)

ترجمہ نمبر ۱۶ اس ایشان شب نے دنیا کو ناپا ئیدار اور فانی سمجھکر (بقیہ نوٹ بصفحہ آئیندہ)

مشہور ہوا عہد اکبر تک بداؤں ہی بولا و لکھا جاتا تھا چنانچہ ملّا عبد القادر بدایونی نے عہد اکبر میں ایک قصیدہ لکھا ہے جسمیں نام اس شہر کا بداؤں درج کیا ہی مطلع یہ ہے

شنیں ای صبا از من بیر اہل بداؤں را اسلام ؂ برگ باشد یا گل یا خار گلشن را اسلام ؂

ایک مندر شیو کا بنایا جسمیں احتمال کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتبہ اول اسمیں نصب کیا گیا۔ اور بھداون لکا کی مالگزاری اس کے متعلق کر دیگئی سطر ۱۶ لغایت ۲۱ کتبہ کے اس حصہ کے اختتام پر ایک شعر ہے (سطر ۲۱) جس سے کہ ظاہر ہوتا ہے کہ مدھا وزیر کے بعد جسکا کہ اوپر ذکر کر چکے ہیں اُبھی دھرا ادر جگت پال وزارت پر مستقر ہوتے ہے جو کہ شیو کی پرستش مدھا کی طرح بہت خلوص سے کرتے تھے باقیانہ دیگر مقامات جنکا کہ ودیہ سوٹھ کے علاوہ کتبہ میں ذکر کیا گیا ہے اُس سے اناہل پٹک جو غربی ہندوستان میں اناہل واڑی کے نام سے مشہور ہی مراد ہے اور ہرایہ جو کہ اب حال میں ہرانہ کے نام سے مشہور ہی وہ امپیریل گزیٹیر کے موافق پنجاب کے ضلع حصار میں ایک قصبہ ہے سیمھاپلی و بھداون لکا وابادی گڈھ (سطر ۱۷) ان مقاموں کو میں نہیں بتا سکتا کہ کون ہیں۔

نوٹ متعلق صفحہ ۲۸

جو دہلی کیجانب شرق آباد ہوئے وہ لوگ کورو کہلاتے تھے اور پنچالہ گرد و نواح قنوج کے گنگا کی نشیب میں آباد تھی پنچالہ و کورو باہم بڑے رقیب تھے وادی گنگ پر سدھ عیسوی کے چودہ سو برس پیشتر لغایت ۱۰۰۰ قبل عیسوی پنچالہ کورو وکاسی وویدا وکسالہ آباد ہوئے (دیکھو تاریخ قدیم ہندوستان بزبان انگریزی مصنفہ مسٹر ڈت سی۔ ایس کمشنر بردوان مطبوعہ ۱۸۹۳ء) تاریخ ہند صفحہ ۲۰ جلد اول مولفہ شمس العلماء منشی ذکاء اللہ خاں میں لکھا ہی کہ پنچالہ اکثر پنجاب کو کہتے ہیں مگر منو کے دھرم شاستر میں قنوج کی ریاست کو لکھا ہی ٹاڈ کے راجستان میں ہے کہ مہابھارت کے مطابق پنچال کی ریاست کوہ ہمالیہ سے دریائے چنبل تک تھی شمالی پنچال پارو سکھنڈ کا دار الحکومت (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

ہم کہہ سکتے ہیں کہ بدایوں ماخوذ بھداون سے ہے الا ہمکو یہ تحقیق نہیں ہوسکتا کہ بھداون کی وجہ تسمیہ کیا تھی کہ جس سے ہمنے لفظ بدایوں کو اخذ کیا ہی۔

آبادی شہر

بدایوں ایک پورانا اور قدیمی شہر ہے لیکن ہنود کے زمانہ کی تاریخ کا بہت کم پتہ چلتا ہے۔ یہ امر بہت مشکل ہے کہ ابتدائے آبادی شہر بدایوں کی نسبت کوئی قطعی رائے پیش کیجائے اور اس امر میں اکثر مورخین نے اپنی معذوری ظاہر کی ہے کہ اس شہر کی بنیاد کب پڑی الا جہانتک ہمکو تاریخ اور قراین قویہ اور آثار قدیمہ سے معلوم ہوا یا ہماری رائے میں بعد محاکمہ جو امر اس بحث میں قرار پایا اُس کو معہ دلایل مرقوم کرتے ہیں۔

اہلی چھتر اتھا۔ اور جنوبی پنچال یا میان دوآب کا دار الحکومت کمپلیا تھا جسکو اب کمپل کہتے ہیں جو بدایوں اور فرخ آباد کے پاس قدیم دریا گنگا کے کنارہ بستا تہا صفحہ ۳۰ تاریخ شمس العلما مذکور میں لکہا ہے کہ بدہ والوں کے رقیب وہی راجہ تھے جنکا خاندان مہا بھارت اور رامائن کے زمانہ سے چلا آتا ہے ایک راج میتھلا یا بنارس کا تہا جسکے راجہ کی بیٹی سیتا جی سے راجہ رامچندر کی شادی ہوئی تہی۔ دوسرا راج گوڑ کا بنگال میں تہا۔ سوم راج قنوج کا اودہ میں تہا پہلے قنوج کا نام پنچالہ تہا۔ اسی جگہ کے راجہ تھے جو حال میں سیکڑوں برس تک برہمنوں کے حامی رہے اور کبہی انکا دامن نہ چہوڑا۔ برہمن جہاں جاتے تھے واجب القتل ٹھہرتے تھے مگر قنوج والے اُن کا دم بہرتے تھے۔

کہتے ہیں کہ جسکا حوالہ اوپر ہو چکا ہے اس شہر کو بھرت کا شہر لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا
ہے کہ راجہ بھرت کے زمانہ میں یہ شہر ضرور آباد تھا اور بھرت کھنڈ میں داخل تھا
(دیکھو سطر ۲ کتبہ مذکور کو) راجہ بھرت کورو پانڈو سے چھ پشت اوپر مورث اُنکا ہوا ہے
اور خاندان چندر بنسی کا جسکا سلسلہ پرورا سے شروع ہوتا ہے گیارھواں بادشاہ ہے
اور یہاں سے اُنیس ۱۹ نمبر پر ہے اُسکا دارالسلطنت ہستناپور تھا جو شہر دہلی سے شمال مغرب
پر بفاصلہ ساٹھ ۶۰ میل گنگا کے کنارہ پر واقع تھا پانڈو ۲۴ نمبر پر یہاں سے ہوا ہے۔ پس
ناظرین کو معلوم ہوگا کہ زمانہ کورو پانڈو سے تاریخی سلسلہ بخوبی کتاب مہابھارت
سے ملتا ہے مہابھارت کے زمانہ کو اب تک چار ہزار آٹھ سو پینسٹھ سال ہوئے بھرت کھنڈ
جو قدیمی کہلاتا تھا اُسکا نقشہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اس نقشہ کے دیکھنے سے
یہ بات معلوم ہوگی کہ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کے زمانہ سے پہلے بھرت کھنڈ کی تقسیم
پانچ حصّوں میں مشہور تھی اور شہر بدایوں کورس پنچالہ کھنڈ میں واقع ہے۔

نقشہ بھرت کھنڈ
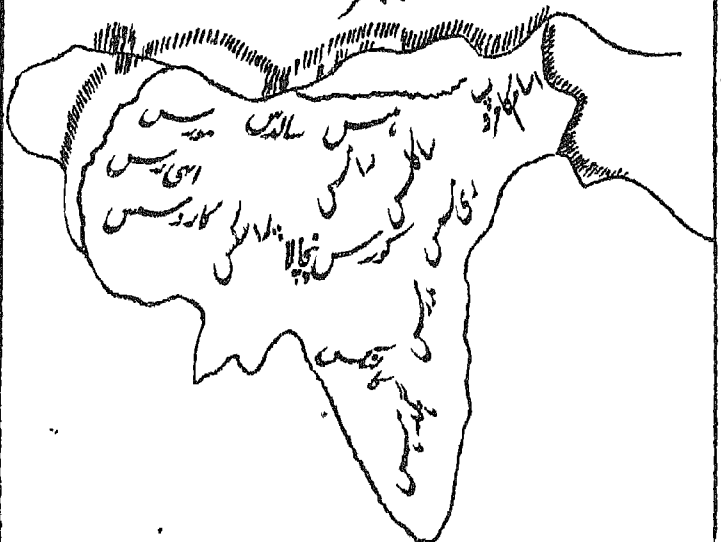
بدایوں میں بہت بڑا ایک قلعہ قدیم زمانہ کا تھا اور اُس قلعہ کی دیواروں کے
آثار قریب اسی فٹ چوڑائی میں تھے پانی کے قریب تک اسکی بنیاد کنکڑوں
سے جو بہت بڑے عریض و طویل تھے بھرے گئے تھے باہر کی جانب کنکڑ اور اندرونی
جانب خشت پختہ سلال نصب تھی اس کے تین دروازے اور ایک کھڑکی
مشہور تھی۔

۱ دروازہ جنوبی سوتھہ دروازہ تھا جہاں اب چوکی پولیس ایک دمدمہ پر ملقب بہ
چوکی سوتھہ موجود ہے اور اسکے مقابل ایک جانب برج اسوقت تک بنا ہوا ہے
کہ جہاں فتح اللہ چشتی اور شیخ چاؤ وغیرہ اولیائے کرام مدفون ہیں۔

۲ دوسرا دروازہ جانب شرق جو منڈئی دروازہ کے نام سے مشہور ہے اور
اسکے سامنے حضرت برہان قتال شہید کا مزار ہے۔ دروازہ کے باہر بازار حلوائیان
کا ہے اور چوک قاضی کو راستہ ہے۔

۳ تیسرا دروازہ جانب شمال بھرتول کے نام سے موسوم تھا کہ جہاں ابتک علامت
قلعہ کی موجود ہے ایک دمدمہ پر جو دروازہ کا غربی حصہ تھا اُسپر چوکی پولیس
بیران جی امام شہید کی زیارت کے قریب واقع ہے۔ جانب غرب کھڑکی
قلعہ کے اس مقام پر تھی کہ جہاں اب موری سڑک چوک کے متصل زیارت
علی شہید صاحب کے محلہ فرشوری میں قریب مکانات کاتب الحروف کی
واقع ہے۔ یہ امر کہ یہ قلعہ کس لئے بنایا تھا تحقیق ہونا بہت مشکل ہے
کیونکہ کسی تاریخ سے زمانہ تعمیر قلعہ یا معمر قلعہ کا نام معلوم نہیں ۱۱
جو کتبہ اُسکی [illegible] قلعہ کے دروازہ پر لگے ہوئے [illegible] قلعہ کے

جاتے رہے اور کسی نے اُن کی حفاظت نہیں کی غالباً کسی دیگر عمارت شہر میں
لگا دیے گئے ہونگے - مولوی محمد کریم صاحب ڈپٹی کلکٹر نے اپنی تاریخ بدایوں میں
سنہ ۹۰۵ء میں اس شہر کا آباد ہونا اور قلعہ کا تعمیر ہونا لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے
کہ راجہ بُدھ نے تعمیر کرایا ہے - الا وہ کسی سند سے اس روایت کو نہیں لکھتے
ہیں - ہمارے نزدیک سنہ ۹۰۵ء سے بہت پیشتر کا یہ قلعہ تعمیر شدہ معلوم ہوتا ہے
اور غالباً عہد بودھ کے زمانہ میں یہ قلعہ تعمیر ہوا - ان ملکوں میں شروع
سنہ ۵۰۰ء سے بدھ مذہب رائج ہو گیا تھا اور شیو کی پرستش بہت کم ہو گئی تھی
پس اس تحقیق سے اس کی تعمیر سنہ ۵۰۰ء یا اُس کے کسی مابعد سنہ سے معلوم ہوتی ہے
کیونکہ راجہ بدھ کا نام ضرور اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ کوئی شخص بُدھ مذہب
کا پیرو تھا جس نے تعمیر کیا اور سنہ ۹۰۰ء میں جبکہ شنکر اچارج اپنا عروج کر چکا تھا
تو اسوقت بدھ مذہب نام سے اس اطراف میں لوگ تعمیر نہیں کر سکتے تھے اور سنہ ۸۰۰ء
سے سنہ ۹۰۰ء تک بُدھ کا کامل زوال کا زمانہ ہے - اسکی اینٹوں کی ساخت جو طول
و عرض میں زیادہ ہیں اُس زمانہ کی تعمیرات سے بہت پیشتر کی معلوم ہوتی ہیں
بلکہ قلعہ اہاں چھتر کی اینٹیں اور یہاں کی اینٹیں عرض و طول میں قریب قریب
یکساں ہیں اور اہاں چھتر یعنی رام نگر نزد آنولہ ہرشا وردھن کے زمانہ
میں بہت آباد اور مشہور مقام تھا اور اسمیں ایک قلعہ تھا ہرشا مطابق قول
چینی سیاح بُدھ مذہب کا بہت حامی تھا - ہماری اس رائے کی تائید اس سے
بھی ہوتی ہے کہ شیو کے مندر کی تعمیر کے بعد کسی بُدھ مذہب نے اس قلعہ کو تعمیر کیا
کیونکہ کتبہ جو قلعہ کی بنیاد سے آثار شیو کے مندر کا برآمد ہوا ہے اُسکی تحریر سے

ثابت ہوتا ہے کہ اُس مندر کا ملبہ اس قلعہ میں لگایا گیا۔ پس یہ کام سوائے بدھ والوں یا مسلمانوں کے دوسرے کا نہ تھا۔ اور مسلمانوں نے کبھی تعمیر قلعہ نہیں کی اور نہ اُن کے عہد کا یہ قلعہ ہے اس لیئے ہم یقینی کہہ سکتے ہیں کہ بدھ والوں نے اس قلعہ کو تعمیر کیا۔ اسوقت جو آثار قلعہ کے موجود ہیں اُن کی پیمائش سے قلعہ کی صورت حسب ذیل پائی جاتی ہے۔ اور فی الحال جو سڑکیں نکالی گئی ہیں وہ اندر نقشہ کے لکہدی ہیں۔

شمال

پل موری

مغرب

نقار خانہ

پل موری

مشرق

جنوب

پیمانہ بحساب فی انچ ۳ جریب ۸۶ فٹ
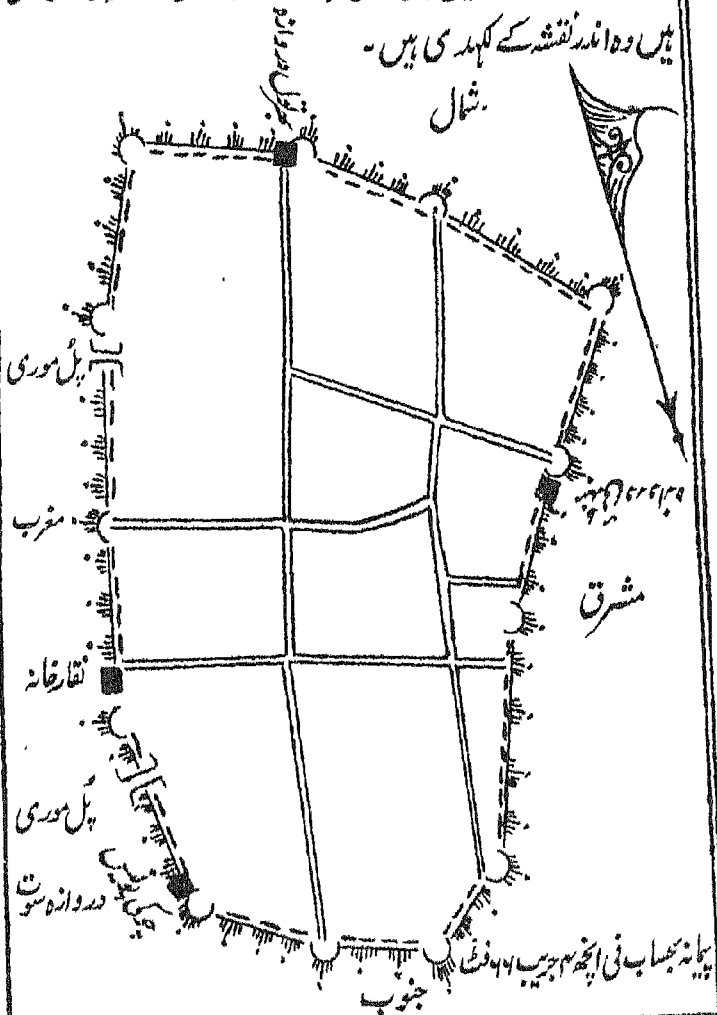
اب ہم شہر کی مشہور عمارت اور کتبہ جات قدیمہ کا حال لکھتے ہیں۔

بیان جامع مسجد

ایک مسجد جامع سلطان التمش کے زمانہ کی تعمیر شدہ موجود ہے اسکا طول بیرونی ۲۷۶
فیٹ اور عرض بیرونی ۲۱۶ فیٹ ہے اور اندرونی صحن ۱۸۰ فیٹ طولاً اور ۹۴
فیٹ عرضاً ہے اور دیوار کے نیچے کا حصہ ۱۲ فیٹ اونچائی تک کنکر کی چٹانوں سے
اور پتھروں سے بنا ہوا ہے اوپر کی تعمیر نہایت کلاں خشت پختہ سے کیگئی ہے
اس مسجد کے اندر تین درجے جانب غرب ہیں اور جانب شرق دروازہ محرابدار
نہایت شان و شوکت کا سابق میں تھا اور جنوب و شمال اور دروازہ کے
ہر دو جانب عمارت بھی جو مسقف کسی زمانہ میں تھی وہ منہدم ہوگئی تھی عہد اکبر
میں ایک بہت بڑا گنبد درمیانی تعمیر ہوا لیکن ہمیں دیسا ر باقی عمارت بجنسہ منہدم
پڑی تھیں الا جانب جنوب دو گنبد دروازہ جنوبی کے شرق جانب بنے ہوئے
تھے۔ اور ایک پختہ حوض درمیان صحن کے اور ایک چاہ پختہ متصل دروازہ شمالی
قدیمی تعمیر شدہ موجود ہے جسکی مرمت وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی ہے کہتے ہیں کہ
اس مقام پر کوئی مندر تھا اُس جگہ پر ابتدائے مسجد تعمیر ہوئی۔ الا ہمارے خیال
میں یہ امر نہیں آتا کہ عمارت مندر پر مسجد بنائی گئی ہو کیونکہ مسجد قبلہ رو بنیادوں
سے تعمیر کی گئی ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی مندر کا کچھ ملبہ یعنی اینٹ پتھر وغیرہ
تعمیر مسجد میں لگایا گیا ہو تو تعجب نہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ مندر کو مسجد کر لیا اور
اُسی بنیاد پر مسجد قائم ہوئی بالکل خلاف قیاس ہے البتہ وقتاً فوقتاً اس مسجد
کی مرمت شکست و ریخت وغیرہ ہوتی رہی۔

سب سے اول بنیاد تعمیر مسجد کی خبر دینے والا کتبہ[۱] دروازہ شرقی جامع مسجد کا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عہد سلطنت سلطان شمس الدین التمش میں تکمیل تعمیر دروازہ شرقی کی ہے یعنی ۶۲۰ھ ہجری میں۔

دروازۂ شمالی جامع مسجد کے کتبہ[۲] سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن تغلق شاہ کے عہد میں بھی ترمیم اس مسجد کی ہوئی اُسکے دروازہ شمالی پر ایک کتبہ سنگین مرقوم ہے جو ۷۲۶ھ ہجری کا ہے ایک بہت بڑی عمارت درمیانی گنبد کی جسکا قطر

---

[۱] من دخله کان امنا - بسم اللہ الرحمن الرحیم و للہ علی الناس حج البیت من

جو آیا اس جگہ امن سے ہوا - اور اللہ کا فرض ہے لوگوں پر حج کرنا خانۂ خدا کا

استطاع الیہ سبیلا - ادخلوها بسلوم - بامر السلطان المعظم السلطان

جسکو پہونچنے کی مقدرت ہو - آؤ اس جگہ سلامت ہو کے - حسب الحکم بادشاہ بزرگ سلطان اعظم

الاعظم مالک رقاب الامم شمس الدنیا والدین اعلی الاسلام والمسلمین

جو مالک تمام مخلوق کی گردنوں کا ہے جسکا نام شمس دنیا اور دین ہے جس نے بلند کیا اسلام کو اور اسلام والوں کو

اعلی الملوک والسلاطین ابو المظفر الشمس السلطان ناصر امیر المومنین

اور جو سب بادشاہوں سے زیادہ عادل ہے کنیت جسکی ابو المظفر الشمس بادشاہ مددگار سردار مومنین ہے

خلد اللہ ملکه سنه ۶۲۰ عشرین وستمائة

ہمیشہ رکھے ملک اسکا سنہ ۶۲۰ھ

[۲] هم بہذه العمارة الحضرة المعلی ظل اللہ الرحمن ابو المجاهد المحمد بن تغلقشاه
ذوالی بہ عمارت حضرت بزرگ سایہ خدا وند رحمن المجاہد محمد بن تغلقشاہ بادشاہ نے

السلطان خلد اللہ ملکه وسلطانه فی سنه ۷۲۶ ستة وعشرین وسبعمائة
ہمیشہ رکھے اللہ ملک اسکا اور دبدبہ اسکا سنہ ۷۲۶ھ میں

معمار ه حسین بن حسین کوتوال خطه بدا وُن
معمار اسکا حسین بن حسین کوتوال خطہ بداؤں تھا -

۳۴ فیٹ ہے بڑی بڑی دیواروں پر جنکے آثار ۱۷ فیٹ چوڑے ہیں واقع ہے
اور ایک محراب اندرونی اُس کی چوڑائی ۱۸ فیٹ ہے - اور ایسی ہی دو محرابیں
اُس گنبد کی جانب شمال وجنوب ۱۷ فیٹ چوڑائی کی موجود ہیں - باہر کی محراب
۳۲ فیٹ چوڑی ہے اور اُس کے سامنے صحن مسجد اور حوض بنا ہوا ہے اور یہ
عمارت قطب الدین شیخ خوبو کوکہ نے بعہد اکبر بادشاہ غازی سنہ ۱۰۱۳ ہجری میں
بنوائی چنانچہ پاکھ شمالی جامع مسجد بدایوں پر یہ کتبہ مرقوم ہے[۱] جو نوٹ میں
بجنسہ لکھا جاتا ہے پاکھ جنوبی اندرونی جامع مسجد میں جو کتبہ[۲] بخط فارسی ہے
اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۰۶۳ ہجری میں بھی مرمت و تعمیر مسجد ھذا کی
ہوئی تھی -

بعد انال غدر سنہ ۱۸۵۷ء سے پیشتر یعنی سنہ ۵۵ و ۵۶ء میں مولوی رضی اللہ صاحب مرحوم
پدر مولوی طفیل احمد صاحب نے اندرون و بیرون گنبد کلاں کی استرکاری چندہ
سے باہتمام خود کرائی - حافظ نیاز احمد صاحب متولی مرحوم خوشنویس نے آیات قرآنی اور
سورہ جمعہ حاشیہ پر کندہ و محاریب پر مرقوم کی ہیں جو اسوقت تک موجود ہیں -

---

[۱] در عہد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی در سنہ ۱۰۱۳ یکہزار و سیزدہ ہجری بنا کرد این مسجد قطب الدین چشتی نبیرہ شیخ خوبو کوکہ ابوالمظفر سلطان سلیم شاہ غازی ابن جلال الدین اکبر باہتمام نواب شیخ ابراہیم ولد خان مذکور کوکہ مشیر عمارت عبدالملک قاسمی -

[۲] بنائے خان قطب الدین مرحوم ÷ شدہ محکم بحکم خان کشور ÷ بعہد شیخ فضل اللہ چشتی ÷ چو شد اتمام با صد زینت و فر ÷
پئے تاریخ او گفتم خرد را ÷ زبان گو خالصاً اللہ اکبر

لیکن بین وبیپار کی عمارتوں میں جنکی چھتیں زمین بوس ہوگئی تھیں انمیں صدہا درخت
جنگلی شریفہ وغیرہ جم آئے تھے اور صدہا سانپ و بچھو رہتے تھے اور نماز صرف
گنبد کلاں میں ہوتی تھی۔ صرف ایک دروازہ شرقی کلاں درست تھا بقیہ دروازہ
ہر ادو بین وبیپار کی عمارت خراب پڑی تھی [illegible]ء میں مسٹر لمپ صاحب
بہادر مجسٹریٹ و کلکٹر ضلع کو اتنی بڑی عمارت قدیم اور یادگار شاہان سلف دیکھکر
افسوس ہوا انھوں نے ہم لوگوں یعنی اہل اسلام سے اس کی درستی کے واسطے
کہا اسوقت ایک رقم کثیر چندہ کی مسلمانان شہر نے اعند ہمت و توفیق کے فراہم
کرکے مسجد کی مرمت شروع کردی۔ چونکہ راقم الحروف زیادہ تر شاہجہاں پور
[illegible] وکالت رہتا تھا اور دیگر عمایہ شہر کو بھی اپنے اپنے امورات سے
[illegible] تھی یہ کام ہمارے شفیق مولوی طفیل احمد صاحب وکیل منصفی بدایوں
[illegible] مولوی رضی اللہ صاحب مرحوم نے اپنے ذمہ لیا واقعی جو مولوی طفیل احمد
صاحب نے اس مسجد کی تعمیر میں اور فراہمی چندہ میں اور اپنے پاس سے
بھی وقتاً فوقتاً مدد فرمائی اس کی شکرگذاری ہم تمام لوگوں پر ضروری ہے
عند اللہ اجر پاویں گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اتنی بڑی عمارت عالیشان کو جو بادشاہ
وقت تعمیر کرسکتا تھا۔ وہ تعمیر قریب اختتام کو پہونچی اور جملہ مرمت سے مکمل
ہوگئی کسیقدر اندرونی فرش مرمت کو باقی رہا ہے اور دروازہ شرقی از سر نو
بصرف زر کثیر سنگین تعمیر کیا گیا اور جو کتبہ سابق دروازہ پر تھا بدستور لگا دیا گیا
اور دروازہ شرقی کی بین وبیار دکانیں تعمیر کرائی گئیں جنکی آمدنی مسجد میں
صرف ہوتی ہے اور پچاس روپیہ سالانہ خرچ مسجد کے واسطے مسماۃ جگن عرف

جگر وزوجہ چودھری عبدالعلی صاحب مرحوم نے اپنی موقوفہ جائداد سے دوام
کے واسطے مقرر کر دیتے ہیں جو متولی وقف چودھری نبی بخش صاحب سالانہ
عنایت کرتے ہیں چراغ بتی اور حوض کی بھرائی وغیرہ میں صرف ہوتا ہے
اور جو آمدنی دکانات اور سالانہ مقررہ سے بچتی ہے اور چندہ جو قدر ہو جاتا ہے
وہ سب تعمیر مسجد میں لگایا جاتا ہے۔ اس مقام پر مجھکو یہ لکھنا بھی ضروری ہے
کہ ہز آنر نواب لفٹننٹ گورنر سر اکلنڈ کالون صاحب بہادر
دام اقبالہ ۱۸۹۴ء میں بدایوں تشریف لائے اور جامع مسجد کی جو تعمیر
جدید ہوئی تھی ملاحظہ فرمائی اسوقت نواب صاحب موصوف نے جلسہ عام
میں یہ ارشاد فرمایا کہ مسلمانان بدایوں نے ایسا کام کیا ہے کہ جو صفحہ روزگار
پہ یادگار رہیگا کیونکہ اتنی بڑی عمارت شاہی کو جو قدیمی ہے اپنی مدد سے
بلا استعانت شاہی از سر نو تعمیر کر دیا ہندوستان کے مسلمانوں میں
یہ ایک نظیر ایسی ہے کہ جس سے اور لوگ سبق حاصل کر سکتے ہیں اور خود
جناب موصوف نے چندہ عنایت فرمایا۔ راقم الحروف سے جب
پرائیوٹ ملاقات ہوئی تو جناب موصوف نے قریب قریب یہی الفاظ
مکرر فرمائے اب ہمکو امید ہے کہ یہ تعمیر جو ہمارے عہد کی ہے مدت ہائے
دراز تک قایم رہے اور ہماری نسلوں میں ہماری یادگار باقی رہے۔ اور
آیندہ کو بھی جو ہمارے بعد آنے والے ہیں وہ انشاء اللہ تعالے اس
خانہ خدا کو قایم رکھنے میں کوشش کریں گے۔ آمین۔ آمین۔ آمین۔

بیان عیدگاہ شمسی

ایک عیدگاہ شمسی جانب غرب شہر سے ایک میل فاصلہ پر اپنے عہد گورنری میں سلطان التمش نے ۵۹۹ھ ہجری لغایت ۶۰۶ھ ہجری مطابق ۱۲۰۲ء لغایت ۱۲۰۹ء میں بہت بڑی بنوائی ۳۰۰ فیٹ طول میں دیوار عیدگاہ شمسی کی ہے اور ایک ممبر بہت عمدہ اور بلند خطبہ کے واسطے بنا ہوا ہے۔ اُس ممبر کے جانب جنوب محراب دیوار میں آیات قرآنی مرقوم ہیں۔ اور دیوار کے بالائی حصّہ پر کھدی ہوئی اینٹوں میں کچھ عبارت لکھی ہے جسکے حروف بوجہ استرکاری کے سٹ گئے ہیں اور پڑھنے میں نہیں آتے۔ اور حاشیہ دیوار پر رنگلگوں خشت نہایت چمکدار جابجا لگی ہوئی ہیں جو بعض موجود ہیں اور اکثر جاتی رہیں اور بڑے بڑے ستون سنگین چبوترہ کے قریب اُفتادہ ہیں۔ نہیں معلوم کہ یہ ستون کس جگہ نصب تھے۔ اب اُس دیوار کے عقب میں زیارت حضرت بدر الدین شاہ ولایت قدس سرہ العزیز اور ایک دروازہ اُس دیوار میں ممبر کی جانب شمال بزمانہ سابق نکالا گیا اُس حصّہ چبوترہ پر جو جانب جنوب ہے نماز ہوتی ہے جانب شمال کے چبوترہ پر درخت وغیرہ خودرو جم آئے ہیں اور خدام زیارت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ نے جدید چند مقابر کرادی ہیں اور وہ حصّہ شمالی دیوار کا شکستہ ہوتا جاتا ہے اس حصّہ دیوار شمالی کی طرف ایک حوض شمسی تھا جو بالکل کھد گیا اُس کی اینٹیں لوگ لے گئے اب وہاں صرف ایک تلیّا ہے جو موسم برسات میں پانی سے بھر جاتی ہے اسکے سوا اور کچھ نشان حوض شمسی کا نہیں ہے۔

بیان مدارس مغربیہ

عقب جامع مسجد شمسی کے مدرسہ معزیہ جو قطب الدین ایبک یا شمس الدین التمش
نے بہت بڑا التعمیر کیا تھا اور بنام سلطان معزالدین اپنے آقا کے موسوم کیا
تھا جسکا تذکرہ تاریخ فرشتہ اور دیگر تواریخ میں موجود ہے اس مدرسہ سے
بہت اشخاص عالم و فاضل ہوئے اسوقت اس مدرسہ کے صحن میں تاج الدین
یلدوز کی قبر عقب جامع مسجد ہے جو مشہور بہ قبر سلطان بلخی ہے اور کوئی نشان
اس مدرسہ کا سوائے بنیاد ہائے زمین دوز کے باقی نہیں ہے الا ایک چھوٹی
سی مسجد کی بنیاد نمایاں تھی - اسپر اب خطیب خواجہ احمد و مقبول احمد صاحبان
نے ایک مسجد تعمیر کرادی ہے آراضی اس مدرسہ کی مولف تاریخ ہذا نے ہمیشہ
اُفتادہ عقب جامع مسجد دیکھی اور اسمیں چند قبریں علاوہ شاہ بلخی تاج الدین
یلدوز کے موجود تھیں کوئی عمارت بجز نشانات اساسہائے کہنہ باقی نہ تھے
اور غالباً کسیقدر آراضی اُس کی جانب غرب و شمال اک زمانہ دراز سے
اشخاص مختلف کے قبضہ میں رہی الا جو قطعہ افتادہ تھا اسپر صاحبان خواجہ احمد
و مقبول احمد نے وقتاً فوقتاً اپنی لکڑی وغیرہ بوجہ قربت مکانی ڈال لیا کرتے تھے
اور شاید یہ بھی وجہ ہو کہ کسی زمانہ میں خطابت جامع مسجد اُن کے خاندان میں
ہو کیونکہ وہ خطیب مشہور ہیں اور انکا متولیانہ قبضہ ہو مگر ہمارے زمانہ تک کبھی
کوئی تعمیر کسی قسم کی یا کوئی آبادی اُس قطعہ اُفتادہ پر نہیں ہوئی - ۱۸۸۷ء میں
جبکہ مسٹر لیپ صاحب بہادر مجسٹریٹ کی توجہ اس طرف مائل ہوئی کہ جو آراضی
متعلقہ جامع مسجد ہے اور اسپر لوگوں نے اپنے مکانات بنا لیئے یا قبضہ کر لیا
ہے وہ اُن سے واپس لیجاوے - چنانچہ شمالی دروازہ جامع مسجد کی جانب

غرب وشرق دیوار سے ملاکر لوگوں نے مکانات خام تعمیر کرکے قبضہ کرلیا تھا
اور چاہ جامع مسجد میں پُل چلانے کے واسطے بھی پانی نہ تھا جس سے حوض بھرا
جاوے اُن آراضیات کو اُن قابضان سے خالی کرایا اُسوقت عقب جامع مسجد
مدرسہ مغربیہ کی آراضی پر بھی اکثر اشخاص مہتممان جامع مسجد نے قبضہ آراضی وقف
پر کرنا چاہا اور اُس کی آمدنی کو جامع مسجد میں لگانے کی جرات کی اُسوقت
خواجہ احمد و مقبول احمد صاحبان نے ایک نالش دیوانی میں بعدالت بنادلہ مسٹر
لمب صاحب بہادر کے چند اشخاص پر جو ممبر اور رکن تعمیر جامع مسجد کے تھے
دائر کردی راقم الحروف بھی بزمرہ مدعا علیہم داخل تھا بابو پرآگداس صاحب
منصف شرقی بدایوں کے اجلاس میں یہ مقدمہ پیش ہوا منصف صاحب
نے موقعہ ملاحظہ کرکے فریقین کے بیانات قلمبند کرنا چاہے اُسوقت خان بہادر
مولوی حامد بخش صاحب نے جو بزمرہ مدعا علیہم تھے راقم الحروف سے کہا
کہ بہتر ہے جو ہم مدعا علیہم اور مدعیان کسی اہل محلہ کے بیان پر انحصار کردیں چنانچہ
فریقین نے ایک صاحب پر منجملہ اہل محلہ کے حصر کردیا اُن بزرگوار نے یہ
فیصلہ کیا کہ اسقدر آراضی دیوار پس پشت جامع مسجد سے عرض میں اور طول
تا بہ جامع مسجد متعلق مسجد کردیجاوے باقی آراضی مدرسہ مغربیہ اور قبر شاہ تاج الدین
بلہ وڑا اور دیگر مقابر و مسجد بقبضہ مدعیان رکھی جاوے اُس روز سے اس آراضی
افتادہ پر مدعیان نے اپنا قبضہ بذریعہ تال لکڑی کے کرلیا ہے اور مسجد
کی جو آراضی مدرسہ مغربیہ میں واقع ہے اُس کی تعمیر کرادی اب اور
کچھ نشان مدرسہ مغربیہ کا باقی نہیں رہا

زیارت خواجہ بدر الدین شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ

عقب عیدگاہ شمسی کے یہ زیارت معہ مسجد و حریم پختہ نہایت عمدہ بنی ہوئی ہے
اس کی عمارت سابقہ نہیں معلوم کس وضع کی تھی کتبہ جو اس زیارت میں منقوش
ہیں اُنسے معلوم ہوتا ہے کہ چند مرتبہ اسمیں کچھ تعمیر ہوتی رہی حریم جو اب بنی
ہوئی ہے یہ مشہور ہے کہ کسی طوائف نے وقت پوری ہونے منت کے بنوائی
ہے لیکن ہمکو اُس کی تعمیر کا زمانہ معلوم نہیں نہ کوئی کتبہ اس تعمیر کے متعلق
ہے کتبہ جات جو بالفعل موجود ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

کتبہ اندرون گنبد دروازہ شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ

عمارت کنند[1] ہ عہد السلطان الزمان ناصر الدنیا والدین
محمد شاہ فیروز شاہ السلطان خلد اللہ ملکہ بانی بنائے روضہ
مشائخ البلد بدر الملۃ والدین طاب ثراہ راجی الحضرت له
حضرت نص اللہ کو نوال خطہ بدایون جازاہ اللہ البانی فی
ذی الحجہ سنہ اثنی وتسعین وسبع ماتہ۔ ۷۹۲

کتبہ بالکہ حریم جنوبی

فی زمان السلطان العادل جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی

یہاں اکبر ہیں معلوم ہوتا ہی کہ عمارت شمسی اور حدیقہ یعنی باغ کسی مقام پر تھا اور راستہ پر یہ کتبہ سنہ ۹۹۱ھ میں لگایا گیا
عجب ہی کہ عیدگاہ و حوض شمسی کے قریب کوئی باغ ہو اور اسپر بعہد اکبر سنہ ۹۹۱ھ میں یہ کتبہ لگایا گیا اور بعد منہدم ہونے
کے حریم حضرت شاہ ولایت میں لگایا گیا۔
ایسا معلوم ہوتا ہی کہ کوئی شخص اکبرآباد کا رہنے والا آستان حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ پر آکر تین ماہ چلہ کش
رہا ہی اور اپنی روانگی کے وقت اس کتبہ کو طرحی خشت پر کندہ کر گیا ہے۔

[1] سلطان ناصر الدین محمد شاہ پسر خورد سلطان فیروز شاہ تغلق سنہ ۷۹۲ ہجری میں تخت نشین ہوا تھا اُس کے عہد میں یہ تعمیر ہوئی۔

بانی عمارۃ الشمسی والحدیقۃ مرزا محمد ابن شاہ ولی حسین خان

۱۰۱۹ سنہ ہجری

کتبہ اندرون حریم شاہ ولایت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جانب شرق

ایک کتبہ پڑھنے میں بوجہ مٹ جانے کے نہیں آتا ہے تاریخ بھی اُسمیں نہیں ہے جو حرف پڑھے گئے وہ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

کتبہ

بنام خدا کہ ہست قایم بالذات ابد دارندہ بندہ و مور و مار - ہر کس نماند بدین جہان این سجادہ آستان شیخ جنان بدرالدین کہ صاحب ولایت اکبر - ابا در سہ ماہی قیام نکرد گرد اینجا باز برد۔

کتبہ زیارت جلال کاشی

متصل دروازہ حضرت بدرالدین شاہ ولایت جانب شمال حضرت جلال کاشی قدس سرہٗ کا حظیرہ ہے جسمیں چند قبریں ہیں ایک کتبہ اسکے جانب غرب ہے جسپر آیت الکرسی منقوش ہے اور یہ لفظ تاریخ شہادت سلطان باقی گشت کہ پڑھنے میں آتے ہیں باقی کچھ پڑھا نہیں جاتا دوسرا کتبہ بیرون حریم جو منقوش ہے وہ یہ ہے۔
این بنای حریم شیخ جلال شد مرتب ز شیخ فیض اللہ سال تاریخ او ز پیر خرد یافتم پرجلال است این درگاہ۔

اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ فیض اللہ چشتی کے زمانہ میں ۹۸۱ھ میں تعمیر ہوئی ہے شیخ فیض اللہ چشتی فاروقی بدایوں میں عہد جہانگیر و اکبر میں کوئی معزز شخص تھے کتبہ جامع مسجد سے بھی واضح ہے کہ شیخ موصوف نے اُس کی ترمیم

تعمیر کی ہے

کتبہ زیارت میراں ملہم شہید رحمۃ اللہ علیہ

متصل دروازہ بھرتول حظیرہ حضرت ملہم شہید رحمۃ اللہ کا ہے ایک مسجد اور حریم زیارت جسمیں چند قبور پائی جاتی ہیں بہت پرانا مزار ہے محلہ بیدوں ٹولہ میں یہ زیارت واقع ہے اسمیں دو کتبہ دیوار میں ایک اندرون حریم جانب شمال دوسرا دروازہ کے جانب شرق ہے۔ کتبہ اول بخوبی پڑھنے میں آتا ہے وہ یہ ہے۔

اتممت عمارۃ جدید فی عہد سلطان الاعظم ابوالمجاھد

تمام ہوئی عمارت نئے زمانہ میں بادشاہ اعظم ابو المجاہد

فی سبیل اللہ محمد بن تغلق شاہ السلطان ناصر امیر المومنین

فی سبیل اللہ محمد بیٹا تغلق شاہ کا جو بادشاہ مددگار سردار مسلمانوں کا ہے

خلد اللہ ملکہ وسلطانہ واعلے امرہ وشانہ المعمار محمد

ہمیشہ رکھے اللہ ملک اُسکا اور دبدبہ اور بالا رہے حکم اُسکا اور شان اُس کی معمار محمد

سلطانی یوم احدی الثامن من ربیع الاخر سنہ ۷۲۸

بادشاہی تھا۔ روز یکشنبہ ہشتم ماہ ربیع الثانی ۷۲۸ سنہ ہجری تھے۔

ثمان وعشرین وسبع مائۃ۔

یہ کتبہ عہد سلطان محمد عادل شاہ بن تغلق کا ہے جو الغ خاں کے نام سے مشہور تھا اور بعد وفات غیاث الدین تغلق کے ۷۲۵ھ میں تخت دہلی پر بیٹھا اور یہ بعہد غیاث الدین بدایوں بھی آیا تھا جب یہ تخت نشین ہوا

تو اسوقت اس نے سنہ ۲۹۸ھ میں کوئی عمارت جدید تعمیر کرائی ہے جسکا یہ کتبہ ہے ممکن ہے کہ مسجد و حظیرہ کی تعمیر کا نام عمارت جدید کیا ہے الّا یہ عمارت نہایت مختصر ہے۔ لہذا ہمارے خیال میں یہ کتبہ کسی دوسری جگہ کا لگا دیا گیا ہی کیونکہ وہ دیوار جسمیں یہ لگا ہے وہ حال کی تعمیر ہے اور قدیمی تعمیر نہیں ہے۔

اور دوسرا کتبہ جو دروازہ کے پاس ہے وہ ایک بہت بڑے پتھر پر ہے اور اُسکا ایک حصہ ٹوٹ گیا ہے مشکل سے پڑہنے میں ناقص عبارت آتی ہے جسکو ہم بجنسہ لکھتے ہیں۔

بنی هذه الدرب المنیع الحصین الحصین فی سلطنة عهد السلطان المعظم الرب مالک رقاب الامم

بنوائے یہ گھر خداوند مضبوط قلعہ والے نے زمانہ بادشاہت سلطان بزرگ مالک لوگونکی گردنونکا

نفاذ ما ملک الله او الایمان وارث ملک سلیمان صاحب التاج والحکم فی الملک

حسب فرمان امام ملت اور ایمان کا وارث ملک سلیمان کا مالک تاج وحکمت کا عالم ہیں۔

یہ پتھر ہمنے ایک مسجد اور تکیہ میں جو محلہ سید باڑہ میں متصل مکان قاضی غلام موسیٰ صاحب مرحوم کے رکھا ہوا دیکھا تھا چونکہ وہ مسجد و تکیہ ویران تھا سنا ہی سید عباس علی ساکن محلہ سید واڑہ نے کسی مقام قلعہ سے اُٹھا کر اُس جگہ رکھدیا تھا پھر تخمیناً ۱۵ سال ہوئے کہ مسلمانوں نے وہاں سے اُٹھا کر اس پتھر کو تاکہ شرقی دروازہ میران ملحم شہید میں لگا دیا اس کتبہ کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ کے اندر کسی محلہ کے دروازہ پر لگایا گیا تھا افسوس ہے کہ تمام و کمال کتبہ بوجہ شکستگی پتھر تاریخ یا نام بادشاہ کا ظاہر نہ کر سکا۔ جو عبارت اور نیز خط اس کتبہ کا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتبہ ابتداء عہد اہل اسلام کا ہے۔ جو القاب اس میں

مرقوم ہے یعنی امام الملۃ والایمان وارث ملک سلیمان یہ القاب عہد ایبک و التمش
میں مستعمل ہے چنانچہ بیہقی وغیرہ میں مرقوم ہے۔

مسجد سونہ

یہ مسجد محلہ سونہ میں ہے جہاں سادات کے مکانات ہیں اور ایک چاہ پختہ بنا ہے۔
اس مسجد میں ایک کتبہ لگا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد بھی ایک عمارت
سعید قدیم شروع آمد اہل اسلام کی ہے اور مشہور ہے کہ حضرت نظام الدین محبوب
الٰہی قدس اللہ سرہٗ نے اس مسجد میں بیٹھکر زمانہ طالب علمی میں مطالعہ فرمایا ہے
چنانچہ ایک طاقچہ بطور چراغ دان کے محراب درمیان میں جانب جنوب بنیاد
سے دس گرہ بلندی پر اسوقت بنا ہوا ہے جسکو کہتے ہیں کہ چراغ روشن کرکے
مطالعہ فرمایا کرتے تھے اور اب بھی اُس کی برکت مشہور ہے کہ طلبہ کند ذہن وہاں
مطالعہ کرے تو ذہن کشادہ ہوتا ہے کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اول بانی مسجد
حسام الدین تھے بعدہٗ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے تعمیر کرایا اُسکی
بعد مرتبہ سوم ۱۱۲۰ ہجری میں محمد منیر نے تعمیر کیا۔ کتبہ یہ ہے۔

بود از قدیم بانیٔ مسجد حسام دیں ✤ چوں کہنہ گشت ریختہ افتاد بر زمیں
زاں پس نظام دین بناکرد از جدید ✤ تا مدتے مدید فرو ماند ہم چنیں
بعد از وفات او چو محمد منیر ساخت ✤ بیت العتیق نو ز اسلام شد سبیں
تاریخ سال او ز خرد خواستم بگفت ✤ آرند صوفیان سر سجدہ بر زمیں

۱۱۲۰ ھ

مسجد خان واقع محلہ سوتہ

یہ مسجد خان کے نام سے مشہور ہے لیکن مورثان متولیان کی بنوائی ہوئی ہے یہ بھی ایک قدیم معابد مساجد سے شمار کیجاتی ہے اسمیں چند بزرگوں کی قبریں ہیں زمانہ حال میں حافظ علی اسد اللہ صاحب مرحوم کا بھی مزار یہاں تعمیر ہوا ہے اور دالان مسقف کے اندرون قبر ہے وہاں پر ایک کتبہ کسی اور مقام کا حافظ علی احمد صاحب محمود اللہ شاہ سلمہ خلف حافظ صاحب مرحوم نے بوقت تعمیر دالان دیوار میں لگا دیا ہے اُس کتبہ کا اول حصہ شکستہ ہے جسقدر عبارت پڑھنے میں آتی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد سید مبارک شاہ بادشاہ دہلی میں ملک الشرق فیروز اس کے دربار کا معزز شخص تھا مقام بدایوں میں کسی عمارت پر یہ کتبہ لگایا ہوگا افسوس ہے کہ حصہ اولین اُسکا جاتا رہا اُس عمارت کا نشان معلوم نہیں ہوتا۔

کتبہ یہ ہے۔

خداوند بادشاہ مبارک خلد اللہ ملکہ بسعی ملک الشرق
کتبہ بالتاریخ الثانی من المحرم سنہ خمس و ثلاثین و ثمانمائہ
۸۳۵ھ

مقبرہ مخدومہ جہاں مادر سلطان علاء الدین

یہ ایک عمارت قدیم ایک گنبد کی ہے میراں سرائے کی آبادی سے جانب جنوب شیخوپور کے راستہ پر واقع ہے۔ اس مقبرہ کے اندر مخدومہ جہاں مادر سید علاء الدین بادشاہ کی قبر اور نیز سید علاء الدین بادشاہ کا مزار ہے

اُسکے گرد اگرد بہت بڑا حظیرہ پختہ معلوم ہوتا ہے اب ویران شکستہ ہے گنبد پر
مسکن کرگس و زغن ہے اندرون گنبد قبروں کے پاس مویشی وغیرہ باندھی
جاتی ہیں افسوس ہے کہ یہ یادگار چندروز میں مسمار ہو جائیگی حال میں سرکار برٹش
نے مرمت کی طرف توجہ کی ہے یقین ہے کہ شاید اب حالت درست ہو جاوے
ہمکو اس گنبد کو دیکھکر مصداق اشعار ذیل یاد آیا۔

چشم حیرت بیں چہ در قصر شاہان بنگری ✣ کو چساں از حادثات دہر گردوں شد خراب
عنکبوت از تار پوشش پردہ داری میکند ✣ چغد نوبت میزند بر گنبد افراسیاب

یہاں ایک کتبہ لگا ہوا باقی ہے اور کتبہ جات سب اُکھاڑ دیئے گئے

کتبہ

بنائے این عمارت سیدۂ مخدومہ جہاں مرحومہ مغفورہ مادر حضرت سلطان
علاء الدنیا والدین بادشاہ سلطان در عہد سلطنت سلطان مذکور مورخہ
التاسع عشرین رجب المرجب سنہ ستین وثمانمائۃ
۸۶۶ ہجری

کتبہ سرائے بیراں

یہ ایک کتبہ سنگ قریب باب درمہ طول میں اور نیم درمہ عرض میں ہے
اور اسکا پڑھنا نہایت مشکل ہے یہ رسم خط عجیب ہے کہ جسکو نہ نستعلیق
کہہ سکتے ہیں نہ نسخ نہ طغرا بظاہر نشان خط عربی ہے۔ اور عبارت فارسی عربی
مخلوط ہے سابق میں ڈپٹی محمد کریم صاحب ڈپٹی بندوبست نے ۱۸۶۷ء میں
اس پتھر کے کتبہ کو پڑھنے پڑھانے کی کوشش فرمائی اور بہت سے عربی اہل

مخصوص و اگر کسے و اگر بحو در میں داخل باشد قال اللہ تعالیٰ فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ ان اللہ سمیع علیم

متولی موضع مذکور ملک سلامت سلطان۔

خلاصہ ترجمہ اس تحریر کا یہ ہے کہ مہر علی زوجہ سلطان علاء الدین نے موضع تبیل للوبالا پچھولر کو جو سالہا سال سے ویران ہوکر مسکن درند و پرند کا ہوگیا تھا اور کوئی وارث اُسکا نہ رہا تھا جو بمنزلہ ملک کے ہوتا لہذا میں نے اس وقف کو دوبارہ چمن کرکے مطابق حکم حدیث جو کوئی زمین بنجر کو چمن کردے تو اُس کی ملکیت ہے یہ زمین میرے تمہارے درمیان متفا برکات ہی مالک موضع مذکور نے اپنے اور بادشاہ کے خطبہ پڑھنے اسکے نام پہ وقف کیا اور حکم حاکم ہوگیا۔ جو کوئی ایک شرط بھی شرطوں واقف سے بدل دے تو وہ خدا کے نزدیک گنہگار اور ماخوذ ہوگا اور وہ خود بھی مرنے والا ہے جیسا کہ فرمایا حق سبحانہ تعالیٰ نے۔ پس جو شخص بدل دے اُس شرط کو بعد سُن لینے کے بس بیشک گناہ اُسکا اُسی طرح ہے جیسا کہ بدلنے والوں پہ ہوتا ہے بیشک اللہ سنتا اور جانتا ہے اور متولی اس وقف کا ملک سلامت سلطان ہے۔

ہمکو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اُسوقت جو موضع تبیل للوبالا پڑھنے میں آتا ہے وہ کس جگہ پہ واقع ہے بدایوں کی حکومت سید علاء الدین بادشاہ نے اپنے قبضہ خاص میں شمال میں خیر آباد تک اور ضلع شاہجہانپور ملک اودھ کی سرحد تک اور جنوب میں دریائے گنگ اور شمال میں پیلی بھیت اور مغرب میں سرکار سنبھل تک رکھتے تھے۔ بس موضع تبیل ایک موضع پرگنہ شاہجہانپور

متصل جلال آباد واقع ہے اور موضع للومالا تحصیل داتا گنج ضلع بدایوں میں گنگا کے قریب ہی۔ کیا عجب ہے کہ انہیں مواضعات کی طرف اشارہ ہو اور ٹپہ بمعنی پرگنہ ہے لیکن ہمکو یہ نہیں تحقیق ہوا کہ اُس وقت چھوڑ کونسا پرگنہ تھا۔

گنبد راپٹہ

شہر بدایوں کے گرد آبادی سے قریب نصف میل کم و بیش فاصلہ پر پُرانے گنبد نہایت بلند محکم تعمیر شدہ موجود ہیں مشہور ہے کہ یہ چوکیاں شہر کی حفاظت کو واسطے رہنے سپاہ کے جبکہ قلعہ درست تھا بنائی گئی تھیں۔ بعض گنبد ایسے ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مدفن کسی اہل دول کے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ گنبد چوکیات نہیں بلکہ گنبد مقابر ہیں چنانچہ جانب غرب شہر کے ایک گنبد کلاں جسکو گنبد راپٹہ کہتے ہیں اُسکے دروازہ جنوبی پر صرف اسقدر پڑھا گیا ہے (در عہد دولت خان احمد زماں دولت ہمایوں اعظم خود بنا ساخت) اس گنبد میں تین دروازے ہیں اور جانب غرب کوئی دروازہ نہیں ہے اب مسکن وحوش وطیور اور گرد و پیش ہزارہا قبور ہیں لیکن چند سال سے خشت پزوں نے آراضی جانب غرب واسطے اینٹوں کے کھود کر مقابر کو نیست و نابود کر دیا ہے اور شاید گنبد بھی کسیوقت منہدم کر دیا جاوے۔ اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بزمانہ شاہان لودی احمد خاں سردار جو ایک مدت تک بزمانہ بہلول و سکندر وغیرہ رہا ہے اُسکا یا اُسکے کسی عزیز کا مقبرہ ہے اعظم ہمایوں پسر بایزید نبیرۂ بہلول لودی کا تھا کیا عجب ہے کہ اُسکے عہد میں یہ گنبد تعمیر ہوا ہو۔ ڈاکٹر فیورر نے

اُسکو غلطی سے مقبرہ دولت خاں لکھدیا ہے کیونکہ عبارت ہیں درعہد دولت خان احمدؒ لکھا ہے اُسکو مورخ نے دولت خاں سمجھ لیا۔

گنبد مقبرہ عماد الملک

یہ گنبد اگرچہ بہ نسبت گنبد راپڑ کے کسیقدر بلندی میں کم ہے اِلّا ساخت اس کی نہایت عمدہ و محکم ہے اور یہ حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ کے بن میں متصل قبرستان موروثی راقم الحروف کے واقع ہے اور گنبد راپڑ سے جانب جنوب تخمیناً پانچسو قدم کے ہے۔

اس گنبد کی محراب جنوبی بیرونی پر ایک کتبہ مرقوم ہے اور وہ کتبہ دو قسم کے پتھر پر منقوش ہے نصف سنگ سرخ اور نصف سنگ سفید ہے۔ اس کی عبارت ذیل میں درج کرتے ہیں اور بعضے حروف مٹ گئے ہیں مگر اصل مطلب پڑھا جاتا ہے اگرچہ سنہ کتبہ میں دو مقام پر ایک ہی پتھر سفید پر لکھے ہیں اور اُن دونوں میں پانچ سال کا فرق ہے چنانچہ ذیل میں مندرج ہے۔

سنگ سُرخ

بنا این گنبد مقبرہ متبرک ملک اعظم ہمایون خان
احمد خان الملک عماد الدین بتودسہ باقی الثانی
من ذی الحجہ

سنگ سفید

عماد الملک در عہد دولت المہد اعلی

دام عمالف باب ملک عماد ا
سبع سبعین وثمانیہ بود
سنہ اثنی وثمانین مانہ وسماسہ

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتبہ عماد الملک کے مقبرہ کا ہے اور یہ مقبرہ اُسکا ہے عماد الملک زمانہ لودیوں میں سپہ سالار تھا اور بہت سے کار نمایاں اُس سے ظہور میں آئے ہیں اور احمد خاں اُسکا بھائی سردار لشکر تھا احمد خاں کی قبر گنبد راپٹر میں ہے جسکو ہم لکھ آئے ہیں۔ اور عماد الملک کا مقبرہ بھی ہے جسکا مذکور ہوا۔ جو سنہ دوسرے پتھر میں مرقوم ہیں اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان علاء الدین کے عہد حکومت میں اسکی تعمیر و تکمیل ہوئی اعظم ہمایوں ہمشیرہ بہلول لودی کا زمانہ حکومت ۸۷۵ہجری بدایوں میں نہ تھا۔

شاید با جازت سلطان علاء الدین یہ کتبہ لگایا گیا ہو یا کسی دوسرے زمانہ میں نصف پتھر جو دوسرے رنگ کا ہے خواہ اول خواہ دوم کندہ کرکے چسپاں کر دیا گیا۔ یا ڈاکٹر فیورر صاحب نے اپنی کتاب میں جو حال میں تالیف کی ہے غلطی سے بوجہ اطلاع بعض اشخاص کے اس مقبرہ کو سلطان علاء الدین عالم شاہ اور اُسکی بی بی کا ظاہر کرکے لکھا ہے اور ان دونوں کتبوں کا بھی ذکر کیا ہے اور یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ اس مقبرہ کے متعلق کچھ جائداد وقف تھی جو کتبہ سنگین میں جسکو ہم مخدومہ جہاں کے مقبرہ میں لکھ چکے ہیں درج ہے اور حوالہ جنرل ایشیاٹکس سوسائٹی صفحہ ۱۱۰ - ۱۱۱ کا دربارہ وقف دیتے ہیں یہ غلطی مورخ کی ہے درحقیقت مقبرہ مخدومہ جہاں والدہ علاء الدین کا جو

مقبرہ شہر کی دکھن جانب ہے اور جسکو خود ڈاکٹر ہینور رنے لکھا ہے اور وہ متصل
سرائے میراں ہے جو پتھر جا بدا د موقوفہ کا تھا اُس مقبرہ پر نصب تھا جسکا حال
مفصل لکھ چکے ہیں ڈاکٹر صاحب کو اسوجہ سے یہ خیال ہوا کہ جب مقبرہ عماد الملک کو
انھوں نے مقبرہ علاءالدین تصور فرمایا تو اس کتبہ کو جو سرائے میراں کے مقبرہ
میں نصب تھا اور وہ وہاں سے گر کر علیحدہ رکھا ہوا تھا مقبرہ عماد الملک والے
کے متعلق کر دیا حالانکہ اُس کتبہ کا عرض وطول یعنی ۵ فیٹ لمبائی اور ۲ ۱/۲ فیٹ
عرض اتنی جگہ پر کوئی کتبہ جو عمارت اب موجود ہے نصب ہونا پایا نہیں جاتا بلکہ
اسقدر عرض وطول کی جگہ مخدوسہ جہاں کے مقبرہ میں خالی پیش طاق دروازہ
شمالی پر موجود تھی جہاں یہ پتھر نصب تھا اور جبکہ ہم عبارت کتبہ عماد الملک کو بخوبی
غور سے پڑھتے ہیں اور اُسکا نام اور احمد خاں اُسکے بھائی کا نام عہد بہلول لودی
میں پاتے ہیں تو کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ یہ مقبرہ عماد الملک کا ہو بلکہ سلطان
علاءالدین کی بعد وفات کے جائے آسایش ہو۔

روضہ چمپنی

یہ روضہ نہایت عمدہ وضع کا تعمیر ہوا ہے اس کی عمارت بہ نسبت دیگر عمارات کے
بہت خوش قطع ہے اور نہایت بلند گنبد ہے مشہور ہے کہ یہ روضہ کسی مساۃ بی بی چمپنی
کا جو شیوخ فاروقی سے تھیں تعمیر کردہ ہے اور اُن کی قبر اسمیں ہے الا ہمکو کوئی
کتبہ جس سے سنہ یا بانی روضہ یا صاحب قبر کا نام معلوم ہو نہیں ملا۔ ہماری تحقیقات
میں یہ معلوم ہوا ہے کہ ملک چمپن جو حاکم بدایوں نبیرہ سید مبارک شاہ تھا جو زمانہ

عمید سید جلال الدین وہاں رہا تھا جسکا ذکر ہم حاکمان شہر بدایوں میں آئندہ لکھیں گے
اُسی کی قبر اس گنبد میں ہے اس کے متصل ایک چاہ پختہ یعنی باولی جانب شمال
چند سال سے برآمد ہوئی ہے جسمیں سیڑھیاں پختہ بنی ہیں اور ایک پختہ چاہ کلاں
جانب جنوب اس گنبد کے ہے باقی قبرستان قدیمی ہے جسمیں حضرت اعظم شہید کا
مزار ہے یہ عمارت بقبضہ شیخ زادگان فاروقی کے ہے اور متصل اُسکے ایک باغ بھی
ہے جدید چوکی پولیس سوتہ سے روضہ تک کا نشست ہوگئی ہے اور مشہور ہے کہ قلعہ کے
نیچے متصل روضہ محلہ شیخ پورہ زمانہ قدیم میں آباد تھا۔ اس حساب سے معلوم ہوتا
ہے کہ یہ عمارت قریب سنہ ۸۳۰ھ ہجری یعنی سنہ ۹۰۰ھ ہجری کے قبل تعمیر ہوئی ہے۔

روضہ جھجّار خاں

سرائے مُلّاں متصل موضع قبول پورہ بیرون قلعہ جانب گوشہ غرب و جنوب روضہ
جھجّار خاں کا بنا ہوا ہے یہ گنبد اب ایسی حالت خراب میں ہے کہ اگر اس کی
چندے مرمت نہ ہوئی تو زمین بوس ہو جائیگا جھجّار خاں کا نام شیخ شمس الدین عرف شیخ بدھن تھا جو
بن شیخ سعد اللہ قریشی صدیقی اولاد حضرت عبد الرحمن صدیق اکبر رضی اللہ عنہما
سے تھے انکی قبر اس روضہ کے دروازہ شرقی کے سامنے ہے اس گنبد پر ایک کتبہ دروازہ
شرقی پر نصب ہے جسکی عبارت ذیل ہے۔

کتبہ

گنبد از آن جھجّار خان عرف شیخ بدھن بن شیخ سعد اللہ
قریشی در عہد سلطنت سلیم شاہ در سنہ خمسین وتسعمائہ
۹۵۰ھ

انہدام یافت۔

گنبد شاہ یمنی

یہ مقبرہ شاہ یمنی کے نام سے مشہور ہے گنبد کلاں دریائے سوت کے کنارے
بر جانب جنوب شہر متصل سڑک پختہ جو درگاہ حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ
علیہ کو جاتی ہے اُس سے جانب غرب پُل کے قریب ایک اونچے ٹیلہ پر بہت
بڑا بنا ہوا ہے شاہ یمنی کے حالات ہمنے کتاب تذکرۃ الواصلین میں مرقوم
کیئے ہیں۔ غالباً زمانہ حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ میں یمن سے بدایوں
تشریف لائے تھے اور مشہور ہے کہ شاہزادگان یمن سے تھے انکی بینائی
جاتی رہی تھی ببرکت فیض حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ بینائی
عود کر آئی اور پھر تارک الدنیا ہوکر آخر دم تک رہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ زیارت احمد خنداںؒ

حضرت احمد خنداں جو منجملہ ہفت احمد اولیائے بدایوں کے ہیں اُنکا مزار ایک
چھوٹی مسجد واقع محلہ سوتہ متصل زیارت شیخ چاؤ زیر دیوار مکان حکیم اقتدار الدین
ولد حکیم ریاست اللہ ایک تنگ کوچہ میں واقع ہے اُسکے دروازہ پر جو شمال رویہ
ہے ایک چھوٹا سا پتھر کندہ شکستہ لگا ہوا ہے جسکی عبارت صاف پڑھنے میں
نہیں آتی ہے اِلّا سنہ بخوبی پڑھا جاتا ہے جسکو ہم بجنسہ نقل کرتے ہیں۔ کتبہ یہ ہے
ما داسگین بانی ابن خیر اسمال سماند رحمت اللہ علیہ کتب فی الغرہ من
رمضان ثلث وثمانین وستمائۃ۔ ۶۸۳ھ

اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خانقاہ کسی درویش نے کسی مقام پر تیار کی تھی اُسکا پتھر بعد کو اس مسجد میں لگا دیا ہے اور زمانہ سنہ ۶۸۳ھ ہجری عہد سلطنت سلطان غیاث الدین بلبن کا تھا۔ ڈاکٹر فیوہرر نے سنہ ۶۳۳ھ ہجری زمانہ رکن الدین مسجد احمد خنداں کے کتبہ کو ظاہر کیا ہے حالانکہ سنہ ۶۸۳ھ صاف پڑھنے میں آتا ہے جو غیاث الدین بلبن کا زمانہ ہوتا ہے۔ اور لفظ اتگین اس پتھر میں پڑھنے میں آتا ہے اُس سے ہمکو اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ ملک اختیار الدین اتگین ترک خطائے عہد رضیہ بیگم دختر التمش میں حاکم بدایوں رہا ہے کیا عجب ہے کہ کوئی عمارت اُس نے تعمیر کی ہو اور بعد اُس کی وفات کے یہ پتھر اُس کی یادگار میں لگایا ہو۔

کتبہ شیخ زیارت

شہر سے جانب غرب و جنوب تخمیناً ۱۸ سال ہوئے کہ کھیتوں کے کھودنے میں ایک قبر نمود ہوئی اور وہ ایک زمانہ سابق کی معلوم ہوتی ہے اور اُسپر تعویذ سنگ خارا کا ہے جسپر یہ عبارت کندہ ہے۔

سلہ پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ اللہ کے شیطان مردود سے۔ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان رحم کرنیوالا ہی۔ نہیں کوئی معبود مگر وہ خدا جو زندہ اور قایم ہی اسکو نہیں پکڑتی اونگہ اور نہ نیند اسی کو ہی جو کچھ آسمانوں اور زمین پر ہی۔ کون ایسا شخص ہی جو اسکے سامنے شفاعت کرے مگر جسکو حکم دیوے۔ وہ جانتا ہی جو کچھ انکے سامنے اور پیچھے ہی اور وہ لوگ نہیں گھیر سکتے کسی چیز کو خدا کے علم میں ہی مگر جسکو خدا اسکو سکھانا چاہی ہی۔ چوڑائی تخت کی کرسی آسمانوں اور زمین کو اور نہ تھکایا انکی حفاظت نے اسکو اور وہ بڑا اور عظمت والا بھی ہی۔ اے اللہ درود بھیج اوپر محمد اور آل محمد کے اور بخش اس صاحب قبر کو اپنی طرف سے طفیل میں نبی کے اور بخشدے اس شخص کو جسکی یہ اولاد ہے اور تو دونوں سے خبردار ہے اے اللہ در گذر کر ان دونوں کے گناہوں سے جنکو تو جانتا ہے طفیل میں خاتم پیغمبران و مرسلان کے اور انکی اولاد کے اپنی رحمت سے اے بہت رحم کرنے والے۔ اے یارو میں بھی ایسا ہی بیٹھا تھا جس طرح تم بیٹھے ہو اور دیکھتا تھا جس طرح تم دیکھتے ہو پس نصیحت پکڑو اپنے بھائیوں کے حال پر پہلے اس سے کہ پہونچو اس جگہ جہاں میں پہونچا ہوں۔ انتہی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مزار کسی عالم صوفی کا ہے جس نے عبرۃً للناظرین یہ عبارت اپنی زندگی میں لکھوا کر رکھی تھی جو بعد وفات نصب کی گئی۔ ڈاکٹر فیورر نے اس نئی زیارت کے سنہ ہجری لکھ دیئے ہیں مگر کہیں سنہ کا پتہ اس کتبہ میں نہیں ہے شاید کسی شخص نے زبانی کہدیا ہوگا جیسا اکثر دیگر مقام پر بھی معلوم ہوتا ہے فی زمانہ لوگوں نے ایک مسجد فنائی قبر کے پچھم طرف بنا دی ہے اور اکثر لوگ زیارت کو جایا کرتے ہیں۔

گنبد فتح خاں

شہر سے جانب شرق متصل محلہ براہم پور و سنار پور و نئی سرائے کے یہ گنبد واقع ہے ۴۰ فیٹ باہر کی طرف سے مربع اور اندر سے ۱۹ فیٹ ۸ - انچھ مربع اسمیں نیلے رنگ کے حاشیہ گنبد پر نقشی اینٹیں نصب تھیں چنانچہ اب بھی کچھ باقی ہیں ایک پر لفظ اللہ مرقوم ہے پورب کے دروازہ پر ایک کتبہ نصب تھا جو اب نہیں ہے لیکن ڈاکٹر فیورر نے اپنی تاریخ میں اُسکے سنہ ۸۲۶ ہجری درج کیے ہیں۔ اگر یہی سنہ کتبہ میں تھے تو یہ گنبد سلطان علاء الدین خضر خانی کے عہد میں تعمیر ہوا ہے شاید اسکے زمانہ میں فتح خاں شہزادہ یا رئیس ہوگا اب اس گنبد میں ایک کسگر کے گھر رہتے ہیں۔ اسی مقبرہ کے قریب ایک اور مقبرہ ہے جو ۳۴ فیٹ باہر سے اور اندر سے ۲۷ فیٹ ۶ - انچھ مربع ہے اور اسپر کلمہ کندہ ہے بڑا پتھر کتبہ کا اب باقی نہیں رہا۔

ایک اور گنبد جانب جنوب و غرب منشی چیت سنگ کے باغ میں واقع ہے

اسمیں اسوقت جذام خانہ ہے نہیں معلوم کب تعمیر ہوا کوئی کتبہ نہیں ہے۔

روضہ اخلاص خاں

روضہ اخلاص خاں شہر سے جانب شرق متصل ابراہیم پور ایک نہایت عمدہ اور خوش قطع عالیشان وسیع مکان ہے اس نمونہ کی عمارت بدایوں میں اور کسی مقبرہ کی نہیں ہے۔ یہ مقبرہ عہد سلطنت مغلیہ زمانہ جہانگیر بادشاہ میں تعمیر ہوا ہے۔ اب اس مقبرہ میں گوبر کے اپلے پاتھے جاتے ہیں اور گاے بیل باندھے اور چرائے جاتے ہیں حالانکہ قبر کا تعویذ اسوقت تک درست ہے۔ شیخ احمد حسین فاروقی کے قبضہ میں یہ عمارت ہے۔ ہمکو امید ہے کہ گورنمنٹ سے اس کی مرمت کے واسطے ایک رقم حسب درخواست صاحب کلکٹر بہادر ضلع کے کسیوقت ملیگی اور یہ عمارت از سر نو حالت اصلی پر آجائے گی۔ زمانہ غدر ۱۸۵۷ء میں کچھ دنوں کے واسطے جیلخانہ اس جگہ ہو گیا تھا اور قیدی رہتے تھے اور بعد اسکے ایک عرصہ تک اسسٹنٹ کلکٹر ایبون وقتاً فوقتاً اسمیں مقیم رہے۔

زیارت مولانا سید احمدؒ

کنارہ ساٹھ تالاب پر حافظ رحمت خاں مرحوم نواب روہیلکھنڈ نے تعمیر کرائی ہے۔ مسجد نہایت خوش قطع اور حریم زیارت وغیرہ یادگار نواب صاحب مرحوم کی ہے باقی حالات حضرت خواجہ صاحب ممدوح ہمنے کتاب

تذکرۃ الواصلین میں مفصل درج کیے ہیں۔

روضہ شیخ فرید فاروقی

شہر سے جانب جنوب دریائے سوتھ کے جنوبی کنارہ پر محلہ شیخوپورہ میں ایک قدیم عمارت مقبرہ شیخ فرید فاروقی کی ہے الا یہ بھی خراب حالت میں ہے حالانکہ ان کی اولاد شیخ صاحبان شیخوپورہ ہر طرح ذی مراتب اور صاحب مقدور ہیں مگر افسوس ہے کہ اپنے مورث اعلیٰ کی اس عمارت کو ترمیم نہیں فرماتے۔ مگر امید ہے کہ کسی وقت توجہ کریں گے۔

قلعہ شیخوپورہ

عہد جہانگیر میں اولاد قطب الدین خاں نے ایک چھوٹا سا قلعہ بنایا تھا جسکی چہار دیواری پختہ اور دروازہ کلاں وغیرہ تعمیر تھے اب صرف دروازہ کلاں موجود ہے شیخ فرید مرحوم نے یہ عمارت تعمیر کرائی تھی۔

مقبرہ شاہ عالم خاں

یہ قبر واقع صحن مسجد شاہ عالم خاں پدر حافظ الملک نواب رحمت خاں مرحوم کی ہے اسکے آس پاس حریم پختہ کسی وقت میں بنی تھی چنانچہ کاتب الحروف نے بھی پختہ بنیادیں دیواروں کی دیکھی ہیں اب وہ بنیادیں معدوم ہوگئی ہیں مسجد و حریم سبھی باقی ہے اولاد حافظ رحمت خاں کی جو بریلی میں ہیں اپنی اولاد کی رسم عقیقہ

اس جگہ آکر کرتے ہیں یہ مسجد حافظ مرحوم نے تعمیر کرائی ہے۔

قاضی حوض

یہ ایک تالاب جانب غرب قدیم قبرستان شیوخ صدیقی اولاد قاضی حمید الدین گنوری پر واقع ہے۔ پہلے زمانہ میں یہ تالاب خام تھا مولوی تفضل حسینؒ مرحوم خلف مولوی علی خلیل اللہ صدیقی نے قبل غدر اس تالاب کو پختہ تعمیر کرایا نہایت وسیع سیڑھیاں ہر چہار طرف بنائی گئیں اور ایک مسجد پختہ مولوی صاحب موصوف نے بنوائی تھی اب اس تالاب کی بوجہ نے مرمتی کے یہ حالت ہے کہ اکثر سیڑھیوں کی اینٹیں لوگ لے گئے ہمارے شفیق مولوی طفیل احمد صاحب نے اس سال میں ہمت کی ہے اور اس کی تعمیر کی طرف توجہ مبذول فرمائی ہے۔ خدا انجام کو پہونچائے یہ تالاب اب مولوی مقبول رضا نواسہ مفتی فضل امام صاحب جو چھوٹے بھائی مولوی تفضل حسینؒ کے تھے قبضہ میں ہے۔ مقبرہ قاضی عبد الوہاب صاحب صدیقی بدایونی قاضی حوض سے جانب غرب اس قبرستان میں چھوٹا سا واقع ہے۔

زیارت شاہ جھنڈہ

شہر سے جانب شمال مزار حضرت شاہ جھنڈہ خلیفہ و مرید حضرت بدیع الدین شاہ مدار کا اس سڑک پر جو بریلی کو جاتی ہے متصل تالاب چند و کھر قدیمی تعمیر شدہ ہے اور اسمیں عمارت پختہ گنبد کی ہے جو ہم شکستہ ہو گئی ہے سنہ ۱۲۹۶ھ میں یہ مزار

غالباً طیار ہوا ہے۔

زیارت اعظم شہید فاروقی

اس مزار پر ایک تعویذ سنگ سرخ کا رکھا ہوا ہے اور اُسکے چہار طرف کتبہ مفصلہ ذیل کندہ ہے۔

هذا المرقد المنور الشیخ الاعظم بن شیخ حسین بن الشیخ ابراهیم بن شیخ محمد منان بن شیخ سعید الدین بن سلطان خواجہ زین العابدین بن خواجہ مراد بن محمود بن خواجہ بدرالدین بن خواجہ فرید الدین قدس سرہ العزیز

اور اس کے بعد یہ آیت قرآن شریف کی لکھی ہے۔

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربهم یرزقون ؕ سنه احد و ستین و تسع مائۃ

یہ مزار روضہ چمپی خاں کے قریب شمال و غرب کی جانب واقع ہے اور وہ قبرستان بہت خراب حالت میں ہے۔ صاحب مزار کا حال ہم کتاب تذکرۃ الواصلین میں درج کر چکے ہیں۔

زیارت حضرت سلطان العارفین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہ زیارت بہت قدیمی زمانہ کی ہے سلطان العارفین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حال مفصل ہم کتاب تذکرۃ الواصلین میں درج کر چکے ہیں اس عمارت کی وقتاً فوقتاً

تعمیر ہوتی رہتی ہے ایک عمدہ مسجد اندر حریم زیارت کے گنبد کی بنی ہوئی ہے
دروازہ پر بھی گنبد ہے اور اندرون حریم کے جانب شمال مزار کے ایک حجرہ واسطے
اعتکاف وچلہ نشینی کے ڈاٹ دار گنبد بنا ہوا ہے ایک پتھر سابق میں حریم کی
دیوار میں لگا تھا جو ناصر الدین محمود کے زمانہ کا تھا اور وہ کتبہ خط عربی میں تھا اب
وہ پتھر نہیں ہے بہت سے کتبے بدایوں سے آثار قدیمہ میں اٹھ گئے شاید
اُنمیں وہ بھی چلا گیا۔ مسجد مذکورہ جانب غرب وزیر علی خاں ڈپٹی کلکٹر نے قبل غدر
ترمیم کرائی ہے اور اسپر یہ کندہ ہے۔

درموقف مقدس سلطان عارفیں ٭ ازصدق دل وزیر علی خان با صفا
مسجد بنا نمودہ بستا ریخ آں وزیر ٭ ملہم زغیب شد کہ بگو خانۂ خدا

کتبہ مسجد زیارت حضرت جنگی شہید رحمۃ اللہ علیہ[۱۲]

الحمید ابو النصر بن محمود بن عمر کھستانی طال اللہ

یہ کتبہ مسجد زیارت حضرت جنگی شہید میں ایک پتھر پر لکھا ہوا رکھا ہے اور وہ
شکستہ ہو کر ایک حصّہ بالکل جاتا رہا ہے جو حصّہ موجود ہے اُسمیں سے اسیقدر پڑھا
جاتا ہے جسکو ہمنے لکھدیا شان خط سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتبہ بہت پرانا
شاید زمانہ محمود کا یا اُس کے قریب یا بعید زمانہ کا ہو۔ یہ نہیں معلوم کہ یہ پتھر کس
عمارت یا کس مقبرہ کا ہے۔

کتبہ دروازہ مکان حکیم محمد ممتاز الدین صاحب مرحوم واقع محلہ فراشوری ٹولہ

ایک پتھر سنگ خارا سفید پر قلعہ منہدمہ کے جانب غرب متصل زیارت حضرت علی شہید

کی اُس آراضی کوٹ سے برآمد ہوا کہ جو بالفعل بملکیت مؤلف کتاب ہذا کی ہے جب بنیاد قلعہ کھود دی گئی تو اُسکے متصل ایک پتھر تخمیناً ڈیڑہ گز طول میں اور عرض میں قریب چار گرہ ہوگا ملبے سے برآمد ہوا اور اُسپر یہ آیت شریف درج ہے۔

واذ یرفع القواعد من البیت واسمعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیمo

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتبہ کسی حریم مسجد کا ہے اور وہ مسجد قلعہ کے متصل مسلمانوں نے تعمیر کی ہوگی جو بوجہ انقلاب زمانہ فصیل قلعہ کے ساتھ منہدم ہوگئی۔ مگر تعجب یہ ہے کہ اُس پتھر کے قریب ایک بُت شکستہ پتھر کا جسکا نصف زیریں موجود تھا جو مربع نشست میں پایا گیا اور نصف بالائی تو توڑ ڈالا گیا تھا اس سے ہم قیاس کرتے ہیں کہ وہ بُت شکستہ آثار دیوار میں لگا یا گیا ہوگا۔

زیارت حضرت مولوی دلدار علی صاحب مذاق رحمۃ اللہ علیہ

یہ ایک عمارت جدید باشہر سے جانب شمال باغ سیدوں والے میں حضرت مولانا مولوی دلدار علی صاحب مذاق رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر اُن کے صاحبزادہ حضرت شاہ اشیاء علی صاحب اور اُن کے مریدان با اخلاص مولوی علی احمد صاحب قادری چشتی نظامی خلیفہ مولانا موصوف و مولوی عبدالحی صاحب وکیل و حافظ محمد فضل اکرم صاحب وکیل و قاضی عنایت رضا صاحب وکیل و شیخ اعجاز احمد نوشہ میاں نے تعمیر کرانا شروع کی ہے یہ عمارت اگر اتمام کو پہنچی تو بہت خوش قطع ہوگی حریم تعمیر ہوچکی گنبد تعمیر

ہورہے ہیں۔

زیارت حضرت شاہ عین الحق صاحب انار اللہ برہانہٗ

متصل قاضی حوض شہر سے تین فرلانگ کے قریب جانب غرب ایک عمارت و باغ زیارت حضرت شاہ عبدالمجید صاحب عثمانی قدس سرہٗ واقع ہے ۱۲۶۳ھ میں آپکا انتقال ہوا اور اُس زمانہ سے تعمیر درگاہ شریف کی شروع ہوئی ہے اور اب عمارت نہایت عمدہ اور مسافرخانہ وغیرہ جدید تعمیر ہوئے ہیں اور دوسرا احاطہ برابر اُسکے مزار شریف مولوی فضل رسول صاحب معین الحق رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت مولانا محمد عبدالقادر صاحب دام فیضہٗ نے تعمیر کرایا ہے چنانچہ اسوقت تک اُس کی تعمیر جاری ہے۔

مدارس

گورنمنٹ ہائی اسکول ۱۸۵۲ء میں تعمیر ہوا یہ مدرسہ متصل شفاخانہ اندرون شہر واقع ہے اور وقتاً فوقتاً عمارت بورڈنگ ہوس وغیرہ اسمیں اضافہ ہوتی رہتی ہے۔ درمیانی ہال میں ایک قطعہ تاریخ کندہ ہے جس سے سنہ تعمیر مدرسہ ہذا برآمد ہوتا ہے اور وہ قطعہ حسب ذیل ہے۔

ہوا ہے مدرسہ تعمیر بے نظیر ایسا ⁂ بجا ہے کہیے اسے رشک قصر ہائے جناں
زرہ ہے وصف کہا ہاتف سخنداں نے ⁂ بنا یہ مدرسہ فیض عام و عالیشاں
۱۸۵۲ء

پہلے اس مدرسہ میں ایک کلاس عربی کا تھا وہ ٹوٹ گیا اور انگریزی کی تعلیم جوانٹرنس تک ہوتی تھی اسمیں بھی کمی کردی گئی تھی مدتوں تک صرف مڈل اسکول رہا اب ۱۸۹۲ء سے

سے پھر اس مدرسہ کو ہائی اسکول کا درجہ ملا ہے جو ہنوز قایم ہے۔

تحصیلی اسکول اس مدرسہ میں اُردو مڈل تک تعلیم ہوتی ہے۔ طلبا کی کثرت ہے اسوجہ سے اس کی عمارت بھی بڑھائی گئی ہے اس کے علاوہ چند جنگی کے مدرسہ ہیں جنمیں ابتدائی تعلیم دیجاتی ہے اور لڑکیوں کے بھی چند مدرسے ہیں جو جنگی اور مشن کی سرپرستی میں چلتے ہیں۔

مشن اسکول تحصیل کے قریب بازار میں ایک چھوٹی سی خوشنما عمارت دو منزلی ہے۔ مڈل تک تعلیم ہوتی ہے عیسائیوں کے سوا ہندو مسلمانوں کے بچے بھی اکثر پڑھتے ہیں اس کی تعمیر ۱۸۸۸ء میں ہوئی تھی اس سے پہلے مشن کا مدرسہ ٹون ہال کے قریب تھا جسمیں ابتدائی تعلیم تھی۔

مدرسہ قادریہ یہ مدرسہ عربی کا اندرون شہر محلہ مولوی ٹولہ مسجد خزانہ میں واقع ہے ایک مدت دراز سے شاہ عین الحق مولوی عبدالمجید صاحب قدس سرہٗ کے آبا و اجداد کا قایم کیا ہوا ہے اور حضرت موصوف کی اولاد صالحہ اب تک سرگرم درس تدریس ہی اس مدرسے بہت طلبہ مستفید ہوئے تھے۔ اس مدرسہ میں ایک مسجد قدیم موجود ہے جسکی عمارت پر یہ کتبہ مرقوم ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکاً فیہ ایات بینات ومقام ابراھیم ومن دخلہ کان امنا وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔

بانی مسجد زیبائے حاجی الحرمین ✤ ز شیخ افضل روشن چو آفتاب شدہ

جستجوے سنہ سال از سر زاو ✤ خرد بگفت چہ مسجد مثال کعبہ شدہ

مدرسہ محمدیہ یہ مدرسہ چودہری گنج میں مسماۃ جگن عرف جگو زوجہ چودہری عبدالعلی مرحوم کا موقوفہ ہے ۱۷- محرم الحرام ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸- اپریل ۱۸۷۸ء کو وقفنامہ معہ دستورالعمل آیندہ کے تحریر کیا جائداد موقوفہ موضع کوڑھا شاہ پور اور موضع سدا ٹھیر گنہ اجہیا پی و متفرق معافیات واقع قصبہ بدایوں بغرض صرف مدرسہ و دیگر مصارف خیر وقف کی پہلی تعمیر مدرسہ کی شکستہ ہوگئی ۱۳۱۵ھ میں چودہری نبی بخش متولی مدرسہ مذکور نے از سر نو اسکی تعمیر کی یہ مدرسہ بدستور جاری ہے عربی و قرآن مجید کی تعلیم ہوتی ہے۔

مساجد

خاص شہر میں حدود میونسپلٹی کے اندر ۸۹ مسجدیں موجود ہیں جو سب آباد ہیں ہم ان سب کا نشان و پتہ ذیل کی فہرست کے ذریعہ سے نذر ناظرین کرتے ہیں۔

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	مشہور نام	کیفیت
۱	فرشوری ٹولہ	مسجد	عبدالحق والی	متصل مکان نور بافاں
۲	״	مسجد	قدیم فرشوریان	متصل مکانات مولف کتاب ہذا
۳	״	مسجد	״	متصل مکانات مولوی محمد ابوالحسن برادر عزیز مولف۔
۴	״	مسجد	ملتوں والی	متصل و جانب شمال مکان مولوی انوارعیسین پنشنر سب جج۔
۵	״	مسجد	متصل چاہ نونی	تعمیر حال از چندہ باہتمام علی احمد خاں صاحب مدرس۔
۶	مولوی محلہ	جامع مسجد شمسی	۰	جسکا حال ہم مفصل شرح و بسط سے لکھ چکے ہیں

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
۷	مولوی محلہ	مسجد خرما	اندرون مدرسہ قادریہ	یہ مسجد معمرۂ شیوخ فاروقیان ہے اور مدرسہ قادریہ کا حال پہلے درج کیا ہے اسمیں کچھ حال اسکا بھی درج ہے۔
۸	؍؍	مسجد عثمانیان	معمرۂ مولانا عبدالغنی عثمانی۔	متصل مکانات مولوی انوار الحق و منشی عبدالرزاق عثمانی مرحوم۔
۹	؍؍	مسجد	اندرون درگاہ حضرت اسمعیل پاشنبد	متصل مکان مولوی محمد نورالدین صاحب مرحوم وکیل فرشوری
۱۰	؍؍	مسجد گلاچینی	اندرون درگاہ قاضی صدابی گواہ	متصل مکان طباخاں و منشی عظیم اللہ خاں سب سرویر۔
۱۱	؍؍	مسجد	معمرۂ دانشمندان	متصل مکان مولوی انوار حسین صاحب سب جج و مولوی رضی الدین صاحب وکیل
۱۲	؍؍	مسجد حیدر شاہ	.	لب سڑک جانب غرب از چاہ ماہی اس مسجد کو ابتداً محمد عادل شاہ نے ۹۵۵ھ میں تعمیر کرایا تھا۔
۱۳	؍؍	مسجد مغربی	متصل جامع شمسی	اندرون مدرسہ مغربی واقع ہے اب مدرسہ کا نشان نہیں ہے اراضی افتادہ ہے اور اسکا بھی تذکرہ

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
۱۴	مولوی محلہ	مسجد احمد ہزوال	ملصق بچاہ ماہی	مدرسہ مغربیہ کے ذکر میں درج ہے۔ اس مسجد کے جانب جنوب درگاہ حضرت احمدؒ ہزوال علیہ الرحمہ کی ہے اور جانب شمال و غرب سڑک ہے تعمیر حال قدرت اللہ سب سرو رینے کی ہے چاہ مچھلی ایک بہت بڑا چاہ سامنے باولی کے ہے لیکن وہ اب پاٹ دیا ہے اس وجہ سے بیکار ہے
۱۵	مولوی محلہ	مسجد شیخ مجو	مشہور بڑوالی ہے	متصل چاہ ہنڈار۔
۱۶	بیدوں ٹولہ	منڈی مسجد		متصل مکان محمد انصار حسین و منشی فاخر حسین وکیل یہاں ایک بزرگ کا مزار ہے مشہور ہے کہ یہ مزار مولانا رضی اللہ فانی کا ہے۔
۱۷	بیدوں ٹولہ	مسجد میر ایجی صاحب	اندرون درگاہ میر ملہم شہید۔	متصل چوکی پولیس موسومہ میرانجی والی اسمیں مزار حضرت میراں ملہم شہید کا ہے اور کئی چند مزار استان ہیں۔

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
۱۸	سونہ محلہ	مسجد حجّامان	معمرہ شبراتی حجّام	متصل چوکی پولیس سونہ
۱۹	"	مسجد نوربافان	•	متصل مکان منشی محمد حمید الدین احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر مرحوم واقع ہے
۲۰	"	مسجد حاجی مدّو	اندرون درگاہ احمد خنداں	متصل مکان حکیم افتخار الدین پنشنر اسسٹنٹ سرجن -
۲۱	"	مسجد	سقّوں والی	متصل مکانات حافظ عبد الستّار و مولوی منظر علی صاحب منصف اسکا کتبہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں -
۲۲	"	مسجد خان والی	متصل کوچہ متولیان	متصل کوچہ متولیان و جانب شرق از سڑک پختہ [illegible] صفحہ ۵ پر درج ہے
۲۳	"	مسجد چنبیلی	•	بتعمیر جمال مولوی [illegible] الدین صاحب منصف مرحوم متصل مکان مولوی طفیل احمد صاحب وکیل و مولوی کمال الدین احمد صاحب منصف -
۲۴	"	مسجد	علی بخش خان والی	لب سڑک متصل مکان مولوی علی بخش خان صاحب سب جج -
۲۵	"	مسجد	•	متصل مکان خان بہادر مولوی

نمبر	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
				حامد بخش سمرہ مولوی محمد بخش صاحب سب جج مرحوم۔
۲۶	سونہ محلّہ	مسجد	شرف خاں والی	متصل چاہ بھنڈار۔
۲۷	"	مسجد شفاخانہ	تکیہ والی	سمرہ گورنمنٹ عالیہ لب سڑک شاہی۔ پہلے ایک مسجد کلاں بہت بڑی عہد شاہان سلف کی تھی جو غدر کے بعد بحکم سرکار احاطہ شفاخانہ میں آگئی تھی بجائے اُسکے سرکار نے متصل شفاخانہ یہ مسجد بنوادی ہے۔
۲۸	کمانگران محلہ	مسجد	حشمت الدین والی	متصل مکان بخش اللہ کمانگر لب سڑک وجانب غرب۔
۲۹	"	مسجد	کمانگروں والی	متصل مکان کمانگراں ومحمود خاں صاحب جانب شمال لب سڑک۔
۳۰	ناگروں محلہ	مسجد	مغلوں والی	پیش کوٹھی خان بہادر منشی سخاوت حسین صاحب سمرہ مرزا اکرم علی بیگ صاحب۔
۳۱	"	مسجد	جولاہوں کی	ملصق بچاہ ناگران وکوٹھی خان بہادر

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
				منشی سخاوت حسین صاحب۔
۳۲	محلہ چاہ ہیر	مسجد جنگی شہید	اندرون درگاہ جنگی شہید	متصل مکان اطہر حسین خلف خان بہادر منشی سخاوت حسین صاحب
۳۳	؍؍	مسجد	راجوں والی	متصل زیارت فتح اللہ شہید معروف بہ پیر فتوں یہ مسجد حضرت جلال تبریزی رحمۃ اللہ کے زمانہ میں تعمیر ہوئی تھی۔
۳۴	؍؍	مسجد حبیب اللہ	عباسیوں والی	متصل مکان قاضی شمس الاسلام صاحب
۳۵	؍؍	مسجد	مسجد غزنویوں والی	متصل مکانات غزنویان
۳۶	؍؍	مسجد امیر اللہ	حلوائیوں والی	متصل امام باڑہ حلوائیان
۳۷	سید باڑہ	مسجد	کابلیوں والی	متصل مکان حافظ حسینی وغیرہ اس مسجد کے قرب و جوار میں حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے مکانات ہیں۔
۳۸	؍؍	مسجد ہنسلی پیر	اندرون احاطہ درگاہ ہنسلی پیر	متصل چاہ سدری و مکانات سادات یہاں بیرون مسجد ایک مزار ہے اور اسکے پائین ایک ہنسلی

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
				پتھر کی رکھی ہے جسکو پہلوان سر میں ڈالکر اٹھاتے ہیں اور یہ بھی مشہور ہے کہ وہ اہل حاجت بھی اٹھا لیتا ہے جسکی مراد پوری ہونے کو ہوتی ہے - واللہ اعلم بالصواب -
۳۹	سید باڑہ	مسجد	پوستی والی	متصل مکان سید رفیع احمد وغیرہ
۴۰	〃	مسجد	درزیوں والی	متصل مکان سید حسین علی صاحب وکیل
۴۱	〃	قدیمی جامع مسجد	احسان اللہ والی	سلطان شمس الدین التمش کے عہد سے قبل یہ جامع مسجد تھی - متصل مکان شیخ احسان اللہ و مولوی محمد عثمان و شیخ سخاوت اللہ صاحب وکیل -
۴۲	〃	مسجد عبدالوالی	معمورہ حافظ حامد علی	متصل مکان حافظ حامد علی و قاضی محسن علی صاحبان ماموں مؤلف اس مسجد کو حافظ حامد علی صاحب نے جدید تعمیر کیا اول

کیفیت	مختصر خاص پتہ	نام مسجد	نام محلہ	نمبر شمار
مولانا شاہ حسن علی صاحب خلیفہ مولانا فخر صاحب کے نام سے مشہور تھے				
یہ مسجد ۱۲۴۶ھ میں تعمیر ہوئی اور قاضی حمید الدین گنوری کی قبر یہاں ہے	دادا حمید والی	مسجد	قاضی محلہ	۴۳
متصل امام باڑہ چوک معرہ قاضی جلیس۔	چوک والی	مسجد چوک	"	۴۴
متصل مکان منشی محمد اجمل و مولوی حکمت اللہ صاحبان۔	وکیلوں کی	مسجد	"	۴۵
متصل مکان مولوی اعظم علی صاحب وکیل ولب سڑک شاہی و متصل مکان ارشد علی صاحب کے ہے۔	شیعوں کی مسجد	مسجد مولوی علی ارشد	"	۴۶
متصل مکان قاضی اظہر اللہ معرہ قاضی محمد ابیش۔	۔	پیر کی مسجد	کوچہ سعد علی	۴۷
متصل مکان قاضی عبد الحق	کیتھ والی	مسجد	چاہ کھجور	۴۸
معرہ مولوی عظیم اللہ خاں الفاسکین	آتشبازوں والی	مسجد	شیخ پٹی	۴۹

کیفیت	مختصر خاص پتہ	نام مسجد	نام محلہ	نمبر شمار
معمرہ مفتی فضل احمد صاحب۔	مفتی جی والی	مسجد	باغ میروالا	50
متصل باغ مولوی کرامت اللہ صاحب منصف۔	رحموں دلال والی	مسجد	محلہ کہاران	51
متصل مکان شیخ کرامت اللہ صاحب وکیل	سیرو بہوں والی	مسجد	میردیپہ ٹولہ	52
اندرون خانقاہ محمدی شاہ۔	خانقاہ والی	مسجد	؍؍	53
متصل مکان فدا احمد و محمود احمد صاحبان۔	حکیموں والی	مسجد	سنڈہی دروازہ	54
لب سڑک متصل درگاہ برہان قوال علیہ الرحمۃ۔	بچاالبساطی والی	مسجد	؍؍	55
متصل تکیہ صفاشاہ	صفاشاہ والی	مسجد	بازار حلوائیان	56
معمرہ شیخ ذوالفقار الدین صاحب فاروقی رئیس شیخوپور۔	شیخ جی کی مسجد	نالہ والی مسجد	بازار	57
متصل بورڈنگ ہوس و موڈنا جعفر خان عارف شاہ	حلوائیوں والی	مسجد	چودہری گنج	58

نمبر شمار	نام چکلہ	نام عمارت	مختصر خاص پتہ	کیفیت
۵۹	چودہری گنج	مسجد	جگر والی	معمرہ چودہری عبدالعلی صاحب متصل زیارت پیر لو والا علیہ الرحمۃ
۶۰	کاروان سرائے	مسجد	شیخ جی والی	معمرہ شیخ محمد شرف الدین صاحب سی۔آئی۔اے رئیس شیخوپور۔
۶۱	مولوی گنج	مسجد	مولوی والی	معمرہ مولوی تفضل حسین صاحب۔
۶۲	چکلہ قصابان	مسجد	حکیم تاج الدین والی	متصل مکان چودہری غوث محمد۔
۶۳	۔	مسجد	کمالوں والی	معمرہ سید عبداللہ شاہ متصل جھنڈا
۶۴	چکلہ منیب	مسجد	پنجابیوں والی	معمرہ عبدالشکور پنجابی بساطی عقب سرائے خانساماں۔
۶۵	بازار عالمگیر گنج	مسجد	رنگریزوں کی	متصل مکانات رنگریزان۔
۶۶	۔	مسجد	اندرون سرائے خانساماں۔	
۶۷	کٹڑہ براہم پورہ	مسجد	غالب علی والی	معمرہ مولوی طفیل احمد صاحب وکیل پیش دروازہ بازار مصطفیٰ گنج
۶۸	حسینی گلی	مسجد قدیم	۔	حال تعمیر شیخ ذوالفقار الدین صاحب رئیس شیخوپور باہتمام شیخ جمال الدین صاحب۔

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
۶۹	بھاجی ٹولہ	مسجد خانساماں	اندرون پھنبلی کہنہ	یہ مسجد عہد فتح خاں خانساماں کی ہے۔
۷۰	براہم پورہ	مسجد	متصل مکان درزی و کمہاران	
۷۱	"	مسجد	۔	لب سڑک معمرہ شیخ محمد شرف الدین صاحب رئیس شیخوپورہ۔
۷۲	"	مسجد	جھنڈہ والی	متصل منصفی کہنہ و مکان محمد حسین عرف منڈی۔
۷۳	"	مسجد خورم شاہ	اندرون درگاہ خورم شاہ صاحب علیہ الرحمۃ	
۷۴	شہباز پورہ	مسجد	نوربافان	
۷۵	شہباز پورہ	مسجد	فاروقیوں والی	اس مسجد کی جانب شمال سڑک پختہ ہے۔
۷۶	"	مسجد	وحید اللہ والی	
۷۷	پٹیالی سرائے	مسجد	نوربافان والی	
۷۸	نئی سرائے	مسجد	۔	متصل مکان فیض اللہ صاحب۔
۷۹	"	مسجد	سفیدبافوں والی	متصل مکان حافظ سیف اللہ صاحب

نمبر شمار	نام محلہ	نام مسجد	مختصر خاص پتہ	کیفیت
۸۰	جوگی پورہ	مسجد قدیم	۰	یہ مسجد قریب ٹاؤن ہال ہے
۸۱	״	مسجد	۰	یہ مسجد متصل مکان مجاوران ہے
۸۲	״	مسجد	سفیدبافان والی	
۸۳	سرائے الف خاں	مسجد	نوربافان والی	متصل دروازہ سرائے الف خاں۔
۸۴	اچپرباپرہ	مسجد	حافظ عبداللہ والی	
۸۵	سرائے ناہر خاں	مسجد	امام الدین والی	
۸۶	״	مسجد	نوربافان والی	
۸۷	سرائے فقیر	مسجد شاہ اجیالے	قریب درگاہ شاہ اجیالے صاحب	۰
۸۸	سرائے جالندری	مسجد	پٹھانوں والی	
۸۹	״	مسجد	نوربافان والی	
۹۰	״	مسجد قدیم	۰	متصل مکانات آہنگران
۹۱	سرائے چودھری	مسجد	چودھریان فاروقی	متصل مکان چودھری غلام حضرت صاحب ہمرہ چودھری تفضل حسین صاحب۔
۹۲	״	مسجد	ٹبے سر شہید والی	ہمرہ سنگل شاہ فقیر لب سڑک جسکو چودھری خدابخش

نمبر	نام محلہ	نام عمارت	مختصر خاص پتہ	کیفیت
				خانساماں نے تعمیر کرایا ہے۔
۹۳	قبول پورہ	مسجد	شرقی مسجد	
۹۴	"	مسجد	غربی مسجد	
۹۵	"	مسجد	فقیر اللہ جراح والی	
۹۶	محلہ سول لین	مسجد کچہری	اندرون احاطہ کچہری	لب سڑک
۹۷	"	مسجد	احمد خاں جمعدار والی	لب سڑک متصل باغ یوسف علیخاں صاحب سرراہ کچہری۔
۹۸	اوپر پارہ	مسجد	فقیروں والی	لب سڑک خام۔

منادر

قبل اسکے کہ ہم شہر کے سب منادر کو فہرست کی صورت میں پیش کریں ان چند مندروں کا تفصیلی حال بیان کرتے ہیں جو بہ اعتبار عمارت قابل ذکر ہیں۔

مندر منشی نوبت رائے واقع پٹیالی سرائے حال کی عمارتوں میں ایک مندر منشی نوبت رائے کا بنا ہوا ہے جو نواب نوبت رائے کے نام سے مشہور تھے اور کاتب الحروف سے نہایت درجہ ارتباط رکھتے تھے۔ بعد پنشن پانے کے آنریری مجسٹریٹی پر مامور تھے ایک مندر بصرف زرکثیر محلہ پٹیالی سرائے میں تعمیر

کیا ہے اور اُس کی عمارت کاتب الحروف نے بمعیت منشی متوفی کے بچشم خود دیکھا ہے
علاوہ مندر کے اور عمارت بھی اسکے حوالی میں بنی ہوئی ہیں مندر کے اندر نہایت
عمدہ فرش سنگ ریزے وغیرہ کا بنا ہوا ہے اور بعض جگہہ بیش قیمت پتھر اُسمیں نصب
ہیں - بعد غدر ۱۸۵۷ء کے منشی موصوف بعہدہ ڈپٹی کلکٹری ملک اودہ میں سرکار کی
طرف سے مقرر ہوئے اُسی زمانہ میں اُن کے ہاتھ ایک تعویذ سنگ مرمر کالگا جو کسی
کی قبر سے نکلا تھا اور وہ بیش قیمت ہی اُس مندر میں اُس تعویذ کو نصب کرکے اُسپر دیوتا کو
بٹھایا ہے - جانب جنوب مندر کے تھوڑی سی جگہہ میں کنکر پتھروں سے پہاڑ کی صورت
بنائی ہے اور اُسپر کچھہ درخت پہاڑی بیل بوٹے کی چھائے ہیں اور ایک ہنڈولہ یعنی
جھولا چھوٹا سا لٹکایا ہے تاکہ اُسمیں دیوتا جھولا کریں اور سونے کے کلس مندر پر چڑہائے
ہیں - غرضکہ یہ مندر اپنی وضع میں بہت اچھا ہے -

مندر خیالی رام مہاجن متصل تحصیل کہنہ لالہ خیالی رام نے بعد غدر ۱۸۵۷ء کے بیرون قلعہ محلہ ٹکیٹ گنج میں متصل تحصیل کہنہ ایک عمدہ مندر تعمیر کرایا ہے کہ اپنی وضع میں یکتا ہے -

عمارت مندر باڑہی بلسا یہ ایک مندر شہر سے جانب شمال متصل آبادی
اُس سڑک پر جو اندرون شہر سے محلہ قاضی ٹولہ میں ہوکر بریلی اور آنولہ کو جاتی ہے
اُس کے کنارہ پر جانب غرب واقع ہے - اگرچہ یہ ایک مختصر عمارت بہ نسبت دیگر
مندروں کے ہے الا اسمیں ہمیشہ ایک ایسا فقیر رہا ہے کہ جسکے اکثر اہل ہنود معتقد ہوئے
ہیں اور مندر کی پوجا کو عوام الناس جایا کرتے ہیں مالی لوگ اس باڑہی کے پھل پھول لیکر
مندر پہ چڑہا کر اپنے تصرف میں لاتے ہیں -

مندر ہرپرشاد یہ ایک جدید مندر اور ٹھاکر دوارہ لالہ ہرپرشاد متوفی نے ابھی چند سال ہوئے کہ شیخ امیر احمد کا باغ مول لیکر تعمیر کرایا ہے یہ عمارت خوش قطع ہے اور ایک باغچہ بھی اسمیں واقع ہے اور دیگر منادر بھی شہر میں ہیں کہ جنکی کوئی خاص بات لایق ذکر نہیں اور بیرون قلعہ واقع ہیں قبل غدر ۱۸۵۷ء کے تمام شہر کے اندر بیرون قلعہ چند متعدد مندر تھے اندرون قلعہ کوئی مندر نہ تھا لیکن اب زیادہ تعمیر مندروں کی ہوگئی ہے۔

فہرست منادر اندرون شہر بدایوں

نمبر	نام محلہ	نام مندر	نام معمر یا مہتمم	کیفیت
۱	ابراہیم پور	شب جی و ٹھاکر جی	شنکر روغنگر	ایک روغنگر نے حال میں تعمیر کرایا ہے۔
۲	نئی سرائے	"	گوپالداس مہاجن	یہ بھی تعمیر جدید ہے معمولی۔
۳	چکلہ ینب	ٹھاکر جی	جھبولال مہاجن	معمولی مندر ہے۔
۴	"	ٹھاکر جی و شب جی	بھوپال رائے مہاجن	"
۵	پٹیالی سرائے	"	ہرگولال کھتری	"
۶	"	شب جی	بھگتنی	"
۷	"	شب جی ٹھاکر جی و دھناں جی	نیبی سہائے وغیرہ کایستھ	"

نمبر	نام محلہ	نام مندر	نام سمریا مہتمم	کیفیت
۸	قانونگو	شب جی ؤٹھاکرجی	پتیم رائی کایستھ	معمولی مندر ہے
۹	"	"	بوڑھے بابا	"
۱۰	پٹیالی سرائے	"	دلپت رائی کایستھ	"
۱۱	"	شب جی	اوما پوری	"
۱۲	"	ٹھاکرجی	لالہ چندرسین	"
۱۳	کوچہ دیوانجی	شب جی	دیوان دلپت رائے	"
۱۴	شہباز پورہ	ٹھاکرجی	منشی نوبت رائے	یہ اعلیٰ درجہ کی عمارت ہے اور مستثنی اسنا۔ ۔ یں اسکی تعمیر سمجھی جاتی ہے اور حال کی عمارت ہے
۱۵	چوبے محلہ	شب جی ؤٹھاکرجی	درگاپرشاد حلوائی	معمولی ہے
۱۶	"	ٹھاکرجی	بخت بہادر	"
۱۷	پرانی تحصیل ٹکیٹ گنج	شب جی ؤٹھاکرجی	رام بال کوٹھی وال	یہ مندر عنقریب تعمیر ہو رہا ہے۔
۱۸	"	ٹھاکرجی	دوارکا پرشاد وکیل	معمولی ہے
۱۹	چاہ کھجور	شب جی	رام سکھ داس	"
۲۰	"	ٹھاکرجی	لالہ گوکل چند ساہو	عمدہ عمارت بنی ہے اور حال میں کئی اسکی تعمیر لالہ رام گوپال و نندگوپال نے

نمبر شمار	نام محلہ	نام مندر	نام معمر یا مہتمم	کیفیت
				اضافہ کی ہے۔
۲۱	چودھری محلہ	ٹھاکر جی	لالہ موہن لال	عمدہ عمارت بنی ہے
۲۲	"	ٹھاکر جی و شب جی	خیالی رام	عمدہ عمارت ہے
۲۳	"	"	رام سہائے وغیرہ	معمولی ہے
۲۴	بہابڑوں ٹولہ	شب جی	درگا پرشاد برہمن	"
۲۵	باڑی بروا	شب جی و ٹھاکر جی	مہنت گنگا رام منتظم حال	یہ پرانا مندر معمولی بیرون قلعہ ہے اس کی تعمیر کا حال معلوم نہیں اور منتظم مہنت گنگا رام ہیں اور بروا مالی کی باڑی مشہور ہے جس میں یہ مندر واقع ہے۔
۲۶	جوگی پورہ	دیبی جی و شب جی	لالہ رتن لال بزاز	معمولی ہے
۲۷	"	"	ہلاسی روغنگر	"
۲۸	سرائے میراں	شب جی	گوبندگر گوشائیں	"

خاص شہر بدایوں کی تقسیم باعتبار حلقہ جات میونسپلٹی

قانون میونسپلٹی کا نفاذ بموجب حکم گورنمنٹ نمبری ۴۲۸ مورخہ ۱۶ جولائی ۱۸۸۴ء یکم ستمبر ۱۹۰۱ء سے اس شہر بدایوں میں ہوا۔ اور بموجب اشتہار نمبری ۱۴۲۶ گورنمنٹ مورخہ ۹ جون ۱۸۹۴ء چونگی بدایوں چھ حلقوں میں حسب ذیل تقسیم ہوئی۔

حلقہ نمبر ۱۔ مولوی ٹولہ۔ فرشوری ٹولہ۔ بیدوں ٹولہ۔ سوتہ محلہ چاہ بھنڈار۔ محلہ کمانگران۔ محلہ ناگران۔ محلہ چاہ میر۔ مرزا گنج۔

حلقہ نمبر ۲۔ سید باڑہ۔ شیخ پٹی۔ قاضی محلہ۔ چودھری محلہ۔ چاہ کھجور۔ سرہ ہاٹکیٹ گنج۔ کوچہ سعد علی۔ محلہ حلوائیان

حلقہ نمبر ۳۔ نئی سرائے۔ براہم پور محلہ کٹرہ۔ شہباز پور۔ پٹیالی سرائے۔ چونے محلہ۔ چکلہ منیب۔ چاہ مالزادی۔

حلقہ نمبر ۴۔ مصطفےٰ گنج۔ سرائے کارواں۔ چکلہ قصابان۔ منڈھی دروازہ۔ جوگی پورہ۔ کھنڈسار محلہ۔ کاربیکل گنج۔ مولوی گنج۔ کالن سین ملامعہ چودھری گنج۔

حلقہ نمبر ۵۔ سرائے الف خاں۔ سرائے فقیر۔ سرائے ناہر خاں۔ اوپر پارہ۔ لوٹن پورہ۔ سرائے جالندھری۔ کٹرہ عالم شاہ۔ قبول پورہ۔

حلقہ نمبر ۶۔ باقیماندہ سول اسٹیشن میں وہ رقبہ شامل ہے جو علاوہ محلجات مذکورہ بالا کے ہے حدود چونگی بموجب اشتہار گورنمنٹ مرقومہ ۹ جون ۱۸۹۴ء نمبر ۱۴۲۶ [illegible] اس طرح پر ہے۔ جانب شرق جو خط مستقیم جانب جنوب اُس مقام سے [illegible] فتح آباد سے ملتی ہے اور [illegible] والی کوٹھی کے جنوبی گوشہ تک۔ [illegible] جانب [illegible] والی کوٹھی کے جانب جنوب گوشہ سے

اُس پختہ کنوئے تک جو موضع نیک پور کے جنوب میں واقع ہے اور وہاں سے دفتر ڈسٹرکٹ انجنیر کے غربی گوشہ تک جو کلکٹری کچہری کے احاطہ میں واقع ہے اور وہاں سے اُس چوکی چونگی تک جو جالندہری سرائے میں واقع ہے وہاں سے پُل زیارت کی چوکی چونگی تک اور وہاں سے موضع قبول پور کی آبادی کے جنوبی غربی گوشہ تک ہے۔ حد غربی ایک خط مستقیم جانب شمال موضع قبول پورہ کی آبادی کے جنوبی غربی گوشہ سے اُس پختہ کنوئے تک جو موضع قبول پور کے شمالی غربی گوشہ میں واقع ہے۔ اور وہاں سے جانب شمال و شرق موضع گونٹیا کے شمال تک اور وہاں سے جانب شمال حکیم والے باغ کے شمالی شرقی گوشہ تک ایک سیدھا خط حکیم والے باغ کے شمال و شرق گوشہ سے گونٹیا کہاران کے شمال میں ہے وہاں سے ٹھیک جانب شرق اُس مقام تک جہاں سڑک شہباز پور ملکیٹ گنج کی سڑک سے جو آنولہ کو جاتی ہے ملتی ہے وہاں سے اُس مقام سے جہاں سڑک داتا گنج اور سڑک گدہول ملتی ہے اور وہاں سے جانب کچہری و داتا گنج کی سڑک کی برابر اُس مقام تک جہاں چند سڑکیں مشن کے احاطہ کے قریب ملتی ہیں اور وہاں سے جانب شرق پھر کر اُس مقام تک جہاں سڑک فرخ آباد اور گول سڑک ملی ہے باقی محلہ جات مثل سرائے میراں وغیرہ بیرون حدود چونگی ہیں۔

مشہور قصبہ جات جو اس ضلع میں واقع ہیں اُن کے ضروری حالات درج ذیل ہیں

سہسوان | دریائے مہاوا کے بائیں کنارہ سے قریب ایک میل اور بدایوں سے

۵۲ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اس قصبہ میں قواعد میونسپلٹی جاری ہیں۔ مواضعات حلقہ میونسپلٹی میں تیرہ۱۳ ہیں اور مختلف محال ہیں۔

مشہور عمارتوں میں یہاں ایک بنگلہ ہے۔ مسٹر کارمیکل صاحب بہادر نے سنہ ۱۸۶۱ء میں تعمیر کرایا ہے۔ محلہ قاضی ٹولہ کے قریب ایک مشہور مقام کوٹ قلعہ کے نام سے مشہور ہے اور ایک پرانی قبر میاں صاحب کی ہے جو ایک قدیمی پیشوا ستھے اور وہ مقبرہ آراضی معافی بھگتا نگلہ پر واقع ہے۔ اس متبرک جگہ پر ہر پنجشنبہ کو ایک میلہ ہوتا ہے۔

پٹی یقین محمد میں ایک اور مقبرہ موسومہ حضرت پیران پیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہے اور تین مسجدیں پرانے وقتوں کی شہباز پور اور جمرپور و قاضی محلہ میں واقع ہیں۔ اور مکان اربعین اور ہندوؤں کے چند مندر مختلف زمانوں کے بھگتا نگلہ و سیف اللہ گنج اور دیگر محلوں میں واقع ہیں۔ مشہور مندر وہ ہے جو ڈھونڈھ جھیل کے کنارہ پر موسوم بہ سرسوتہ جھیل اور سڑک چندوسی کے درمیان واقع ہے یہ عمارت قدیمی ہے اور اسکے متعلق ایک تالاب ہندوؤں کے نہانے کا ہے اور اس تالاب میں مچھلیاں چھوٹی ہوئی ہیں۔ یہاں پھاگن یعنی فروری و مارچ میں دو دن میلہ ہوتا ہے۔ اندہیرے پاکھ کی تیرھویں اور اُجیالے پاکھ کی گیارہویں کو میلہ ہوتا ہے۔ یہاں بہت سے نشانات ستیوں کے بنے ہوئے ہیں۔ سیف اللہ گنج میں ایک چوک بازار کا ہے جہاں ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو اور شہباز پور میں شنبہ و سہ شنبہ کے روز بازار لگتا ہے۔ کیوڑہ کی کاشت یہاں بکثرت ہے اور اُسکے پھولوں سے عرق نکالا جاتا ہے۔

یہ بات پرانے وقتوں سے مشہور چلی آتی ہے کہ سہسرا باہو۔ یعنی ہزار بازو کی قوت رکھنے والا بادشاہ ضلع فرخ آباد کی کسی عمن ریاست کا یہاں شکار کھیلنے کے واسطے آیا۔ یہ جگہ اُس کو پسند آئی اور شہر اور قلعہ اُس نے تعمیر کرایا۔ اور اُسکے بعد یہ جگہ سہسرا باہو نگر کہلانے لگی اور آخرکار وہ قلعہ سہسوان مشہور ہوا جو ڈھونڈ جھیل کے کنارے پر واقع تھا بعد راجہ پرسرام نے منہدم کر دیا۔ جسکے باپ نے سہسرا باہو کو شکست دیکر مار ا تھا۔ اصلی تاریخ سہسوان کی ۱۸۲۴ء سے شروع ہوئی ہے جبکہ وہاں ضلع قایم ہوا تھا۔ اسکا بلند آبادی کا موقع شکار کی طرف توجہ دلانے والا تھا جسکی وجہ سے سہسرا باہو کو قیام کرنے کی رغبت ہوئی تھی۔ برسات میں آب وہوا خراب ہونے کی وجہ سے ۱۸۳۸ء سے صدر مقام تبدیل کیا گیا۔ اور بدایوں میں ضلع قایم ہوا پھر سہسوان اپنی اصلی حالت پر آگیا۔

جامع مسجد جو قاضی محلہ (رہایوں پور) میں واقع ہے اُسمیں ایک پتھر پرانی جامع مسجد کا بہت بڑا رکھا ہے اور اُسمیں کتبہ مفصلہ ذیل کندہ ہے یہ کتبہ عہد محمد شاہ تغلق کا ہے جسکا زمانہ سلطنت ۷۵۲ھ تھا جسکو اتباک پانچسو سے زیادہ برس کا زمانہ گذرا معلوم ہوتا ہے کہ یہ جامع مسجد قدیمی بہت بڑی عالیشان عمارت تھی وہ منہدم ہو گئی ہے اب یہ جدید جامع مسجد بنائی گئی ہے اور یہ پتھر لگا دیا ہے جسکی ہم نقل کرتے ہیں یہ جامع مسجد قلعہ کے اندر تھی یہ کتبہ خط کوفی میں ہے۔

بناء ابن حص رفیع ارکان از برای مامن اهل ایمان
بفرمان مجلس اعلی خدایگان سلاطین جهان سایۂ
رحمت یزدان علاء الدنیا والدین الواثق بنصر الله

المجاهد فی سبیل اللہ ابو المظفر محمد شاہ السلطان ناصر امیر المومنین خلد اللہ ملکہ بتاریخ عشرہ ماہ جمادی الاول روز جمعہ مبارک بسال ہفت صد از ہجرۃ نبی علیہ السلام و التحیۃ۔

اُجھیانی قدیم نام اسکا پیرا تھا اس موضع میں پیپل کے درخت بکثرت تھے گزیٹیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ اسکو راجہ جیپال اوجین نے پسند کرکے آبادی کو وسعت دی اور اُجھیانی کے نام سے موسوم کیا۔

یہ پرگنہ حافظ الملک نے نواب عبد اللہ خاں کو جو دوسرا لڑکا نواب علی محمد خاں کا تھا عنایت کیا تھا جب وہ قید سے چھوٹ کر آیا تھا۔ اس قصبہ میں میونسپلٹی قایم ہے جب نواب عبد اللہ خاں کی وفات ہوئی تو ایک مقبرہ عالیشان نواب ممدوح کا اس قصبہ میں بنایا گیا ہے جو اب تک ایک عمارت عالیشان یادگار اُس زمانہ کی باقی ہے۔ اور اُس کے اندرونی دروازہ پر یہ عبارت کندہ ہے۔

الی بیت البقا من دار فان ٭ فلما ذھب عبد اللہ خان
فقلن الملئکۃ من صوت حزاب ٭ افتحت علیہ ابواب الجنان

۱۱۸۰ھ مطابق ۱۷۶۶ء

شیخوپور بدایوں سے دو میل جانب جنوب دریائے سوت کے کنارہ واقع ہے عہد جہانگیر بادشاہ میں ۱۰۱۶ھ لغایت ۱۰۳۶ھ میں آباد ہوا شیخ بابا فرید گنج شکر کی اولاد میں نواب قطب الدین خاں کوکہ جہانگیر کی کتھی اُنکے فرزند نواب فرید خاں المخاطب بہ معتقد خاں فاروقی نے ایک قلعہ بنایا اور آباد کیا

تاریخ ونسنٹ پروفیسر کیمبرج کالج لندن - تاریخ بدایوں مؤلفہ ڈپٹی محمد کریم مرحوم -
علاوہ تاریخ ہائے مسطورہ بالا کے کتبہ جات مفصلہ ذیل سے اقتباس کیا گیا۔
کتبہ موضع دیوریا جو ۱۸۲۶ء میں برآمد ہوا تھا - کتبہ سنگین جو ۱۸۸۷ء میں اساس
قلعہ بدایوں سے برآمد ہوکر عجائب خانہ لکھنؤ میں رکھا گیا - کتبہ آہنین جو ۱۸۹۴ء میں
موضع بانس کھیڑہ ضلع شاہجہاں پور سے برآمد ہوا - کتبہ جات مختلفہ جو مختلف جگہوں سے
حاصل کیے گئے اور سکہ ہائے شاہنشاہان ہند وغیرہ راقم الحروف نے اس کتاب
میں بلا تعصّب و بلا رو رعایت بے کم و کاست جسقدر حالات معلوم ہوئے اور محقق ہوئے
مندرج کیے ہیں اور جس مقام پر محاکمہ کی ضرورت ہوئی ہے وہ بھی مرقوم کیا ہے۔
بمقتضائے بشریت اگر سہو و خطا ہوئی ہو تو اُس کو نظر عنایت سے دیکھیں اور معاف
کریں والعذر عند کرام النّاس مقبول۔

باب اوّل جغرافیہ ضلع بدایوں

فصل اوّل

(طول و عرض و حدود و رقبہ وغیرہ)

واضح ہو کہ عرض بلد ۲۷ درجہ ۳۸ دقیقہ سے ضلع بدایوں کا شروع ہے اور
۲۸ درجہ ۳۹ دقیقہ پر ختم ہوا ہے اور طول بلد ۷۸ درجہ ۱۲ دقیقہ سے شروع ہوکر
۷۹ درجہ ۳۵ پر ختم ہوتا ہے - اور خاص شہر بدایوں عرض بلد پر جانب شمال ۲۸
درجہ ۲ دقیقہ ۳۰ ثانیہ پر اور طول بلد پر جانب مشرق ۷۹ درجہ ۹ دقیقہ ۴۵

ثانیہ پر واقع ہے۔

اس ضلع کے حدود جو اسوقت ہیں وہ بہ تفصیل ذیل سمجھنا چاہئیں جانب شرق دریائے رام گنگا و ضلع بریلی و ضلع شاہجہاں پور۔ جانب غرب ضلع بلند شہر وحصّہ ضلع علی گڑھ جانب شمال ضلع مرادآباد وحصّہ بریلی و قدرے حصّہ ریاست رام پور۔ جانب جنوب دریائے گنگا و ضلع علی گڈھ و ضلع ایٹہ و ضلع فرخ آباد ہیں۔

ضلع بدایوں کا رقبہ ۱۸۶۴ء کے بندوبست میں کل سرحدی پیمائش سے ۲۶۴ میل تھا اور طول موضع سرؤ سے چاؤپور تک ۴۸½ میل اور عرض موضع سیکری سے بلّیا تک ۴۲ میل اور درمیانی عرض زیادہ سے زیادہ ۲۹ میل اور کم سے کم ۱۱ میل اور کل رقبہ ۲۰۰۱-۵ میل مربع تھا لیکن بندوبست حال میں جسکی رپورٹ مسٹر سٹن صاحب نے ۱۹۰۱ء میں مرتب کی ہے سابق کی نسبت کل ضلع کا رقبہ ۶ میل کم ہوگیا ہی کیونکہ دریا برد ہوگیا۔ اور یہ ضلع سطح سمندر سے ۶۰۸ فیٹ بلندی پر واقع ہی۔

فصل دوم

آب وہوا ضلع بدایوں

آب وہوا اس شہر کی نہایت خوش گوار اور بہ نسبت دیگر اضلاع روہیلکھنڈ کے قدرے گرم ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ یہ شہر دیگر اضلاع روہیلکھنڈ کی نسبت کسیقدر کوہ ہمالیہ سے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس ضلع میں آب وہوا پرگنہ گنّور اور داتا گنج

جو اب تک موجود ہے اور اُنکی اولاد کے قبضہ میں ہے - آبادی اسکی پانچ ہزار یا چھ ہزار کے درمیان میں ہے اب عمدہ عمارت جدید پختہ قلعہ سے باہر ہمارے شفیق خان بہادر شیخ محمد انتظام الدین و شیخ عبد الغفار و شیخ احمد جان صاحب نے تعمیر کی ہیں لیکن راستہ دربار سوت سے دروازہ قلعہ تک بہت خراب ہے وہاں سواری کا جانا بہت مشکل ہے

حضرات شیخو پورہ نے اپنے وقار کو جو بزمانہ شاہی قایم تھا عہد انگلشیہ میں بھی قایم رکھا ہے - شیخ شرف الدین صاحب کو سی - آئی - ای کا خطاب ملا تھا اور اُن کے صاحبزادہ خان بہادر ہیں اور دیگر اقارب بھی معزز و ممتاز اور برٹش گورنمنٹ کے یہاں معزز و ممتاز سمجھے جاتے ہیں - پبلک کاموں میں اکثر فیاضی کا اظہار کرتے ہیں دروازہ جنوبی قلعہ کے متصل آثار تبرکات حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ایک عمارت قدیم میں رکھے ہوئے ہیں - ۵ - محرم الحرام کو ہر سال زیارت تبرکات مذکور کی ہوتی ہے - یہ مکان وقف ہے -

کوٹ سالباھن | جو اب پرگنہ کوٹ کہلاتا ہے اس کو راجہ سالباہن نے بکرماجیت کے عہد میں قلعہ بنا کر آباد کیا تھا - تقریباً ۸۷۵ء میں وہ قلعہ تیار ہوا تھا جسکو زمانہ قریب اٹھارہ سو تیس برس کا ہوا وہ قلعہ اب بالکل منہدم ہو گیا ہے صرف اسکے اونچے ٹیلے بعض مقامات پر باقی ہیں وہاں ایک موضع کوٹ کے نام سے آباد ہے -

قصبہ بلسی | تحصیل سہسوان پرگنہ کوٹ میں بدایوں سے ۱۶ میل جانب

عزب مائل بجنوب واقع ہے اس قصبہ میں ہندو زیادہ آباد ہیں اور تجارت کی
منڈی کا مقام ہے - یہاں میونسپلٹی ہے - اور یہ قصبہ جیسرام تقال نے عہد نواب
وزیر میں بلاسو وغیرہ زمیندار کی اجازت سے آباد کیا تھا اسمیں دو محلہ ہیں - بلسی و
صاحب گنج - صاحب گنج کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مسٹر ڈینہم دھومی مکسول صاحب
بغرض تجارت نیل کے یہاں رہتے تھے انگریزی عملداری سے پہلے یہ قصبہ کوئی مشہور
مقام نہ تھا - اسمیں سرائے و شفاخانہ و ڈاک خانہ و پولیس اسٹیشن ہے اور
اسکول حلقہ بندی کا ہے چند سال سے ڈینہم صاحب کا علاقہ اور کوٹھیات نیل
وغیرہ صاحبزادہ نواب حیدر علی خان صاحب خلف نواب یوسف علیخان بہادر
مرحوم والیئے ملک رام پور نے خرید کر لیا ہے اور اپنی سکونت مستقل مع اہل
وعیال اس مقام بلسی میں مقرر فرمائی ہے - جب سے عمارات پختہ عمدہ نواب
ممدوح نے تعمیر کرانا شروع کی ہیں اور سڑک پختہ بھی وہاں بن گئی ہے اب
زیادہ تر یہ مقام بارونق بوجہ سکونت رئیس کے ہوگیا ہے - اس قصبہ میں ایک مسجد
پرانی مسٹر ڈینہم صاحب کی تعمیر شدہ ہے اور اب دوسری مسجد نواب صاحب
نے تعمیر کی ہے -

بسولی بدایوں سے ۲۴ میل جانب غرب واقع ہے اول اسکا نام بانس واڑی
یا بسوڑ واڑی تھا - کیونکہ بانس بکثرت اس مقام پر پیدا ہوتے تھے سابق میں تین
محلے تھے اب زیادہ محلہ ہیں دوندے خاں کے وقت سے یہ مقام مشہور ہوا
سنہ ۱۷۵۰ء میں دوندے خاں نے ایک قلعہ بنایا تھا جو اب بالکل کھد گیا ہے
اور ورثار دوندے خاں نے فروخت کردیا ہے - اور مسجد و سرائے و عمارت

زنانخانہ و مردانہ اسوقت تک تعمیرات روہیلہ پٹھانوں کی موجود ہیں اور ایک قلعہ
بہت پرانا آبادی سے جانب غرب و شمال تھوڑے فاصلہ پر بنا ہوا ہے جو ویران
پڑا ہے اس قلعہ کی تعمیر کی بابت مورخوں کی رائے میں اختلاف ہے جن لوگوں کا
یہ خیال ہے کہ دوندے خاں نے یہ قلعہ بنایا محض غلط ہے۔ دوندے خاں کا
تعمیر کیا ہوا قلعہ آبادی کے قریب تھا جہاں مسجد دوندے خاں کی ہے اور اب بعد
غدر کھد گیا اور زمین اونچی رہگئی ہے اور یہ قلعہ جو پرانا احاطہ اور در وازہ سے محیط
باقی رہا ہے جسکا حال مفصل ہم آیندہ حکمرانوں کے ذکر میں لکھیں گے اسکی شان
عمارت سے ثابت ہے کہ کئی سو برس کا بنا ہوا ہے عجب نہیں کہ آمد اسلام سے
پہلے کا ہو یا فیروز شاہ تغلق کے عہد کا تعمیر شدہ ہو۔ جو مسجد دوندے خاں کی تعمیر
شدہ خوش قطع ہے اُسپر کندہ تاریخ ذیل کندہ ہے۔

بحسن بنیت آں جوہر عقل ✦ مرتب شد چو ایں قصر معلےٰ
چناں آمد ندا از ہاتف غیب ✦ مکرم مسجد ثانی اقصےٰ

۱۲ ھ ۶۹

اس قصبہ میں تحصیل اور تھانہ و شفاخانہ و مدرسہ ہے اور قواعد میونسپلٹی کے جاری
ہیں اور اب منصفی بھی اس مقام پر ہے۔ آبادی یہاں کی اگرچہ سہسوان سے
کم ہے لیکن طرز آبادی خوش نما ہے قدیمی رئیس سادات و پٹھانوں کی حالت
تنزل میں ہے۔ بقال قوم اگروال اب یہاں جو رہتے ہیں وہ ترقی کر رہے ہیں
ایک مقبرہ دوندے خاں کا بھی بنا ہوا ہے مگر وہ خراب حالت میں ہے۔

اسلام نگر اصل نام سابق میں بیہودہ بنا تھا اور بوقت تالیف کتاب

آئین اکبری سرکار سنبھل کے ماتحت تھا۔ قصبہ کا نام اصلام نگر رستم خاں نے بعہد شمس الدین التمش رکھا۔

منڈیا سناسی پہلے پرگنہ بسولی اسمیں شامل تھا۔ اُس وقت اس کا نام سناسی منڈیا تھا۔ اور آئین اکبری میں ایک جزو سرکار بدایوں کا شامل تھا۔ اس پرگنہ میں تگہ زمیندار پہلے رہتے تھے اب تمام ضلع میں تگا کوئی نہیں رہتا ہے۔ نشانات تباہ شدہ سناسی کے موضع برکھیڑہ کے قریب کہ چار میل بسولی سے جنوب کی جانب واقع ہے۔ اور منڈیا ایک نہایت آباد موضع چھ میل شمال و غرب بسولی سے ہے۔

داتاگنج بدایوں سے سترہ میل جانب شرق واقع ہے۔ اور راربلا ایک موضع اسکے متصل ہے بعض وقت اراربلا کے نام سے اس مقام کو کہتے ہیں۔ صدر مقام تحصیل کا ہے۔ اکثر مکانات خام ہیں اس ضلع میں اس مقام سے کمتر کوئی مقام تحصیل باعتبار قلت آبادی کے نہیں ہے لیکن حدود تحصیل اس کی بہت وسیع ہیں مسلمان کمتر اور اہل ہنود دلقبال زیادہ آباد ہیں اور یہاں شفاخانہ مدرسہ ڈاکخانہ و دفتر رجسٹری و تھانہ و تحصیل ہے اور کوئی بات قابل تذکرہ نہیں ہے۔ داتاگنج میں ایکٹ ۲۰ سنہ ۱۸۵۶ء کے قواعد جاری ہیں۔ میونسپلٹی نہیں ہے۔

سلیم پور آئین اکبری میں پرگنہ سنسا کے نام سے موسوم ہے۔ نواب علی محمد خاں نے اس کو علیحدہ پرگنہ قایم کیا اور اُن کی وفات پر یہ پرگنہ حافظ رحمت خاں کو دیا گیا ہے۔ آئین نہم ۱۸۲۴ء تک بنا وابستہ ہیں سلیم پور سے منتقل ہو کر داتاگنج صدر مقام قایم ہوا۔

اعلیپور واقع تحصیل داتاگنج - بدایوں سے ۱۲ میل جانب جنوب و مشرق واقع ہے اور یہ قصبہ سلطان سید علاء الدین نے جو خضر خانی تھے اپنے نام سے تخمیناً سنہ ۱۲۵۰ع مطابق سنہ ۶۴۸ھ میں آباد کیا اور اپنے نام پر اُسکا نام رکھا۔ اسمیں ایک مسجد بنی ہوئی جو اورنگ زیب کے عہد میں سنہ ۱۰۷۱ھ مطابق سنہ ۱۶۶۰ع میں تعمیر ہوئی - اُس مسجد میں ایک پتھر کندہ ہے - اور ایک ٹکڑا پتھر کا ہے جسپر سنہ ۶۳۰ھ مطابق سنہ ۱۲۳۳ع کھدا ہوا مسجد کے باہر نصب ہے - غالباً یہ پتھر کسی اور مقام کا لگا دیا گیا ہے یا زمانہ سابق میں یہاں مسجد ہوگی جسکا یہ پتھر لگایا گیا۔

اوسہت بعہد اکبر بادشاہ محال بدایوں میں شامل تھا - مگر افغانوں کے زمانہ میں اوسہت ایک علیحدہ پرگنہ قرار دیا گیا - اولاً صفدر جنگ اس پرگنہ پر قابض تھے بعد ازاں حافظ رحمت خاں کے قبضہ میں آیا - اُس کے بعد فتح خاں خانساماں کو یہ پرگنہ بعد فتح جنگ پٹھانوں کے جو بمقام دوہری رسول پور جنگ عظیم ہوئی تھی سپرد کیا گیا تھا اور اُنہوں نے ایک عمدہ قلعہ اوسہت میں تعمیر کیا اب یہ عمارت نہایت خستہ حال ہے پولیس کا تھانہ اُسی میں ہے -

گنور مقام بدایوں سے ۴۴ میل فاصلہ پر واقع ہے یہاں مسلمان بکثرت آباد ہیں اور مکانات خام زیادہ ہیں پختہ مکان بھی بعض رئیسوں کے ہیں اور مقام تحصیل و تھانہ و شفاخانہ و ڈاک خانہ و سرائے و تحصیلی اسکول و ڈاک بنگلہ سنہ ۱۸۶۵ع میں مسٹر کارمیکل صاحب نے بنوایا ہے اور ایکٹ ۲۰ سنہ ۱۸۵۶ع کے قواعد جاری ہیں - وجہ تسمیہ گنور کی یہ ہے کہ سابق میں اس مقام کو باون پوری کہتے تھے - مشہور یہ ہے کہ راجہ بھوج نے چند برہمنوں کو یہ موضع دیا تھا جو تا سو برس تک باون پوری کی

نام سے مشہور رہا - پھر کسی زمانہ عہد اسلام میں شیخ طاہر مجید الدین ایرانی گنور جو ملک ایران میں سبزوار کے قریب ایک قصبہ گنور ہے وہاں کے رہنے والے تھے اس مقام پر بطور سیاحت کے آئے اور معز الدین و تاج الدین اُنکے دو قریب اُنکے ساتھ تھے - شیخ موصوف شاہ مخدوم کے نام سے ملقب ہتے چونکہ یہ موضع برہمنوں کا تھا برہمنوں نے اُنکا قیام کرنا پسند نہیں کیا کچھ جھگڑا ہوا - برہمنوں نے راجہ بھولی سے مدد چاہی راجہ موصوف مع چند ہمراہیوں کے دومیل گنور تک واسطے اخراج شاہ صاحب کے آیا کہ دفعتاً راجہ اور اُسکے ساتھی سب اندھے ہو گئے تب راجہ نے خیال کیا کہ فقیر کی کرامت ہے اور شاہ صاحب سے اپنے قصور کی معافی چاہی - شاہ صاحب کی دعا کی برکت سے راجہ مع ساتھیوں کے بینا ہو گیا اُسوقت راجہ نے یہ موضع اور دیگر جائداد شاہ صاحب کو عطا کی - چنانچہ مخدوم پور ایک موضع متصل گنور اُن کے نام سے آباد ہے اُسوقت سے اس مقام کا نام گنور ہوا کہ مخدوم صاحب گنوری تھے - چار گروہ شیخوں کے یہاں رہتے ہیں - ایک گروہ تاج الدین و معز الدین کی اولاد میں اپنے آپ کو کہتا ہے اور ایک گروہ مخدوم صاحب کی اولاد میں اپنے کو بتاتا ہے - اور تیسرا گروہ چودہریوں کا ہے جو آپ کو شیخزادہ کہتے ہیں - اور چوتھا گروہ قاضی زادوں کا ہے وہ آپ کو شیخ عثمانی کہتے ہیں واللہ اعلم بالصواب -

کچھ دیہات نواب وزیر کے عہد میں مخدوم صاحب کی اولاد کے ضبط ہو گئے اور کچھ باقی ہیں -

اس ضلع میں تھانجات مفصلہ ذیل ہیں

کوتوالی خاص شہر بدایوں - تھانہ بناور - تھانہ اُجھیانی - تھانہ حضرت پور -
تھانہ بلسی - تھانہ سہسوان - تھانہ ظریف نگر - تھانہ بسولی - تھانہ مرزاپور بہٹا -
تھانہ اسلام نگر - تھانہ داتا گنج - تھانہ اوسہت - تھانہ سعد اللہ گنج - تھانہ گنور -
تھانہ ککرالہ - تھانہ رجپورہ - تھانہ وزیر گنج - تھانہ قادر چوک -

سرائے کُل ضلع میں ۱۹ ہیں جنکی تفصیل یہ ہے

خاص بدایوں

سرائے خانساماں - سرائے کارمیکل گنج

ایک ایک

اُجھیانی - کچھلہ - بلسی - سہسوان

ایک ایک دو دو

گنور - بسولی - وزیر گنج - اسلام نگر - بناور - داتا گنج - اوسہت - کٹرہ سعادتگنج

دو ایک ایک ایک ایک ایک ایک ایک

ککرالہ - کمرگانواں -

ایک ایک

فصل پنجم

تبدیلی صدر مقام وحدود ضلع

شروع سلطنت انگلشیہ ۱۸۰۱ء میں پرگنہ جات فیض پور بدریا اور اولائی مختقیل سہسوان کے متعلق تھے اور صدر مقام ضلع کا مرادآباد تھا الاب وہ ضلع ایٹہ میں شامل ہیں ۱۸۰۵ء میں اُجھیانی اوسہت کوٹ سالباہن بدایوں خاص

ضلع بریلی کے متعلق ہو گئے - بقیہ پرگنہ جات منڈیا ستاسی - بسولی سہسوان ضلع مراد آباد کے متعلق بدستور رہے -

اکتوبر سنہ ۱۸۲۳ء میں ضلع سہسوان حصہ جات مراد آباد و علی گڑھ و بریلی سے بنایا گیا اور اس کے پرگنہ جات رجپورہ اسد پور اسلام نگر بسولی ستاسی ضلع مراد آباد سے اور کوٹ سالباہن سہسوان اوسہت - اجھیانی - سلیم پور بریلی سے اور بلرام اور فیض پور بدریا اور سورول اور مارہرہ علی گڑھ سے نکال کر اس نئے ضلع میں شامل کیے گئے - سنہ ۱۸۲۴ء میں تکمیل اس ضلع کی ہوئی - مسٹر ایچ - سوئنٹن صاحب حاکم ضلع مقرر ہوئے اور صدر مقام سہسوان ہوا - علی گڑھ کے پرگنے جو گنگا کے کنارے راہ راست پر تھے وہ علی گڑھ کو دوبارہ سنہ ۱۸۳۴ء میں منتقل کر دیئے گئے سنہ ۱۸۳۸ء میں صدر مقام سہسوان سے بدایوں کو منتقل ہوا اور علی گڑھ والا پرگنہ پٹیالی کو جو اب ایٹہ کے ضلع میں شامل ہے سنہ ۱۸۴۵ء میں منتقل ہوا -

سنہ ۱۸۶۰ء میں چھ[6] تحصیلیں تھیں - اسلام نگر[1] - سہسوان[2] - اجھیانی[3] - سلیم پور[4] - بدایوں[5] - بسولی[6] - اور سنہ ۱۸۹۰ء میں اسلام نگر تحصیل سہسوان میں شامل ہو گیا تھا - سنہ ۱۸۱۲ء میں اوسہت و رجپورہ اور اسد پور کی تحصیلیں تھیں سنہ ۱۸۱۲ء میں رجپورہ اور اسد پور شامل ہو کر گنور میں تحصیل قایم کی گئی - سنہ ۱۸۴۲ء میں سلیم پور کی تحصیل مقام داتا گنج کو منتقل ہوئی سنہ ۱۸۴۳ء میں اجھیانی اور اوسہت کی تحصیلیں دور کر دی گئیں - اور پرگنہ جات اجھیانی اور اوسہت تحصیل بدایوں میں شامل کیے گئے - اور پرگنہ کوٹ سالباہن جو اجھیانی میں شامل تھا تحصیل سہسوان میں شامل

کامیابی نہوتی تھی۔ اُنھوں نے اپنے روزنامچہ میں لکھا ہے "کہ جسقدر
میں انتظام کرتا تھا بلوہ فرو نہوتا تھا۔ غارتگری روز بروز ترقی پذیر تھی"۔
جب صاحب ممدوح نے یہ کیفیت دیکھی تو اُنھوں نے فوراً اپنی بی بی اور
بچوں کو مقام نینی تال کو روانہ کر دیا اور وہاں وہ حفاظت سے پہونچ گئے

تاریخ ۱۶ رمضان المبارک ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء یوم دوشنبہ کو میرے عم مکرم صبحکو
سوار ہوکر کچہری تشریف لے گئے تھے۔ چونکہ مہینہ جیٹھ کا تھا کچہری عدالت دیوانی صبح سے
ہوتی تھی میں ایک مکان سے بالاخانہ پر کہ جو قاسم جان کی گلی کے کنارہ پر جانب شرق
لب سڑک مقابل کوچہ اد بینہ بیگ خاں کے چھوٹے مرزا صاحب کا مشہور تھا اور
اسوجہ سے کہ دیوان خانہ جناب دادا صاحب میں ایک بیگم صاحبہ جو چھوٹی بیگم کرکے مشہور
تھیں اور وہ کسی یورپین کی بی بی تھیں اور اُن کی لڑکی عیسائی کسی عہدہ جلیلہ پر مامور تھے اور
اُن کو دو سو روپیہ ماہوار کی پنشن یا کسی بنک سے جیب خرچ ملتا تھا اور وہ نہایت
بوڑہی بیگم تھیں بہت روزوں سے رہتی تھیں۔ جبکہ دادا صاحب اپنے وطن قدیمی
بدایوں میں تشریف لائے تھے اُن کو کرایہ پر دے دیا تہا اس لیئے چچا صاحب نے
وہ بالاخانہ نشست کو لے لیا تھا۔ اور میرے اُستاد محمد حسین صاحب جو نگینہ ضلع بجنور کے
رہنے والے تھے وہاں طالب علمی کے طریقہ پر گئے تھے مقیم تھے اور مجھکو پڑہایا کرتے تھے
اتفاقاً اُس تاریخ پر میں مع اپنے چھوٹے بھائیوں کے اُن سے سبق پڑہتا تھا اور نواب
ولی داد خاں صاحب جاگیردار مالا گڈہ ضلع بلند شہر جو رئیس دہلی تھے اُسوقت دادا
جد امجد کے پاس تشریف لائے تھے اور چھوٹے مرزا صاحب بھی (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

اُس کے ایک ہفتہ کے بعد ضلع میں بلوہ اور خونریزی کھُلم کھُلا شروع ہوگئی
گنگا پار ہوکر بدایوں کے محاذ ضلع ایٹہ میں زیادہ بدانتظامی تھی اور
اُسی طرف سے یہ بدانتظامی پرگنہ اسدپور ضلع بدایوں میں پہونچی۔
آگرہ۔ اور کلکتہ کی ڈاک بالکل مسدود ہوگئی۔ ضلع مرادآباد میں حجبٹ کے

موجود تھے بازار کی طرف کھڑکی میں نواب ولی دادخاں بھاگتے تھے قریب نو یا دس
بجے دن کے مجھکو میرے اُستاد نے چھٹی دی میں اپنے بھائیوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے
کہ وہ چھوٹے تھے قاسم جان کی گلی کے پھاٹک سے ثناءاللہ جی عرف سنو جی کے مسجد
کے قریب تھا اور رودگردوں کی گلی میں جانا چاہتا تھا کہ اپنے زنانہ مکان کو جاؤں جہاں
میری والدہ و دادی وغیرہ تھیں کہ کیا دیکھتا ہوں کہ جانب شرقی قاضی کے حوض کی جانب
سے دو یا تین سوار گھوڑے سرپٹ بھگاتے ہوئے جانب غرب لال کنوئیں کی طرف کو
جاتے ہیں اور وہ خیال نہیں کرتے کہ بازار میں کوئی دب جائیگا مجھکو خوب یاد ہے کہ نواب
ولی دادخاں نے اُسوقت کھڑکی بالاخانہ سے سر باہر کرکے بہ آواز بلند مجھسے کہا کہ (لڑکے بچ)
میں ہٹکر اپنے بھائیوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے ایک دیوار سے لگ گیا اور وہ سوار میرے
قریب سے نکل گئے اور دفعتاً دُکانیں بازار کی بند ہونا شروع ہوگئیں اور لوگ یہ کہتے تھے
کہ روم وروس کی فوج قاضی کے حوض تک آگئی میں بھاگ کر اندر زنان خانہ کے پہونچا
اور اپنی جدہ ماجدہ سے یہی کہا کہ بازار بند ہوگیا اور روم وروس کی فوج آگئی وہ مجھپر
بہت خفا ہوئیں اور فرمانے لگیں کہ ہمارے خاندان میں کوئی جھوٹ نہیں بولا کرتا ہے
تو کیا ابھی اس عمر میں جھوٹ بولنا سیکھتا ہے میں نے قسم سے کہا کہ (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

سپاہیوں نے جیلخانہ کو توڑ ڈالا۔ مسٹر کیمبل صاحب جائنٹ مجسٹریٹ ضلع مرادآباد نے مجسٹریٹ بدایوں کو اطلاع دی کہ بجو خاں قیدی جو ضلع بدایوں کا تھا اس جیلخانہ سے گروہ قیدیوں کے ساتھ فرار ہو گیا ہے۔ یہ بجو خاں وہ شخص تھا کہ جس نے مسٹر کوٹ صاحب جائنٹ مجسٹریٹ بہادر بدایوں کو

سوار جاتے ہوئے میں نے بھی دیکھے اُنہوں نے باور نہ کر کے میرے ایک ہلکا سا طمانچہ مار کہ اب جھوٹی قسمیں بھی کھاتا ہے۔ الغرض اسی عرصہ میں میرے جد بزرگوار بھی تشویش کی حالت میں تشریف لائے اور اُنہوں نے فرمایا کہ (عزیز) یعنی میرے چچا کو بتایا کہ وہ باہر شہر کے کچہری میں ہیں اور شہر میں غدر ہو گیا۔ سنا ہے کہ میرٹھ کی فوج کے کچھ سپاہی باغی ہو کر یہاں آ گئے ہیں اور قتل و غارت گری ہوتی ہے۔ راستے آمد و رفت شہر کے آنے جانے کے بند ہیں۔ اسی عرصہ میں بحکم صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع ڈھنڈھورا پٹا یعنی منادی ہوئی کہ سب لوگ دکانیں کھولیں چند باغی میرٹھ سے آئے ہیں اُن کا انتظام ہو جائیگا اس کے دس یا پندرہ منٹ کے بعد میرے چچا کچہری سے پالکی میں تشریف لائے تو اُنہوں نے بیان فرمایا کہ کچہری میں جب خبر بلوائیوں کی ہوئی تو مفتی صدر الدین صاحب آزردہ تخلص جو اسوقت بعہدہ صدر الصدوری ممتاز تھے فوراً اپنا اجلاس برخاست کر کے چلے گئے وکلا نے مسٹر لیبس صاحب بہادر جج سے اس خبر کو کہا وہ انفصال مقدمات میں مصروف تھے اُنہوں نے بھی اجلاس برخاست کیا اور سب وکلا و عمال روانہ ہوئے وہ یہاں تک پہنچے تھے کہ جب شہر پناہ کی کشمیری دروازہ پر آئے تو وہاں کواڑ بند تھے اور تلنگے فوج سرکاری کے پہرے پر تھے وہ کواڑ نہیں کھولتے تھے۔ کہتے تھے کہ باغی گھس آئینگے اُن سے بہت منت سماجت کی کہ ہم (بقیہ لوٹ صفحہ آئندہ)

قبل غدر زخمی کیا تھا - اور دو برس تک مفرور رہا تھا - آخر مسٹر
ایڈوارڈس صاحب مجسٹریٹ ضلع کی کوشش سے گرفتار ہوا اور مقید بہ
حبس دوام ہو کر ضلع مرادآباد کے جیلخانہ کو بھیجا گیا تھا ہنوز عبور دریائے شور
نہوا تھا کہ جیلخانہ مرادآباد کے ٹوٹنے سے بدایوں کی طرف بھاگ آیا - یہ خبر

کچہری کے ملازم و وکلا ہیں ہمکو جا ملے دو لیکن وہ کب سنتے تھے اتفاقاً مسٹر لباس صاحب جج بہادر
اپنی بگھی بھگائے ہوئے پریشان حالت بن اُس طرف سے گذرے اور اُنہوں نے کواڑ
کھلوا کر اندر شہر کے کرادیا - پھر صاحب بہادر اپنی اور ایک میم کی جان بچا کر علی پور کی راہ چلے
گئے بعنایت الٰہی صحیح و سلامت بچ گئے اگر وہ شہر میں آتے تو ضرور مارے جاتے یہاں تک
میرے چچا صاحب نے وہ مدا اپنے شہر میں آنے کا کہا کہ اب شہر میں لوٹ مار کا بازار گرم
ہو گیا اور بازار بالکل بند ہوا بلوائی اور اُن کے ساتھ شہر کے چند اوباش اکٹھے ہو گئے
اور انگریزوں کی تلاش جابجا شروع ہوئی اور شہر کی لالٹینیں جو کھمبوں میں لگی تھیں وہ
توڑنا شروع کردیں اور لکڑیاں اُکھاڑ ڈالیں کہ یہ بھی انگریزوں کی بنائی ہیں پھر اُسی روز
قریب سہ پہر کے کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ہاتھی پر مرزا ابوبکر شاہزادہ کم عمر کو باغیوں نے سوار
کرا کے اور ایک منادی نواز آگے آگے یہ منادی کرتا ہوا کہ ملک بادشاہ کا حکم بادشاہ کا
کہ اب سرکار کمپنی کی عملداری گئی کوئی دکاندار دکان بند نہ کرے اور دکانیں کھولے ورنہ
سزا ہو گی خدا کی شان کا ایک نمونہ نظر آیا ایک دن میں دو ڈھنڈورے چند گھنٹوں کے
اندر دو حکمرانوں کے نام سے ہمنے پٹتے ہوئے دیکھے کیا انقلاب ایک دم میں ہو گیا - اب یہ سُنا
کہ صاحب کمشنر بہادر مارے گئے باوجودیکہ اُنکی اردلی میں چند سوار (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

سنکر مجسٹریٹ ضلع بدایوں نے اپنی حفاظت کا بندوبست کیا۔ مگر کسی پلیسین
پر اُن کو اطمینان نہ تھا۔ نہ یہ وقت اطمینان کا تھا۔ ضلع کے مغربی حصہ میں
عام طور پر خلاف ورزی قانون شروع ہوئی اور لوٹ مار ہونے لگی۔ دو
زمیندار پرگنہ اسد پور کے جو قوم کے ٹھاکر تھے۔ موضع پتریا میں اہیروں کے ہاتھ سے

نواب جھجر کے اُن کی سواری کے وقت اکثر ہوتے تھے اُسوقت بھی تھے لیکن ان نمک حراموں
نے کچھ نہ کیا دو باغی سوار صاحب بہادر کی بگھی کے پیچھے گھوڑا دوڑا کر بہ ارادہ قتل متعاقب
ہوئے صاحب بہادر نے ایک سوار اردلی کی بندوق لیکر فیر کی ایک سوار گولی کھا کر گر گیا
دوسری بندوق صاحب کو بھری ہوئی اُن کے سوار اردلی نے نہیں دی اُنہوں نے
اپنی بگھی بھگائی قلعہ کے نزدیک آکر اُتر کر قلعہ کے اندر گئے اور پوربیہ سپاہیوں نے جو
گارد فوج کا تعینات رہتا تھا اُن سے کہا کہ دروازہ قلعہ کا بند کرو باغی آتا ہے اُس نے
دروازہ بند نہیں کیا صاحب بہادر قلعہ دار انگریز کے پاس جو قلعہ کے دروازہ پر رہتا تھا
اوپر چڑھکر چلے گئے سنا ہے کہ وہ سوار قلعہ کے دروازہ پر آکر اُترا اور شاید اور بھی اُسکے
ساتھی اُس کے اوپر چڑھ گئے اور صاحب بہادر اور قلعہ دار کے بال بچّوں کو اُن بیرحموں
نے قتل کیا۔ اب جا بجا قتل شروع ہو گیا لوگوں نے اپنے اپنے دروازے بند کر لیئے اور
اپنی حفاظت کے لیئے گھروں میں بیٹھے پھر قریب شام کے ایک بہت بڑی آواز مہیب ہوئی
اور سیاہ گرد آسمان پر چھا گئی لوگ حیران تھے کہ یہ کیا آفت آئی معلوم ہوا کہ میگزین
سرکاری اُڑ گیا ایک جوانمرد انگریز اُس میگزین کے اندر محبوس ہو گیا تھا۔ اُس نے دیکھا
کہ میری جانبری کی کوئی صورت نہیں ہے۔ تب اُس نے (بقیہ نوٹ الصفحہ آئندہ)

مارے گئے۔ تیسرے شخص مسلمان مسمئے یوسف خاں کو راجپوتوں نے
تھانہ بناور میں قتل کر دیا۔ ۲۵ مئی ۱۸۵۷ء کو مسلمانوں کی عید الفطر کا روز
تھا اُس دن مجسٹریٹ ضلع کو یہ غلط اطلاع کسی نہ کسی طرح پہونچی کہ یہاں کے
اہل اسلام بعد نماز عید بلوہ کرینگے۔ صاحب مجسٹریٹ نے یہ خبر سُنکر

میگزین میں آگ دیدی اور اپنے کو ہلاک کیا اور جو باغی اُس کے نزدیک تھے وہ اور بہت
سے تماشائی اور اشخاص راہ گیر بھی اُڑ گئے بلکہ گرد و نواح کے مکانات کو اُس میگزین کے
اُڑنے سے صدمہ پہونچا۔ الغرض وہ دن اور رات جس مصیبت سے گذری کچھ بیان نہیں
ہو سکتا ہے۔ اب گویا بالکل عملداری سرکار کمپنی بہادر کی شہر سے اُٹھ گئی دوسرا دن ہوا
تو باغیوں کو انگریزوں کی تلاش درپیش ہوئی شہر میں جو ملازم یا خیر طلب سرکار تھے
یا جن لوگوں کے نام مخبروں نے لیے کہ اس کے گھر میں کوئی یورپین مرد یا عورت یا
بچہ یا عیسائی ہے اُس کے گھر پر دوڑ آئے اور خانہ تلاشی اور لوٹ شروع ہو گئی ہمارے
دادا اور چچا پر بھی ایک آفت دوسرے روز آئی اور وہ یہ تھی کہ چھوٹی بیگم جس کا ذکر ہم
اوپر کر چکے ہیں ہمارے دیوانخانہ میں عرصہ دراز سے کرایہ پر رہتی تھی اُسکے قتل اور لوٹ
کے لیئے باغی آئے اور دادا صاحب اور چچا صاحب سے کہا کہ تم نے انگریزوں کو چھپایا ہے
اور تمہارے اس دیوانخانے میں جو انگریز ہے اُسکو بتا دو انہوں نے کہا کہ وہ تو مسلمان ہے
اور اپنے لڑکوں سے علیحدہ رہتے ہوئے مدت ہوئی وہ اپنی جان کے خوف سے
کل کے دن سے بیچاری کہیں چلی گئی ہے اور اُس کے نوکر چاکر بھی بھاگ گئے اسباب
اور لڑکا اور دو ملازم ہیں اور ہمارے پاس کوئی نہیں ہے (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

مشاہیر مسلمانوں کو اپنے بنگلہ پر طلب کیا اُن کا مشورہ شہر میں امن قایم رکھنے کی بابت لیا۔ اور اُن کو اُسوقت تک بنگلہ سے جانے نہ دیا جبتک کہ عید کی نماز کا وقت نہ گذر گیا۔ اُن میں سے بعض اشخاص کو یہ امر ناگوار گذرا کہ ہمکو نماز عید ادا نہیں کرنے دی۔ اسبات پر عام جماعت میں ایک سخت شورش

وہ حرامزادے کب ماننے تھے پھر سب محلہ والے اور دیگر محلوں کے عمائد لوگ دادا صاحب کے کہنے سے جمع ہوگئے اور اُن مفسدوں میں بعض اہل شہر ہی ایسے تھے جو ہماری خاندانی حالت اور ہمارے دادا صاحب مرحوم سے واقف تھے بعض اُن کے ملازم رہے تھے۔ تب سب مجمع نے بالاتفاق شہادت دی کہ وہ بیگم مسلمان ہے اُس کے اسباب کو نہ لوٹو اور ان مالکان مکان سے کچھ باز پرس نہ کرو۔ بارے خدا خدا کر کے ہمارے بزرگوں اور عزت دار عورات کی جان و مال کو ان ظالموں کے ہاتھ سے نجات ملی۔

اب جابجا سے فوجیں جو باغی ہوگئیں تھیں دہلی میں آنی شروع ہوگئیں۔ قریب پچاس ہزار سپاہ پیدل و سوار شہر دہلی کے اندر و باہر جمع ہوگئے اور انگریز لوگ کچھ روز دن کالی پہاڑی پر جو شہر کی جانب غرب و گوشہ شمال ہے اور کشمیری دروازہ و لاہوری دروازہ سے بہت فاصلہ نہیں ہے اپنا لشکر فراہم کر کے مقابلہ کو مورچہ قایم کر کے مستعد جنگ ہوئے ہر روز صبح سے فوج مقابلہ کو شہر سے جایا کرتی تھی اور پہاڑی پر سے فوج انگریزی اُتر کر مقابلہ ہوا کرتا تھا اور دونوں جانب سے آدمی قتل ہوتے تھے انگریزی فوج نے چند مورچہ پہاڑی پر توپوں کے قایم کیے تھے اور شہر کی فصیل پر کشمیری دروازہ و لاہوری دروازہ وغیرہ پر اور شمن برج پر فوج باغی نے توپوں کو لگایا تھا تمام رات ہر دو جانب سے گولہ باری ہوتی تھی (بقیہ نوٹ صفحہ آیندہ)

اندر بے ہمی پیدا ہوگئی مگر عمائد مسلمانوں نے عوام کی اس بے ہمی کو فرو کر دیا اور کسی قسم کا ہنگامہ ہونے نہ دیا۔ مجسٹریٹ ضلع کو اس امر کی نہایت فکر تھی کہ ایسا نہ ہو شہر میں بلوائی بلوہ کریں اور خزانہ لوٹ لیں۔ خزانہ کی حفاظت پر گارڈ فوج دیسی پلٹن نمبر ۲۸ بریلی کا متعین تھا مگر وہ بزدل تھا اور انہوں کو ئی

شہر کے اندر کے مکانات جو پہاڑی کے قریب واقع تھے وہ سب شکستہ ہو گئی تھی اور بازاروں اور گلیوں میں جیسے بم کے گولے۔ پھٹ کر اور ٹکڑے ہو کر گرتے تھے تو اکثر اشخاص زخمی ہوتے تھے چنانچہ ایک روز قریب نماز مغرب کے اس بالاخانہ پر جس کا میں اوپر ذکر کر چکا ہوں ایک گولہ بم کا آکر پھٹا میں بھاگ کر مع اپنے چچا صاحب کے اندر چلا گیا اور میرے استاد مولوی محمد حسین صاحب بدحواسی میں چارپائی کے نیچے جو صحن میں پڑی تھی چھپے اس حرکت پر انکی سب لوگ ہنستے رہے کہ چارپائی ان کو کیا پناہ دے سکتی تھی اگر گولہ یا کوئی ٹکڑہ گرتا۔ بارے خیر گذری کہ وہ بچ گئے اور ایک ٹکڑا گولہ کا ہمارے ایک دوسرے مکان میں ایک تیلی رعایا رہتا تھا اس کے گھٹنے کے پاؤں میں لگا فوراً پاؤں ٹوٹ گیا۔ چار مہینے تک یہ حال تھا کہ شہر کے اندر کوئی فرد بشر اطمینان سے نہیں رہتا تھا ہر وقت ملک الموت کا سامنا تھا مکان میں روئی کے لحاف گودڑیاں پانی میں تر کر کے رکھی رہتی تھیں۔ جسوقت گولے قلعہ شکن آکر گرتے فوراً اسپر یا چہپائے تر ڈالدیئے جاتے تھے تاکہ وہ سرد ہو کر اسی جگہ رہجائیں۔ الغرض چار مہینے کوئی دن اہالیان شہر پر بہت سختی سے گذرے۔ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو دس یا پندرہ روز بعد ایک اور واقعہ پیش آیا۔ حکیم محمد احسن اللہ خاں وزیر ابوظفر بادشاہ پر تلنگوں کو شبہ اس امر کا ہوا کہ یہ انگریزوں سے ملے ہوئے ہیں۔ (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

زیادہ معتبر ہوتی تھیں اسمیں اکثر بے عنوانی پائی گئی تو بموجب قانون ۷ ا۳ سنہ ۱۸۰۳ء
رجسٹرار عدالت ججی بریلی و مراد آباد کو حکم رجسٹری اس ضلع کا عطا ہوا پھر ۲۱ سنہ ۱۸۱۲ء میں
موقوف ہوگیا۔ قاضیوں کے متعلق رجسٹری تھی اور اسی سال ۱۲ سنہ ۱۸۱۲ء ہندو پنڈت اور
مفتی مسلمان واسطے ہوسنہ جات اور فتاوے کے مقرر ہوئے بعدہٗ بموجب
قانون ۷ سنہ ۱۸۳۲ء کام رجسٹری کا صدر الصدور کے متعلق کیا گیا۔ پھر بموجب
قانون ۳۰ سنہ ۱۸۳۸ء کام رجسٹری کا منصفوں کے متعلق کیا گیا۔ انکو فیس رجسٹری
کی ملتی تھی ۱۸۶۲ء میں صدر امین بدایوں رجسٹرار مقرر ہوئے بعد ازاں
سنہ ۱۸۶۴ء بموجب قانون ۱۶ سنہ ۱۸۶۴ء میں عہدہ رجسٹرار و سب رجسٹرار قایم ہوئے
اور رجسٹری متعلق تحصیلداروں کے ہوئی سوائے تحصیل بدایوں کے جو صدر امین
کے متعلق رہی اور رجسٹرار ضلع جج ضلع کے ہوئے۔

تحصیلداروں سے رجسٹری نکالی گئی ہر تحصیل میں علٰحدہ
سب رجسٹرار جزواً تنخواہ اور جزواً فیس سے مقرر کیئے گئے۔ چنانچہ اب تک اسی
طور سے عملدرآمد ہے ۱۸۹۶ء تک محکمہ رجسٹری متعلق جج صاحب ضلع شاہجہانپور
بحیثیت رجسٹرار ضلع کے رہا۔ اور اب کل ضلع کی رجسٹری کا محکمہ متعلق جج مراد آباد
بحیثیت رجسٹرار ضلع کے ہے۔

ضلع بدایوں والوں کو نہایت درجہ تکلیف ہے یعنی رجسٹری کے کام کے واسطے اور
نقول لینے کے لیئے ضلع مراد آباد جانا پڑتا ہے اور دیوانی کے واسطے ضلع
شاہجہانپور اور فوجداری کی اپیل کے واسطے بعض وقت بجنور اور بعض وقت
مراد آباد جہاں اڈیشنل جج مراد آباد موجود ہوں جانا ہوتا ہے اور صرف کمشنر

اور سختی سفر برداشت کرنا پڑتی ہے - اہالیان بدایوں نے ایک میموریل صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر صوبہ متحدہ کی خدمت میں بایں مضمون کہ ضلع بدایوں میں ہاتھ کا کام جج و سب جج علیحدہ ہونا چاہیئے جیسا کہ سابق میں تجویز ہوا تھا بھیجا گیا تھا اس پر گورنمنٹ غور فرمائی تھی ہے اور تفتیشات تعداد مقدمات ضلع بدایوں طلب ہوئے ہیں بظاہر بوجہ اخراجات زائد کے یہ امید بہت کم معلوم ہوتی ہے کہ بدایوں میں ججی علیحدہ قایم ہو اگر کچھ اور انتظام محض تقرر سب ججی کیا گیا تو اس سے اہالیان بدایوں کو کچھ فائدہ نہیں ہے کیونکہ زیادہ تر انکو تکلیف مقدمات فوجداری و صیغہ رجسٹری سے ہے - رجسٹری کی نقول ہر ایک مقدمہ دیوانی میں درکار ہوتی ہیں اور معائنہ رجسٹروں کا کرنا ضروری ہے اور یہ تکلیف اُسوقت رفع نہیں ہوسکتی ہے جبتک کہ ایک جج بدایوں میں علیحدہ با اختیار کامل مقرر نہ کیا جائے -

ہمکو امید ہے کہ گورنمنٹ عادل بہت جلد غور فرما کر اس تکلیف کو رفع فرمائے گی ورنہ اقل درجہ صیغہ رجسٹری کو بدستور ضلع شاہجہانپور کے متعلق کرنا چاہیئے جہاں کام دیوانی بھی متعلق ہے -

فصل ہفتم

حالات بندوبست مالگذاری ضلع

سنہ ۱۸۰۲ء سے عملداری گورنمنٹ انگلشیہ کی بدایوں میں ہوئی نواب وزیر نے جبکہ وہ قرضہ جو بمعاوضہ جنگ روہیلوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو نہیں دیا تب اُس کے

تنقلے ضے پر نواب وزیر یعنی نواب سعادت علی خاں نے مطابق عہدنامہ مورخہ
۱۴ نومبر ۱۸۰۱ء جو لارڈ ویلزلی صاحب بہادر گورنر جنرل اور نواب کے درمیان
ہوا ملک روہیلکھنڈ جنمیں بدایوں بھی شامل ہے کمپنی کو تفویض کر دیا اور یہ ملک
مفوضہ کہلایا گیا اور کل روہیلکھنڈ میں دو ضلع مقرر ہوئے ایک بریلی اور دوسرا
مرادآباد۔ بدایوں کے کل پرگنات ضلع مرادآباد کے متعلق ہوئے پھر ۱۸۰۵ء
میں تغیر و تبادل اس طور پر ہوا کہ پرگنہ سہسوان و بدایوں و کوٹ و اُجھیانی
و اوسہت و سلیم پور مرادآباد سے خارج ہوکر ضلع بریلی میں شامل کیے گئے اور
باقی پرگنہ سہسپورہ - اسد پور - ستاسی - بسولی - اسلام نگر - ضلع مرادآباد میں
بدستور رہے بعدہٗ بموجب حکم گورنمنٹ مورخہ ۳۱ - اکتوبر ۱۸۲۳ء ماہ فروری ۱۸۲۴ء
سے یہ ضلع علیحدہ مقرر ہوا - اور سہسوان اسکا صدر مقام قرار پایا - مسٹر سوئینٹن ہم
صاحب کلکٹر مقرر ہوئے قانون ہفتم ۱۸۲۲ء کا عملدرآمد شروع ہوا ۱۸۲۶ء میں
مسٹر سوئینٹن ہم تبدیل ہوئے اور ان کے جانشین مسٹر جے وائٹ صاحب مقرر
ہوئے یہ کلکٹر اپنے ماتحتوں کے اختیار میں تھے - اس لیے ضلع کی حالت ۱۸۲۷ء
لغایت ۱۸۳۲ء نہایت خراب رہی - مئی ۱۸۳۳ء میں انکی معطلی کا حکم پہونچا - اس
رنج والم سے انہوں نے بمقام سہسوان تنچہ مار کر خودکشی کر لی - بعدہٗ مسٹر سینڈ برون
صاحب کلکٹر مقرر ہوئے اس سے پہلے سات بندوبست اس ضلع کی عملداری
گورنمنٹ انگلشیہ میں ہوچکے تھے جیسا کہ نقشہ آئندہ سے ظاہر ہوگا - اب مسٹر
مسینجٹ ہیرولڈ نے بموجب آئین نہم ۱۸۳۳ء بندوبست ہشتم شروع کیا - مسٹر رون
اور مسٹر کلارک اور مسٹر لونی بھی اس کار بندوبست میں بہ ماتحتی ان کے کام تشخیص

جمع کا انجام دیتے تھے۔ مسٹر سینڈبرون نے پرگنہ سہسوان۔ اسلام نگر۔ بلیم پور۔
اجھیانی۔ بدایوں۔ اوسہت اور کوٹ کی جمع تشخیص کی اور اُن کے حدود مقرر
کیے۔ اور مسٹر کلارک نے پرگنہ رجپورہ۔ بسولی۔ ستاسی کا بندوبست کیا۔ اور
مسٹر لوئی نے پرگنہ اسدپور کی جمع تشخیص کی بعدہ مسٹر ٹمنس نے ترمیم بندوبست پرگنہ
اسلام نگر۔ و اوسہت کی فرمائی۔ جمع کل ضلع کی اس بندوبست میں اولاً لعہ لکھ
[illegible] روپیہ منظور ہوئی تھی لیکن دوران بندوبست کے جمع ترمیم ہو کر
اضافہ [illegible] کا ہوا اور کل جمع بوقت ختم بندوبست کے لکھ [illegible]
روپیہ تھی۔

بندوبست کی جمع و رقبہ کا حال اس نقشہ سے جو ہم دیتے ہیں بابت حالات بندوبست
شاہی و انگریزی بخوبی معلوم ہوگا۔ صفحہ آیندہ دیکھو۔

نقشہ رقبہ و جمع مشخصہ بندوبست من ابتدائے بندوبست عہد اکبری لغایتہ بندوبست حال ۱۸۹۵ء متعلق ضلع بدایوں

نمبر	بندوبست بہ اہتمام	میعاد	سنہ ابتدائی	سنہ انتہائی	رقبہ بموجب آئین اکبری	اضافہ رقبہ	کمی رقبہ	جمع	اضافہ جمع	کمی جمع	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
	بموجب آئین اکبری بندوبست عہد اکبری	۰	۰	۰	۹۲۴۳۳۰	۰	۰	۳۶۸۲۰۰ خالص ۳۰۴۴۳ ۳۹۸۹۴۳	۰	۰	
۱	بندوبست اول بعہد انگریزی	۳ سال	سنہ ۱۸۰۳ء مطابق سنہ ۱۲۱۱ف	سنہ ۱۸۰۵ء مطابق سنہ ۱۲۱۳ف	۰	۰	۰	۷۴۰۴۶۱	۳۴۱۸۲۸	۰	اس بندوبست میں بوجہ قحط سالی کلکٹروں کو وصول مالگذاری میں بہت دقت ہوئی اور یہ بندوبست اُن ہی لوگوں سے کیا گیا جنھوں نے زیادہ جمع دینے کا اقرار کیا از اں بعد فرار ہو گئے۔
۲	" دوم	"	سنہ ۱۸۰۶ء مطابق سنہ ۱۲۱۳ف	سنہ ۱۸۰۸ء مطابق سنہ ۱۲۱۵ف	۰	۰	۰	۷۰۹۹۱۳	۰	۳۰۵۴۸	اس بندوبست میں مالکان دیہات کے ساتھ انتظام کیا گیا اور جس نے انکار کیا تو ٹھیکہ داروں کو دیہات دلائے گئے اور جو ٹھیکہ داروں نے انکار کیا تو خام تحصیل ہوئی۔

نمبر	نام بندوبست	میعاد	سنہ ابتدائی	سنہ انتہائی	رقبہ بحساب ایکڑ	اضافہ رقبہ	کمی رقبہ	جمع	اضافہ جمع	کمی جمع	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
											استقدر جمع کمی جو خانہ ۹ میں دکھلائی گئی۔
۹	بندوبست نہم بموجب آئین نہم سنہ ۱۸۳۱	۳۰ سال	سنہ ۱۸۶۴ء مطابق سنہ ۱۲۷۱ف	سنہ ۱۸۹۴ء	۱۲۸۰۹۶۱	۶۰۳۷۱	۰	۱۰۵۷۰۷۷ خالص جمع ۱۳۲۰۶۷۰ نذرانہ ۳۴۸۰۱	۱۲۸۵۹۹	۰	یہ وہ رقم ہے جو واقعی وصول ہوتی ہے اسکے علاوہ ۵۳۹۱-۰ جمع فرضی ہے جو معافیات برتحریر ہوئی تھی کل جمع معہ معافیات ۱۱۳۲۲۴۵۸ تجویز ہوئی تھی جمع جدید سنہ ۱۸۶۴ء سے وصول ہونی شروع ہوئی
۱۰	" دہم	"	سنہ ۱۸۹۵ء	سنہ ۱۹۲۴ء	۱۱۴۸۴۱	۰	۸۶۱۳۰	۱۳۶۵۸۴۵ خالص جمع ۱۳۲۰۶۷۰ نذرانہ ۴۵۱۷۵	۳۰۸۷۶۸ خالص جمع ۳۰۳۳۹۳ نذرانہ ۹۳۷۵		خانہ ۹ میں وہ رقم دکھلائی گئی ہے جو گورنمنٹ کو واقعی وصول ہوتی ہے علاوہ اسکے ۶۶۶۱۳ وہ رقم ہے جو معافیات پر فرضی مشخص ہے اور وصول نہیں کیجاتی ہے اس حساب سے کل جمع تجویز شدہ ۱۴۳۲۴۳۲ ہے۔
											کمی رقبہ جو خانہ ۸ میں دکھلائی گئی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اسقدر رقبہ بوجہ دریا برد ہوجانے دیہات ملحقہ گنگا و رام گنگا کے دیگر اضلاع میں شامل ہوگیا۔

بندوبست نہم میں مسٹر کارمیکل صاحب نے بہت نیکنامی حاصل فرمائی یعنی تشخیص جمع
کا کام نہایت مشکل تھا۔ اور مہتمم بندوبست ایک ایسے تنگ راستہ پر چلا کرتے ہیں
کہ جن میں ہر دو جانب خندق عمیق ہوتی ہیں کہ اگر ذرا بھی قدم راستہ سے کسی جانب
کو نیچا پڑا تو ہلاکت کا احتمال ہوتا ہے

ہماری مراد اس تحریر سے یہ ہے کہ مہتمم بندوبست کے فرائض منصبی نہایت اہم اور
مشکل ہیں یعنی اگر انہوں نے سختی کی نگاہ سے گورنمنٹ کی جانب داری پر خیال فرما کر
جمع تشخیص کی تو اُس سے غریب رعایا کی ہمیشہ کے واسطے حق تلفی ہوتی ہے اور
اگر نرمی کو کام فرمایا تو گورنمنٹ کا نقصان - پس ایسی حالت میں مسٹر کارمیکل صاحب
نے جادۂ اعتدال اور راستی سے قدم کو نہ بڑھایا - اور معقول جمع حالت موجودہ پر
پر تجویز فرمائی - تاہم بعض زمینداران پر جمع سنگین بھی اتفاقیہ متشخص ہو گئی کہ جسکی وہ
ادا کے متحمل نہ ہو سکے اور اُن کی جائدادیں برباد اور نیلام ہوئیں - لیکن ایسے کمتر
زمیندار تھے جن پر یہ اثر پڑا - مسٹر کارمیکل صاحب نے آئین نہم ۱۸۳۳ء کی جمع سے
لاکھ [illegible] روپیہ اضافہ فرمایا -

آئین نہم ۱۸۳۳ء کی جمع بھی اس ضلع کی حالت کے لحاظ سے نرم نہ تھی بلکہ اُس سے
پیشتر اوایل میں جو جمع مقرر ہوئی تھی اُسکے وصول میں کارپردازان گورنمنٹ کو
وقت اُٹھانی پڑتی تھی - چنانچہ بندوبست چہارم میں جبکہ لاکھ [illegible] روپیہ
ضلع کی جمع تشخیص ہوئی تھی بہت سے دیہات بقایائے مالگذاری کی علت میں
نیلام ہوئے - اور جن دیہات کا خریدار نہ ہوا وہ کلکٹر ضلع کو اپنے انتظام میں رکھنے
پڑے - دیکھو صفحہ ۱۱ رپورٹ بندوبست ضلع بدایوں مرتبہ مسٹر کارمیکل صاحب بہادر

مطبوعہ ۱۸۷۲ء-

مسٹر کارمیکل صاحب کے بندوبست کے اثنا میں یعنی ۱۸۶۵ء سے لغایۃ ۱۸۹۵ء بکثرت جائدادیں منتقل ہوئیں جسکا نقشہ ہم ذیل میں رپورٹ بندوبست بدایوں مرتبہ مسٹر سٹن صاحب بہادر مطبوعہ ۱۹۰۱ء سے دینگے - یہ اکثر بیشی مالگذاری کا نتیجہ تھا کہ زمینداروں نے قرض مہاجنوں سے واسطے ادائے مالگذاری اور اپنے اخراجات ضروری کے پورا کرنے کے لیے لیا اور مہاجنان سنگدل نے سود کی افزایش کرتے کرتے تھوڑے سے روپیہ کے بدلے سب جائدادیں نیلام کرالیں -

نقشہ انتقالات آراضی ضلع بدایوں جو درمیان بندوبست نہم و دہم واقع ہوئے یعنی من ابتدائی ۱۸۶۵ء لغایۃ ۱۸۹۵ عیسوی

مدت	بذریعہ بیع						بذریعہ نیلام						کیفیت
	تعداد انتقالات	رقبہ اراضی منتقلہ	مالگذاری اراضی منتقلہ	زر قیمت بذریعہ انتقال وصول ہوا	اوسط حساب فی ایکڑ	زر قیمت بحساب فی روپیہ مالگذاری	تعداد انتقالات	رقبہ اراضی منتقلہ	مالگذاری اراضی منتقلہ	زر قیمت بذریعہ انتقال وصول ہوا	اوسط حساب فی ایکڑ	زر قیمت بحساب فی روپیہ مالگذاری	
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴
ابتدائی ۱۸۶۵ء لغایۃ ۱۸۹۵ء	۱۳۲۳۶	۵۳۶۵۰۲	۴۲۲۷۹	۶۴۳۵۰۴۳	عہ ۲/-	للعہ ۱۱/۲	۳۲۱۹	۱۹۷۸۹	۱۹۱۴۵۵	۱۴۳۱۸۷۶	عہ ۶/۱۰	للعہ ۷/۵	

چنانچہ نقشہ ذیل سے یہ امر بھی ظاہر ہوگا کہ بوقت بندوبست مسٹر کارمیکل صاحب
جو دیہات بقبضہ اقوام زمیندار پیشہ کے تھے وہ بندوبست حال کے وقت میں
زیادہ تر اُن اشخاص کے قبضہ میں پہونچ گئے تھے جو پیشہ داد و ستد کا کرتے ہیں
یا اُن لوگوں کے قبضہ میں کہ جنہوں نے ملازمت سرکاری یا دیگر وسائل سے روپیہ
جمع کرکے زمینداریوں کو خرید کیا - اب افسر بندوبست مسٹر جے - ایس میسٹن صاحب
بہادر نے بحکم گورنمنٹ بحیثیت مہتمم بندوبست کے بندوبست فرمایا - اس بندوبست
کے وقت عام رعایائے ضلع کے دل میں نہایت خوف اور اندیشہ تھا اور یہ عام
خبر مشہور تھی کہ گورنمنٹ کا یہ خیال ہے کہ ضلع بدایوں کا بندوبست کارمیکل صاحب
نے ملایم کیا تھا اس لیئے اس بندوبست میں سختی ہوگی - اِلّا مسٹر جے - ایس میسٹن
صاحب بہادر نے اس حزم و ہوشیاری سے اس کام کو انجام فرمایا کہ گورنمنٹ
میں بھی اُنکی نیکنامی ہوئی اور رعایائے بدایوں بھی اُن کی شکر گذار رہی
[illegible] رعیت نے اس قسم کی شکایت نہیں کی کہ کسی پر ایسی سختی ہوئی کہ وہ ادائے
مالگذاری کا متحمل نہ ہوسکے - صاحب بہادر کو میں نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا
کہ کوسوں تک ہر ایک موضع میں پیدل ہر ایک کھیت پر جاتے تھے - اور
ہر ایک کاشتکار و زمیندار سے حالات خاندانی اور اُسکی گذر اوقات و حالات
اراضی و پیداوار کی نسبت دریافت کرتے تھے مجھکو بھی ایک مرتبہ اپنے ایک
موضع میں صاحب بہادر کے ساتھ بوقت معائنہ جانے کا اتفاق ہوا تھا مگر
میں اُنکے ساتھ پیدل گشت نہ کرسکا - الغرض اس ضلع کی جمع جا بجا - بندوبست
سنہ ۱۸۹۵ع میں ۱۳۷۵۸۴۵ روپیہ منظور ہوئی جو علاوہ معافی مالگذاری کے

جس سے بندوبست سابق مسٹر کارمیکل صاحب ۳۰۸۷۶ کا اضافہ جمع جدید میں ہوا جو قریب ۲۹ فیصدی کے جمع سابق سے زیادہ ہے - ۱۶ روپیہ فیصدی ابواب مزید براں ہے - اب اس ضلع کی حالت موجودہ زمانہ میں ایسی نہیں ہے جو ادائے مالگذاری دشواری ہو - اگر یہی نرخ غلہ کا رہا - لیکن اگر کسی وقت خدا کے فضل وکرم سے ارزانی غلہ کی ہوئی یا خدانخواستہ قحط واقع ہوا تو ہم یقینی کہتے ہیں کہ گورنمنٹ عادل کو جمع مجوزہ میں تخفیف کرنی پڑے گی -

نقشہ زمینداری ضلع بدایوں مع تفصیل قوم و تعداد آراضی بروئے بندوبست سابق ۱۸۶۳ء و بندوبست حال ۱۸۹۵ء

نمبر شمار	نام قوم زمینداران	بندوبست حال: رقبہ ملکیت ایکڑ	بندوبست حال: تعداد حصہ داران: زمینداران مقیم	بندوبست حال: تعداد حصہ داران: غیر مقیم	بندوبست حال: فیصدی رقبہ ملکیت	بندوبست سابق: رقبہ ملکیت ایکڑ	بندوبست سابق: فیصدی رقبہ ملکیت	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
۱	ٹھاکر	۳۲۸۹۹۲	۸۰۷۳	۷۱۱۰	۲۶٫۵۳	۳۳۲۵۵۲	۳۴٫۰۷	
۲	شیخ	۲۳۹۹۷۶	۴۴۴۳	۸۴۹۲	۲۰٫۰۸	۲۲۱۰۸۳	۱۸٫۲۲	
۳	اہیر	۱۱۳۴۲۵	۵۴۱۶	۳۵۱۰	۱۱٫۱۳	۱۱۹۳۹۷	۹٫۹۶	
۴	بنئے	۱۱۸۰۱۷	۵۶۸	۳۳۷۹	۹٫۰۰	۶۶۲۵۰	۵٫۵۳	
۵	برہمن	۷۹۲۴۸	۳۱۸۲	۳۰۳۷	۶٫۶۳	۶۷۲۴۶	۵٫۶۱	
۶	پٹھان	۶۶۶۶۲	۳۱۹۱	۳۳۳۰	۵٫۵۸	۴۲۹۷۱	۳٫۵۹	

نمبر سلسلہ	نام اقوام مالکان	بندوبست حال				بندوبست سابق		کیفیت
		رقبہ اراضی مملوکہ ایکڑ	تعداد حصہ داران		[illegible]	رقبہ اراضی مملوکہ ایکڑ	فیصدی [illegible]	
			[illegible]	[illegible]				
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
۷	کایستھ	۶۱۸۰۲	۵۵۹	۱۶۸۱	۵٫۱۷	۷۰۱۸۷	۵٫۸۵	
۸	سیّد	۴۶۲۴۸	۳۷۳	۱۹۱۹	۳٫۸۹	۴۵۲۸۵	۳٫۷۹	
۹	کھتری	۳۶۳۸۹	۳۰	۲۲۳	۳٫۰۵	۲۷۳۷۹	۲٫۲۸	
۱۰	مہاجن	۳۱۲۳۷	۲۶۳	۱۰۸۵	۲٫۶۱	۲۳۶۹۳	۱٫۹۸	
۱۱	کورمی	۱۰۵۹۴	۷۳۹	۴۷۲	٫۸۹	۱۳۰۲۰	۱٫۰۸	
۱۲	گورمنٹ	۵۱۷۴	۰	ایک	٫۴۳	۱۳	-	یہ وہ آراضی جو بطور نزول بقبضہ گورنمنٹ ہے اسکا کوئی زمیندار نہیں ہے
۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	
۱۳	گوشائیں	۳۶۶۷	۱۵۹	۱۱۶	٫۳۱	۴۰۱۹	٫۳۴	
۱۴	نومسلم	۳۰۶۵	۹۶	۱۱۰	٫۲۶	۶۸۶۱	٫۵۷	
۱۵	تیلی	۲۹۱۵	۱۹	۷۸	٫۲۴	۲۰۳۶	٫۱۷	
۱۶	مغل	۲۲۱۳	۴۵	۱۲۱	٫۱۹	۲۳۲۹۶	۱٫۹۴	
۱۷	جاٹ	۲۱۲۳	۳۲	۷۲	٫۱۸	۲۱۰	٫۰۲	
۱۸	کرچھ	۱۹۹۹	۹۹	۴۹	٫۱۷	۱۲۱۶	٫۱۰	
۱۹	عیسائی	۱۸۰۶	۲	۱۱	٫۱۵	۱۲۸۹۸	۱٫۰۸	
۲۰	مراؤ	۱۲۲۳	۸۵	۸۹	٫۱۰	۶۶۶	٫۰۵	

اس ضلع میں کاشتکار پیشہ اشخاص زیادہ ہیں۔ گذشتہ مردم شماری میں فیصدی اسّی
کاشتکار و مزدور تھے کل ضلع میں دو قصبہ ایسے ہیں جنکی آبادی دس ہزار سے
زیادہ ہے۔ یعنی بدایوں جسکی آبادی بندوبست سابق سنہ ۱۲ ف کی ۳۵۳۷۲ ہے
اور سہسوان جسکی مردم شماری ۱۵۶۰۱ تھی۔ آبادی تھوڑی تھوڑی بڑھتی جاتی ہے
چنانچہ مردم شماری سنہ ۱۹۱۱ء میں بدایوں خاص کی آبادی ۳۹۰۳۱ ہے اور سہسوان
کی ۱۰۰۴۴ ہے۔ اگرچہ یہ شہر بدایوں مسلمانوں کا مشہور شہر ہے۔ مگر ضلع میں چھٹے
حصہ سے زیادہ مسلمان نہیں ہیں۔ جنمیں بہت سے لوگ نو مسلم ہیں۔ جو تحصیل سہسوان
کی کھادر میں گوڑا اور گوربار کے نام سے مشہور ہیں۔ ہندوؤں میں چمار سب سے
زیادہ ہیں۔ اس کے بعد تعداد اہیروں کی ہے جو کل مردم شماری ضلع میں دس
فیصدی کے حساب سے ہیں۔ یہ اہیر لوگ تحصیل گنور کے جنگل ڈھاک میں زیادہ
تر آباد ہیں اور چوری مویشی کے عادی ہیں۔ برہمنوں اور ٹھاکروں کی مردم شماری
بحساب ۸ فیصدی۔ اور برہمن کم زراعت پیشہ ہیں۔ داتاگنج جنگھاری اور پرگنہ کوٹ
و بسولی میں بنس اور گور ٹھاکر مشہور ہیں۔ اور قوم جنگھاری سے بڑھکر کوئی حالت
تنزل میں نہیں ہے۔ بندوبست سابق میں ۸۰ فیصدی مع کاشتکاران
ساقط الملکیت کے موروثی تھے اور ۱۲ فیصدی غیر موروثی ہیں ٹھاکروں کی
زمینداری میں کمی ہوئی وقت بندوبست گذشتہ کے بحساب ۱۲۰۲۶ تھے اور
اب بندوبست حال میں ۷۲۰۔۶ فیصدی تھی۔ کوٹ اور ستاسی کے ٹھاکر
خانہ جنگی وغیرہ میں برباد ہوئے۔ صرف جھنگارہ خاندان اپنے حال میں رہا۔
ٹھاکروں کی زمینداری نکلکر بنیوں اور کھتریوں کے پاس خاصکر اجنبیہ کنش گیا۔

کے پاس گئی۔ ممتاز زمیندار زائدتر اس ضلع میں مسلمان ہیں بندوبست سابق کو مسلمان زمینداروں کی تعداد اسوقت بظاہر ترقی پذیر معلوم ہوتی ہے لیکن یہ حالت اطمنان بخش نہیں ہے کیونکہ جو مسلمان مقروض ہیں اُن کی جائدادیں یقیناً آج نہیں تو کل سود خوار قرضخواہوں کے قبضہ مین پہونچ جائینگی۔

اہیروں نے کچھ ترقی کی خاص گنور کی تحصیل میں اہیروں کے ۱۱ء ۴ فیصدی ہے کل ضلع میں انکے قبضہ میں زمینداری پچھلے بندوبست میں فیصدی ۱۰ کے حساب سے تھی کایستھ اور برہمن اُسی حالت میں ہیں جو مسٹر کاربیل کے وقت میں تھے۔

آیندہ گورنمنٹ کے غور کرنے کی بات ہے کہ جن ٹھاکروں کے زمینداری نہیں رہی ہے اُن کا انجام کیا ہوگا۔ اس مقام پر ہم ایک نقشہ رپورٹ بندوبست حال نقل کرتے ہیں جس سے یہ دریافت ہو سکتا ہے کہ کسقدر رقبہ مربع ہر ایک تحصیل میں بوقت بندوبست حال کسقدر مردم شماری تھی۔

نقشہ بابت رقبہ و مردم شماری ضلع بدایوں مطابق رپورٹ مسٹر مسٹن صاحب بہادر سنہ ۱۸۹۵ء

نام تحصیل	رقبہ بحساب میل مربع — کل رقبہ	رقبہ بحساب میل مربع — مزروعہ	رقبہ بحساب میل مربع — فیصدی مزروعہ بمقابلہ کل رقبہ	مردم شماری ۱۸۹۱ء	اوسط مردم شماری بحساب آبادی فی میل مربع
گنور	۳۱۷٫۱	۱۹۷٫۰	۶۲	۱۳۸۵۲۲	۴۳۷
بسولی	۳۶۰٫۵	۳۰۲٫۱	۸۴	۱۹۶۳۰۶	۵۴۷
سہسوان	۳۹۲٫۴	۲۶۱٫۶	۶۷	۱۵۴۷۰۵	۳۹۵
داتاگنج	۳۷۶٫۹	۲۵۶٫۸	۶۸	۱۸۹۳۷۸	۵۰۲
بدایوں	۴۲۰٫۰	۲۸۳٫۶	۶۸	۲۲۴۱۸۲	۵۳۴
میزان کل ضلع	۱۸۶۶٫۹	۱۳۰۱٫۱	۷۰	۹۰۴۰۹۳	۴۸۴

فصل نہم

مردم شماری ضلع بدایوں معہ تفصیل اقوام باعتبار مذہب و پیشہ و عمر وغیرہ

اب ہم مردم شماری ضلع ہذا کی ابتداء سے ۱۸۵۳ء لغایت ۱۹۰۱ء جس جس سال میں بعہد گورنمنٹ انگلشیہ ہوئی ہے اس مقام پر درج کرتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہوگا ان کے مذاہب کے اور پیشہ معہ تفصیل قوم اور عمر وغیرہ کے جس جس مردم شماری میں ہمکو کاغذات منظورشدہ گورنمنٹ سے حالات دریافت ہوئے ہیں وہ لکھیں گے اور نقشہ علیحدہ تفصیل وار درج کیئے جائیں گے جس سے ناظرین کو یہ بات معلوم ہوگی کہ کس وقت کسقدر مردم شماری اس ضلع کی تھی اور اقوام میں کیا کمی بیشی ہوئی اور کونسی قوم کی زمینداری کتنی اور ہے اور پیشہ ور لوگ کس تعداد سے اس ضلع میں آباد ہیں اور خواندہ اور ناخواندہ کسقدر ہیں۔

نقشہ نمبر ا کل مردم شماری ضلع بدایوں من ابتدا سنہ ۱۸۵۳ء لغایتہ سنہ ۱۹۰۱ء

سنہ عیسوی	مرد	[illegible]	تعداد کل	[illegible]	ہنود	مسلم	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
سنہ ۱۸۵۳ء	۰	۰	۱۰۴۵۸۶۹۸	۳۳۴	۰	۰	اس سال سے مردم شماری باضابطہ سرکار سے

سنہ عیسوی	مرد	عورات	میزان کل	[illegible]	[illegible]	[illegible]	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
							شروع ہوئی اس سے سابق مردم شماری بصحت معلوم نہیں
سنہ ۱۸۶۵ء	۰	۰	۸۸۹۸۱۰	۴۵۱	۴۳۹۴۲	۰	اس سال دوبارہ مردم شماری ہوئی اور تعداد میں اضافہ ہوا
سنہ ۱۸۷۲ء	۵۰۳۸۴۴	۴۳۰۸۲۶	۹۳۴۶۷۰	۴۶۶	۴۴۸۶۰	۰	اس سال تیسری مردم شماری ہوئی چونکہ زمانہ بندوبست تھا لہذا صحت تعداد مرد و زن مندرج ہوئی۔
سنہ ۱۸۸۱ء	۴۸۶۳۵۱	۴۱۹۱۰۰	۹۰۵۴۵۱	۴۵۳	۰	[illegible]	بوجہ قحط سالی سنہ ۷۷ء کے اس ضلع میں بکثرت غربا فوت ہوئے اس لیے بیشی کے کمی واقع ہوئی
سنہ ۱۸۹۱ء	۴۹۸۳۳۹	۴۲۷۶۴۳	۹۲۵۹۸۲	۴۵۹	۱۰۹۹۸ مرد ۸۵۳۳ عورت ۱۹۵۳۱ میزان	۰	اس سال مردم شماری پانچویں مرتبہ ہوئی

نام تحصیل	مذہب	دس سالہ عمر تک				دس سالہ پندرہ تک				پندرہ سے بیس تک				زیادہ بیس				میزان کل			کیفیت
		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		مرد	عورت	میزان کل	
		مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت				
اسولی	مسلمان	۰	۲	۳۹۳۹	۳۸۶۲	۳۰	۳	۱۸۶۸	۱۳۹۰	۳۰	۶	۱۲۷۵	۱۰۲۲۳	۱۳۲۰	۱۰	۸۴۴۰	۷۳۸۳	۱۵۷۳۴	۱۳۶۰۹	۲۹۴۴۳	
	دیگر قوم	۳	۲	۲۶۷	۲۵۲	۱۳	۶	۱۰۹	۷۱	۱۵	۶	۸۱	۷۷	۱۲۳	۱۳	۴۷۲	۴۷۸	۱۰۸۳	۹۰۷	۱۹۹۰	
میزان	۰	۷۶	۱۲	۲۷۶۱۳	۲۶۸۶۵	۲۸۰	۱۹	۱۲۳۳۰	۹۲۰۸	۲۷۸	۲۳	۹۶۰۴	۶۶۴۹	۱۷۷۰	۸۰	۶۰۲۷۹	۵۵۴۶۰	۱۱۳۲۳۱	۹۸۲۷۶	۲۱۱۵۰۷	۰
ڈاناگنج	ہنود	۶۷	۱۱	۲۳۸۶۳	۲۲۵۵۱	۳۱۰	۱۹	۱۱۵۱۸	۷۲۳۱	۲۸۰	۲۰	۶۳۹۷	۵۵۹۶	۱۵۶۶	۷۵	۵۶۸۹۱	۵۰۰۲۶	۱۰۱۹۵۲	۸۵۵۲۹	۱۸۷۴۸۱	
	مسلمان	۴	۲	۳۴۴۷	۳۲۸۴	۱۴	۰	۱۷۰۷	۱۲۴۸	۳۱	۰	۱۰۸۲	۹۳۱	۲۴۹	۱۳	۷۳۳۰	۶۶۹۱	۱۳۸۶۳	۱۲۱۶۹	۲۶۰۳۳	

نام تحصیل	مذہب	دس سالہ عمر تک				دس سالہ سے پندرہ تک				پندرہ سے بیس تک				زائد بیس سے				میزانکل			کیفیت
		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		مرد	عورت	میزانکل	
		مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت				
میزانکل		۷۰	۱۰	۲۶۵۹۷	۲۴۷۳۱	۲۴۴	۱۰	۱۱۸۸۱	۸۱۳۰	۲۵۸	۲۱	۸۵۷۹	۶۲۷۹	۲۱۱۰	۹۰	۵۵۱۸۳	۴۹۴۳۴	۱۰۴۹۲۳	۸۸۷۰۵	۱۹۳۶۲۸	
گنگوہ	ہندو	۷	۸	۲۰۲۹۷	۱۷۸۰۰	۸۵	۱۲	۸۸۴۹	۶۲۷۴	۱۱۲	۱۲	۶۰۹۰	۴۳۷۲	۹۱۸	۳۸	۴۹۵۷	۳۶۱۸۸				
؍؍	مسلمان	۵	۵	۲۲۶۹	۲۳۳۳	۲۱	۹	۱۱۲۳	۸۷۲	۳۱	۴	۷۴۹	۵۸۸	۲۶۹	۱۳	۵۴۳۴	۴۷۱۶				
	دیگر قوم	۱	۱	۲۳۲	۱۷۵	۸	۱	۱۰۴	۷۶	۱۲	۳	۷۴	۵۵	۹۲	۴	۳۸۰	۳۸۶				
میزانکل		۱۳	۱۴	۲۲۹۹۸	۲۰۳۰۶	۱۱۴	۲۲	۱۰۰۹۶	۷۲۲۲	۱۵۵	۱۹	۶۹۱۳	۵۰۱۵	۱۲۷۹	۵۵	۲۴۷۸۰	۲۱۲۹۰				

نام تحصیل	مذہب	دس سالہ عمر تک				دس سال پندرہ تک				پندرہ سے بیس تک				زائد بیس سے				میزان الکل			کیفیت
		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		خواندہ		ناخواندہ		مرد	عورت	میزان الکل	
		مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت				
میزان کل ضلع	ہندو	۳۷۷	۶۱	۱۱۳۴۲۲	۱۰۵۸۴۴	۱۲۲۱	۷۹	۵۲۵۴۷	۳۳۰۲۱	۱۲۹۳	۹۶	۳۴۲۷۱	۳۲۴۰۷	۸۲۸۵	۳۸۵	۲۴۴۴۳	۲۹۳۹۴				
	مسلمان	۱۰۰	۱۹	۲۲۲۸۴	۲۱۳۹۹	۴۶۳	۳۷	۱۰۴۸۱	۹۵۷	۴۳۳	۳۲	۴۸۳۹	۴۰۲۹	۲۵۴۷	۱۳۱	۴۴۹۵۹	۴۴۲۵۸				
	دیگر قوم	۵۰	۲۹	۱۴۴۳	۱۲۵۴	۱۱۳	۴۳	۵۳۴	۴۲۲	۱۰۳	۴۵	۳۹۷	۳۴۱	۶۴۷	۱۰۸	۲۲۳۵	۲۲۵۴				
	میزان الکل ضلع	۵۹۸	۱۰۵	۱۳۷۱۳۹	۱۳۸۸۸۹	۱۸۱۷	۱۵۹	۴۳۵۶۴	۴۴۴۰۰	۱۸۲۹	۱۲۳	۳۳۳۷۴	۳۲۷۷۷	۱۱۳۷۹	۴۲۳	۲۹۳۴۱۹	۲۴۵۹۰۴	میزان تمام ضلع کی ۱۰۲۵۷۵۳ ہے			

نقشہ نمبر ۳ مردم شماری تحصیل وار ضلع بدایوں بابت سال ۱۹۰۱ء

نمبر شمار	نام تحصیل	ہندو			مسلمان			دیگر اقوام			کل آبادی		
		مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان
۱	بدایوں	۹۸۳۱۵	۸۳۰۴۶	۱۸۱۳۶۱	۳۰۱۵۷	۲۸۸۳۵	۵۸۹۹۲	۱۴۴۰	۱۳۴۸	۲۷۸۸	۱۲۹۹۱۲	۱۱۳۲۲۹	۲۴۳۱۴۱
۲	بسولی	۹۶۴۱۴	۸۳۶۸۰	۱۸۰۰۹۴	۱۵۷۳۴	۱۳۶۸۹	۲۹۴۲۳	۱۰۸۳	۹۰۷	۱۹۹۰	۱۱۳۲۳۱	۹۸۲۷۶	۲۱۱۵۰۷
۳	داتاگنج	۱۰۱۹۹۲	۸۵۵۲۹	۱۸۷۴۸۱	۱۳۸۶۴	۱۲۱۶۹	۲۶۰۳۳	۸۹۰	۷۸۲	۱۶۷۲	۱۱۶۷۰۶	۹۸۴۸۰	۲۱۵۱۸۶
۴	سہسوان	۸۵۶۸۴	۷۱۳۱۸	۱۵۷۰۰۲	۱۸۲۹۳	۱۶۶۳۱	۳۴۹۲۴	۹۴۶	۷۵۶	۱۷۰۲	۱۰۴۹۲۳	۸۸۷۰۵	۱۹۳۶۲۸
۵	گنور	۷۷۳۳۵	۶۴۷۰۴	۱۴۲۰۳۹	۱۰۱۱۰	۸۵۳۸	۱۸۶۴۸	۹۰۳	۷۰۱	۱۶۰۴	۸۸۳۴۸	۷۳۹۴۳	۱۶۲۲۹۱
۶	میزان کل	۴۵۹۷۰۰	۳۸۸۲۷۷	۸۴۷۹۷۷	۸۸۱۵۸	۷۹۸۶۲	۱۶۸۰۲۰	۵۲۶۲	۴۳۹۴	۹۷۵۶	۵۵۳۱۲۰	۴۷۲۶۳۳	۱۰۲۵۷۵۲

نقشہ نمبر ۴ مردم شماری قصبہ جات جنمیں قواعد میونسپلٹی جاری ہیں مع تفصیل مذہب بابت مردم شماری سنہ ۱۹۰۱ عیسوی

نمبر شمار	نام میونسپلٹی	ہندو			مسلمان			جین			عیسائی			دیگر			میزان کل			کیفیت
		مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱
۱	بدایوں	۸۶۲۱	۷۴۱۲	۱۶۰۳۳	۱۰۶۶۳	۱۱۳۳۲	۲۱۹۹۵	۰	۰	۰	۳۰۰	۲۰۸	۵۰۸	۲۸۴	۳۱۱	۵۹۵	۱۹۶۴۸	۱۹۳۸۳	۳۹۰۳۱	کل ضلع بدایوں میں خانہ نمبر ۱۷ میں آریہ ۵۷۹ سکھ ۱۶
۲	سہسوان	۴۳۹۴	۳۶۷۳	۸۰۶۷	۴۷۴۳	۴۹۶۳	۹۷۰۶	۰	۰	۰	۶۴	۵۸	۱۲۲	۶۳	۴۶	۱۰۹	۹۲۶۴	۸۷۴۰	۱۸۰۰۴	اور خانہ نمبر ۱۵ میں آریہ ۲۶۶ سکھ ۸ و خانہ نمبر ۱۶ میں آریہ ۲۰۳ سکھ ۸ شامل ہیں۔
۳	اُجھیانی	۲۷۲۴	۲۳۶۶	۵۰۹۰	۱۴۰۸	۱۳۱۸	۲۷۲۶	۰	۳	۳	۲۳	۲۱	۴۴	۲۷	۲۷	۵۴	۴۱۸۲	۳۷۳۵	۷۹۱۷	

نمبر شمار		۱	۲	میزان کل ہر چہار میونسپلٹی
نام میونسپلٹی		۲	جھنسی	
ہندو	مرد	۳	۲۳۱۷	۱۸۱۵۶
	عورت	۴	۲۱۰۴	۱۵۵۵۵
	میزان	۵	۴۵۲۱	۳۳۷۱۱
مسلمان	مرد	۶	۶۳۴	۱۷۴۴۸
	عورت	۷	۵۵۸	۱۸۱۷۱
	میزان	۸	۱۱۹۲	۳۵۶۱۹
جین	مرد	۹	۸۸	۸۸
	عورت	۱۰	۷۰	۷۳
	میزان	۱۱	۱۵۸	۱۶۱
عیسائی	مرد	۱۲	۴۰	۳۲۷
	عورت	۱۳	۴۸	۳۳۵
	میزان	۱۴	۸۸	۶۶۲
دیگر	مرد	۱۵	۴۳	۴۱۷
	عورت	۱۶	۳۳	۴۱۷
	میزان	۱۷	۷۶	۸۳۴
میزان کل	مرد	۱۸	۳۲۲۲	۳۶۴۳۶
	عورت	۱۹	۲۸۱۳	۳۴۵۵۱
	میزان	۲۰	۶۰۳۵	۷۰۹۸۷
کیفیت		۲۱		

نقشہ اقوام ہنود بابت مردم شماری سنہ ۱۹۰۱ء

نمبر سلسلہ	نمبر پنجاب	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱	۰	اہیر	۰	۷۸۱۷۸	۶۵۷۲۷	۱۴۳۹۰۵
۲	۰	اہیر	۰	۱۶۳۲	۱۱۸۴	۲۸۱۶
۳	۰	آرکہ	۰	۳	۷	۹
۴	۰	بادکہ	۰	۷۳	۴۶	۱۱۹
۵	۰	بہلیا	۰	۹۵۲	۷۷۴	۱۷۲۶
۶	۰	بنجارہ	۰	۲۱	۲۵	۴۶
۷	۰	بڑہئی	۰	۹۳۱۸	۷۸۷۴	۱۷۱۹۲
۸	۰	باری	۰	۳۰۹	۲۲۰	۵۲۹
۹	۰	بیلدار	۰	۶۷	۳۵	۱۰۲
۱۰	۰	بنگالی	۰	۱۶	۱۳	۲۹
۱۱	۰	بھگت	۰	۱۸	۹	۲۷
۱۲	۰	بھنگی	۰	۷۶۰۲	۶۵۱۴	۱۴۱۱۶
۱۳	۰	بھانتو	۰	۱	۰	۱
۱۴	۰	بھڑبھونجی	۰	۳۹۹۷	۳۲۵۶	۷۲۵۳
۱۵	۰	بھاٹ	۰	۱۱۳۸	۸۳۳	۱۹۷۱

نمبر	[illegible]	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱۶	۰	بہیمن	۰	۳۳۹۴۶	۲۶۹۹۲	۶۰۹۳۸
۱۷	۰	پنکھیا	۰	۳۹	۲۰	۵۹
۱۸	۰	پاسی	۰	۵۶۸۷	۴۶۱۶	۱۰۳۰۳
۱۹	۰	پتریا	۰	۱	۱	۲
۲۰	۰	پٹوا	۰	۸۰۸	۵۹۳	۱۴۰۱
۲۱	۰	بھگتا	۰	۱۹	۱۲	۳۱
۲۲	۰	تمولی	۰	۴۰۱	۲۹۶	۶۹۷
۲۳	۰	تیلی	۰	۷۱۵۷	۶۰۲۰	۱۳۱۷۷
۲۴	۰	ٹھٹھیرا	۰	۳۸	۳۲	۷۰
۲۵	۰	جاٹ	۰	۲۷۱۲	۲۱۵۴	۴۸۶۶
۲۶	۰	جوشی	۰	۷۴۳	۶۰۰	۱۳۴۳
۲۷	۰	چمار	۰	۷۰۱۶۰	۶۳۸۴۶	۱۳۴۰۰۶
۲۸	۰	چھیپی	۰	۲۵۱	۱۷۵	۴۲۶
۲۹	۰	حلوائی	۰	۴۹	۵۰	۹۹
۳۰	۰	درزی	۰	۱۷۲۰	۱۳۷۶	۳۰۹۶
۳۱	۰	دھانک	۰	۷۰۹	۵۳۷	۱۲۴۶
۳۲	۰	ڈھاری	۰	۱	۰	۱

نمبر شمار	نمبر ذیلی	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۳۳	۰	دھوبی	۰	۷۶۸۵	۶۴۸۴	۱۴۱۶۹
۳۴	۰	دوسانڈ	۰	۴۴	۲۰	۶۴
۳۵	۰	راج	۰	۳۹	۲۸	۶۷
۳۶	۰	راجپوت	۰	۰	۰	۰
	۱	۰	ابیٹھا	۱	۰	۱
	۲	۰	باچھل	۱۴۱۰	۱۳۱۰	۲۷۲۰
	۳	۰	بیس	۳۴۲۲	۲۷۲۱	۶۱۴۳
	۴	۰	بڑگوجر	۱۶۶۸	۱۲۲۰	۲۸۸۸
	۵	۰	بھادوریا	۴۷۷	۳۸۳	۸۶۰
	۶	۰	بھاٹی	۵۸	۸	۶۶
	۷	۰	بیسن	۴۵	۲۵	۷۰
	۸	۰	بناپلہ	۰	۱	۱
۳۶	۹	رجپوت	چیرکور	۲۳۲	۳	۲۳۵
؍	۱۰	؍	چندیل	۹۰۴	۸۰۶	۱۷۱۰
؍	۱۱	؍	چوہان	۲۷۱۶	۲۴۸۳	۵۱۹۹
؍	۱۲	؍	ڈھنکاڑا	۸۳	۱۶	۹۹
؍	۱۳	؍	گہلوت	۲۱۹	۱۵۰	۳۶۹

میزان	عورت	مرد	ذات		نمبر قبائل	نمبر جدول
۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱
۱۶	۰	۱۶	گہروار	راجپوت	۱۴	۳۶
۵۲۵۱	۲۳۷۲	۲۸۷۹	گور	〃	۱۵	〃
۳۷۱۴	۱۶۸۲	۲۰۳۲	گوتم	〃	۱۶	〃
۴۹۱	۱۹۷	۲۹۴	جادون	〃	۱۷	〃
۱۴	۲	۱۲	جدونشی	〃	۱۸	〃
۵۲۵	۲۳۶	۲۸۹	بیسوار	〃	۱۹	〃
۲۷۴	۱۰۹	۱۶۵	کچھواہا	〃	۲۰	〃
۱	۱	۰	کل ہنس	〃	۲۱	〃
۴۴۸۹	۱۸۹۹	۲۵۹۰	کٹھریا	〃	۲۲	〃
۱۳۳	۵۹	۷۴	نکھومبیا	〃	۲۳	〃
۸۶۲	۳۲۸	۵۳۴	پنوار	〃	۲۴	〃
۱۷	۱۰	۷	پریہار	〃	۲۵	〃
۲۴	۱۱	۱۳	پچھریہ	〃	۲۶	〃
۳۴۷	۱۴۴	۲۰۳	رگھوبنسی	〃	۲۷	〃
۶۳۶	۲۸۲	۳۵۴	ریکوار	〃	۲۸	〃
۱۵۰۳	۶۸۰	۸۲۳	راجکوار	〃	۲۹	〃
۲۴۰۷	۱۱۱۲	۱۲۹۵	سکہوبہ	〃	۳۰	〃

نمبر سلسلہ	نمبر ذات	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۳۶	۳۱	رجپوت	سنگار	۳	۴	۷
〃	۳۲	〃	سکروار	۲۹	۳۵	۱۰۴
〃	۳۳	〃	سُلنکی	۸۴۱	۷۱۰	۱۵۵۱
〃	۳۴	〃	سومبنسی	۲۳۵	۱۸۰	۴۱۵
〃	۳۵	〃	سورج بنسی	۰	۲	۲
〃	۳۶	〃	تونور	۱۸۸۴	۱۴۳۹	۳۳۲۳
〃	۳۷	〃	دیگر	۸۳۰۶	۶۴۹۸	۱۴۸۰۴
میزان کل				۳۴۹۵۴	۲۷۴۱۷	۶۲۳۷۱
۳۷	۰	سنار	۰	۳۶۱۶	۳۰۰۰	۶۶۱۶
۳۸	۰	صیقل گر	۰	۱۸۳	۱۴۲	۳۲۵
۳۹	۰	فقیر	۰	۳۴۵۱	۲۸۰۲	۶۲۵۳
۴۰	۰	کاچھی	۰	۲۷۹۷	۲۱۰۸	۴۹۰۵
۴۱	۰	سرٹھیرا	۰	۱۷۷۷	۱۴۲۵	۳۲۰۲
۴۲	۰	کہار	۰	۲۵۳۷۱	۲۱۵۷۲	۴۶۹۴۳
۴۳	۰	کلوار	۰	۹۶۷	۸۶۶	۱۸۳۳
۴۴	۰	سنجھر	۰	۳۵۹	۳۱۴	۶۷۳

نمبر شمار	[illegible]	ذات	ذات	مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۴۵	۰	کایستھ	۰	۵۵۶۸	۴۹۱۸	۱۰۴۸۶
۴۶	۰	کھاگی	۰	۵۳۴۱	۴۴۰۷	۹۷۴۸
۴۷	۰	کنکاس	۰	۲۵۳۶	۲۰۲۸	۴۵۶۴
۴۸	۰	کھتری	۰	۲۴۷	۱۹۳	۴۴۰
۴۹	۰	کسان	۰	۱۴۶۹۱	۱۲۲۹۹	۲۶۹۹۰
۵۰	۰	گڈریہ	۰	۱۴۵۵۵	۱۳۴۹۴	۲۸۰۴۹
۵۱	۰	کوسبہ	۰	۱۸۲۵	۱۳۸۲	۳۲۰۷
۵۲	۰	لودھا	۰	۴۷۱۶	۳۸۲۷	۸۵۴۳
۵۳	۰	لوہار	۰	۱۸۱۹	۱۴۲۳	۳۲۴۲
۵۴	۰	لونیا	۰	۱۴۴۷	۱۲۷۷	۲۷۲۴
۵۵	۰	مہابرہمن	۰	۴۷	۳۳	۸۰
۵۶	۰	مالی	۰	۱۳۸۰	۱۰۴۳	۲۴۲۳
۵۷	۰	ملاح	۰	۲۰۹	۱۶۵	۳۷۴
۵۸	۰	منہار	۰	۱۹۱	۱۳۵	۳۲۶
۵۹	۰	میو	۰	۴۱۸	۴۶۶	۸۸۴
۶۰	۰	موچی	۰	۳۲۰	۲۶۵	۵۸۵
۶۱	۰	مراؤ	۰	۴۶۰۴۹	۳۹۹۰۱	۸۵۹۵۰

نمبر	[illegible]	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۶۲	۰	نائی	۰	۸۳۲۲	۶۸۰۹	۱۵۱۳۱
۶۳	۰	نٹ	۰	۱۸۱۱	۱۴۹۹	۳۳۱۰
۶۴	۰	دلیش	۰	۰	۰	۰
〃	۱	〃	اگروال	۱۴۰۹	۱۰۷۲	۲۴۸۱
〃	۲	〃	بارہ سینی	۲۸۲۶	۲۴۴۴	۵۲۷۰
〃	۳	〃	برنوال	۱۵۲	۱۱۵	۲۶۷
〃	۴	〃	گھوئی	۳۵	۱۳	۴۸
〃	۵	〃	کسوندن	۲۰۱	۱۴۴	۳۴۵
〃	۶	〃	کھنڈیوال	۲۹	۹	۳۸
〃	۷	〃	مہیسری	۴۱۷	۲۷۳	۶۹۰
〃	۸	〃	رستوگی	۵۵۹	۴۸۷	۱۰۴۶
〃	۹	〃	اُمار	۳۹۳	۳۰۸	۷۰۱
	۱۰		کوارتی وغیرہ	۱۲۴۳۵	۹۹۶۴	۲۲۳۹۹
میزان دلیش				۱۸۴۵۶	۱۴۸۳۲	۳۳۲۸۸
۶۵ بلاتفریق				۲۸۴	۲۱۳	۴۹۷
میزان کل اہل ہنود				۴۶۰۰۰۹۰	۳۸۸۶۴۷	۸۴۸۷۳۷

۱۸۷۲ء میں ۷۹۴۵۳۲ مردم شماری مرد و عورت اہل ہنود کی تھی اب ۱۹۰۱ء میں ۸۴۸۷۳۷ ہنود و ۲۸۸۰ آریہ جملہ ۸۵۱۶۱۷ ہوئی جسمیں اضافہ ۵۷۰۸۵ کا ہوا اوسط اضافہ فیصدی ۷ کسر سے زائد کا ہوا۔

کل مردم شماری ہنود کی ۴۶۰۰۹۰ ہے جنمیں ۱۱۱۹۶ خواندہ ہیں بحساب اوسط ۲ فیصدی کسر سے زائد خواندہ ہندو مرد ہیں اور کل عورات ہنود کی مردم شماری ۳۸۸۶۴۷ ہے منجملہ اسکے ۶۳۱ خواندہ ہیں اوسط عورات خواندہ کا فیصدی کسور اعشاریہ ۱۳ ہوتا ہے۔

نقشہ اقوام اہل اسلام بابت مردم شماری ۱۹۰۱ء

نمبر شمار	[illegible]	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱		ببیلیا		۱	۰	۱
۲		بنجان		۵۱	۲۷	۷۸
۳		بڈہی		۹۵۷	۷۳۰	۱۶۸۷
۴		باری		۸۹	۷۶	۱۶۵
۵		بہنہ		۱۲۵۶	۱۰۹۸	۲۳۵۴
۶		بیلدار		۰	۲	۲
۷		بھانڈ		۱۷	۱۴	۳۱
۸		بھنگی		۳۶۰	۳۱۰	۶۷۷

نمبر سلسلہ	نمبر شاخ	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۹		بھڑبھونجہ		۵۰۹	۴۲۲	۹۳۱
۱۰		بھاٹ		۲۰۰	۱۶۴	۳۶۴
۱۱		بھٹیارہ		۱۵۰۷	۱۴۲۳	۲۹۳۰
۱۲		بہشتی		۱۴۱۶	۱۳۸۹	۲۸۰۵
۱۳		بلوچ		۵	۰	۵
۱۴		بساطی		۲۴	۱۸	۴۲
۱۵		پنکھیا		۳۳	۲۳	۵۶
۱۶		پٹھان				
"	۱	"	افریدی	۱۰۲	۶۶	۱۶۸
"	۲	"	بنگش	۳۸۷	۴۰۲	۷۸۹
"	۳	"	ترین	۱۸	۱۷	۳۵
"	۴	"	خٹک	۳۸۳	۳۶۹	۷۵۲
"	۵	"	دلازاک	۲۶۸	۲۷۱	۵۳۹
"	۶	"	روہیلہ	۱۶۶	۱۳۳	۲۹۹
"	۷	"	شیرزی	۵۲	۴۸	۱۰۰
"	۸	"	غوری	۳۶۴۷	۲۴۰۱	۶۰۴۸
"	۹	"	کاکڑ	۱۴	۱۱	۲۵

نمبر سلسلہ	نمبر جاتیا	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
	۱۰		لودی	۷۹۸	۷۲۹	۱۵۲۷
	۱۱		محمدزئی	۳۷۰	۳۵۱	۷۲۱
	۱۲		ورکزئی	۲۳	۳۱	۵۴
	۱۳		یوسفزئی	۱۳۹۱	۱۱۵۶	۲۵۴۷
	۱۴		دیگر	۷۴۹۶	۷۱۳۶	۱۴۶۳۲
میزان کل ذات پٹھان				۱۴۹۱۵	۱۴۱۰۸	۲۹۰۲۳
۱۷	۰	تیلی	۰	۳۱۵۳	۲۸۴۰	۵۹۹۳
۱۸		ترک		۸	۰	۸
۱۹		جولاہہ		۱۰۵۴۳	۹۵۶۸	۲۰۱۱۱
۲۰		چھیپی		۲	۰	۲
۲۱		حلوائی		۶۳	۵۳	۱۱۶
۲۲		درزی		۱۱۳۱	۹۰۹	۲۰۴۰
۲۳		دفالی		۴۳۴	۳۴۱	۷۷۵
۲۴		دھاری		۴۰۲	۳۱۵	۷۱۷
۲۵		دھوبی		۲۸۸۱	۲۳۱۹	۵۲۰۰
۲۶		رائیں		۶	۰	۶

نمبر سلسلہ	نمبر شاخ	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۲۷		رنگریز		۴۱۷	۳۴۴	۷۶۱
۲۸		راج		۲۳۲	۱۸۴	۴۱۶
۲۹		رنگساز		۵	۳	۸
۳۰	۱	راجپوت	بیس	۱۳۶	۱۳۱	۲۶۷
″	۲	″	بڑگوجر	۲۳۹	۱۹۵	۴۳۴
″	۳	″	بھٹی	۳۶۰	۳۱۵	۶۷۵
″	۴	″	پمار	۷۹	۶۶	۱۴۵
″	۵	″	لوتھڑ	۶۰	۳۸	۹۸
″	۶	″	چوہان	۲۲۴	۱۸۱	۴۰۵
″	۷	″	گوتم	۲۹	۹	۳۸
″	۸	″	دیگر	۱۷۹۰	۱۴۱۳	۳۲۰۳
میزان کل ذات راجپوت				۳۹۱۷	۲۳۴۸	۵۲۶۵
		سید				
۳۱	۱	″	بخاری	۱۰۳	۹۷	۲۰۰
	۲		نقوی	۲۵	۱۳	۳۸
	۳		جعفری	۶۳	۵۴	۱۱۷

سلسلہ نمبر	جز نمبر	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
	۴		حسینی	۶۱۱	۶۳۲	۱۲۴۳
	۵		رضوی	۷۳	۶۸	۱۴۱
	۶		زیدی	۲۴	۲۳	۴۷
	۷		عابدی	۳۰	۲۵	۵۵
	۸		کاظمی	۱	۳	۴
	۹		نقوی	۸۶	۱۰۹	۱۹۵
	۱۰		دیگر	۸۶۱	۷۰۸	۱۵۶۹
میزان کل سادات				۱۸۷۷	۱۷۳۲	۳۶۰۹
		شیخ				
۳۲	۱	"	انصاری	۹۶۱	۷۲۵	۱۶۸۶
	۲	"	بنی اسرائیل	۵۰۸	۳۱۵	۸۲۳
	۳	"	صدیقی	۷۹۸۱	۷۶۳۰	۱۵۶۱۱
	۴	"	عثمانی	۲۱۰	۱۷۶	۳۸۶
	۵	"	عباسی	۷۴	۷۲	۱۴۶
	۶	"	چوہان	۲۲۴	۱۸۱	۴۰۵
	۷	"	قریشی	۶۰۵۵	۵۵۰۷	۱۱۵۶۲

نمبر سلسلہ	نمبر تقسیم	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
	۸		دیگر	۵۶۲۲	۶۱۴۳	۱۱۷۶۵
میزان کل شیخ				۲۱۷۸۴	۲۰۹۳۶	۴۲۷۲۰
۳۳		صیقل گر		۱۵	۲۳	۳۸
۳۴		طوائف		۱۲۴	۳۹۴	۵۱۸
۳۵		فقیر		۵۳۲۴	۴۵۸۳	۹۹۰۷
۳۶		قلعی گر		۲۱	۱۵	۳۶
۳۷		قصاب		۲۱۷۹	۱۸۰۸	۳۹۸۷
۳۸		کمبوہ		۱۱	۸	۱۹
۳۹		کمہار		۳۶	۲۹	۶۵
۴۰		کنجڑہ		۵۴۲	۵۰۹	۱۰۵۱
۴۱		لوہار		۳۵۲۵	۳۰۰۱	۳۵۲۶
۴۲		ملاح		۱۲	۳	۱۵
۴۳		منہار		۱۳۸۲	۱۱۱۸	۲۵۰۰
۴۴		میواتی		۵۷۳	۵۰۸	۱۰۸۱
۴۵		موچی		۵۶	۸۰	۱۳۶
۴۶		میراثی		۲۳۹	۱۶۲	۴۰۱

نمبر شمار	نمبر	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
		مغل				
۴۷	۱	〃	چغتائی	۳۶۶	۳۷۰	۷۳۶
	۲	〃	قزلباش	۲۴	۱۷	۴۱
	۳	〃	دیگر	۳۱۷	۲۵۷	۵۷۴
میزان کل				۷۰۷	۶۴۴	۱۳۵۱
۴۸		نائی		۲۲۵۰	۱۹۶۵	۴۲۱۵
۴۹		نان بائی		۲۰	۱۵	۳۵
۵۰		نٹ		۱۲۸	۱۲۸	۲۵۶
۵۱		نو مسلم		۱۳۷۹	۱۱۰۷	۲۴۸۶
۵۲		ہیجڑے		۱۳	۰	۱۳
۵۳		بلا تصریح		۵۰	۱۶	۶۶
میزان کل مسلمانان				۸۸۱۵۸	۷۹۸۶۲	۱۶۸۰۲۰

سنہ ۱۸۶۲ء میں ۱۳۰۹۸۷ مسلمانوں کی مردم شماری مرد و عورت کی تھی سنہ ۱۸۹۱ء میں تیس برس کے اندر ۱۶۸۰۲۰ ہوئی اس عرصہ میں ۲۸.۳۳ یعنی فیصدی بحساب کسر کا اضافہ ہوا۔

کل مردم شماری مرد اہل اسلام کی ۸۸۱۵۸ سے منجملہ اسکے ۱۰۶۱۴ خواندہ ہیں اوسطاً

خواندہ کا فیصدی ۴ کسر سے زائد ہوتا ہے اور کل عورات اہل اسلام ۷۹۸۶۲ ہیں انہیں سے ۲۱۹ خواندہ ہیں اوسط خواندہ عورات کا فیصدی کسور اعشاریہ ۲۷ ہے۔

نقشہ اقوام آریہ

نمبر سلسلہ	نمبر ضلع	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱		اہیر		۴	۳	۷
۲		اہر		۱۹۷	۱۳۳	۳۳۰
۳		بنیہ یا ویش		۳۶۳	۳۶۴	۷۲۷
۴		بھنگی		-	۱	۱
۵		بھڑبھونجہ		۴	۰	۴
۶		برہمن		۲۲۱	۱۷۶	۳۹۷
۷		تمولی		۲	۱	۳
۸		تیلی		۳	۰	۳
۹		جاٹ		۱	۰	۱
۱۰		چمار		۱	۰	۱
۱۱		درزی		۱	۰	۱
۱۲		راجپوت		۳۰۷	۲۶۱	۵۶۸

نمبر سلسلہ	[illegible]	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱۳		سنار		۵۰	۵۷	۱۰۷
۱۴		فقیر		۱۲	۸	۲۰
۱۵		کمہار		۱۹	۱۴	۳۳
۱۶		گڈہیرا		۱	۰	۱
۱۷		کایستھ		۳۱۳	۲۶۸	۸۵۱
۱۸		کھاگی		۱	۰	۱
۱۹		کورمی		۲۲	۱۷	۳۹
۲۰		گوجر		۸	۱۲	۲۰
۲۱		گڈریہ		۱	۱	۲
۲۲		مالی		۱	۰	۱
۲۳		مراؤ		۴	۶	۱۰
۲۴		نائی		۲	۲	۴
۲۵		بلاتصریح		۳	۵	۸
میزان کل آریہ				۱۵۴۱	۱۳۳۹	۲۸۸۰
۲۶		عیسائی		۳۳۳۱	۲۷۸۵	۶۱۱۶

سنہ ۱۸۷۲ء میں ۱۲۹ مردم شماری مرد وعورت عیسائی کی تھی سنہ ۱۹۰۱ء میں ۶۱۱۶ ہوئی ایسے

۵۹۹۷ کا اضافہ ہوا - دیگر اقوام یعنی آریہ و عیسائی مرد ۴۸۷۲ ہیں منجملہ اُنکے ۱۳۰۹ فیصدی
اوسط ۸ اکسرے زائد ہوتا ہے اور کل عورات ۴۱۲۴ ہیں جنمیں ۲۱۹ خواندہ ہیں اوسط
فیصدی ۵ کسرے زائد ہے۔

نمبر سلسلہ	نمبر ذات	ذات		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
		ہندو		۴۶۰۰۹۰	۳۸۸۶۴۷	۸۴۸۷۳۷
		مسلمان		۸۸۱۵۸	۷۹۸۶۲	۱۶۸۰۲۰
		آریہ		۱۵۴۱	۱۳۳۹	۲۸۸۰
		عیسائی		۳۳۳۱	۲۷۸۵	۶۱۱۶
میزان کل اقوام				۵۵۳۱۲۰	۴۷۲۶۳۳	۱۰۲۵۷۵۳

نقشہ مردم شماری اُن اشخاص کا جنمیں نقص جسمانی پیدائشی ہے

نمبر	لنگڑے لولے وغیرہ			فاتر العقل			بہرے گونگے			اندھے			کوڑھی		
	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶
	۱۷۴۷	۱۲۹۴	۳۰۴۱	۸۰	۴۲	۱۲۲	۲۳۶	۱۳۶	۳۷۲	۱۲۰۴	۱۰۷۶	۲۲۸۰	۲۲۶	۴۰	۲۶۶

نقشہ مردم شماری اقسام مذہب فرقہ ہائے ہنود

نمبر شمار	مذہب	فرقہ	مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶
۱	ہندو	ایک خدا کو ماننے والے	۲۰۳۱۵۱	۱۷۰۱۹۵	۳۷۳۳۴۶
۲	"	پنچن پیر کے ماننے والے	۲۷۰	۳۱۷	۵۸۷
۳	"	رادھا سوامی	۱۲۵	۸۵	۲۱۰
۴	"	ویشش	۱۶۳۳۵	۱۴۲۵۸	۳۰۵۹۳
۵	"	الک منی	۲	۰	۲
۶	"	گورکھ پنتھی	۹۳	۱۸۳	۲۷۶
۷	"	لنگ کے پجاری	۲۸۲۶	۲۷۶۳	۵۵۸۹
۸	"	پاسوپت	۱	۸	۹
۹	"	آپا پنتھی	۰	۳	۳
۱۰	"	بشنوی	۲۰۰	۱۴۰	۳۴۰
۱۱	"	شیو کے پجاری	۲۹۲۲	۲۹۵۴	۵۸۷۶
۱۲	"	کبرسنی	۴۱۴۱	۳۷۰۶	۷۸۴۷
۱۳	"	نانک شاہی	۵۰۲۹	۴۳۶۱	۹۳۹۰
۱۴	"	دادو پنتھی	۲۸	۱۹	۴۷
۱۵	"	ہری داسی	۰	۱	۱

نمبر	مذہب وفرقہ		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶
۱۶	ہندو	نیمبارکہ	۵	۴	۹
۱۷	"	پرنامی	۳۴	۵۰	۸۴
۱۸	"	رادھا بلبی	۱۰۸	۸۹	۱۹۷
۱۹	"	راما نندی	۳۰۰۱	۲۷۷۲	۵۷۷۳
۲۰	"	ولابھچاریہ	۶۷	۶۳	۱۳۰
۲۱	"	رام داسی	۷۰۹	۷۳۳	۱۴۴۲
میزان کل اہل ہنود			۴۵۹۷۰۰	۳۸۸۲۷۷	۸۴۷۹۷۷

نقشہ مردم شماری اہل اسلام بہ تفصیل مذہب

نمبر	مذہب وفرقہ		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶
۱	مسلمان	سُنی	۸۶۸۹۴		
۲	"	شیعہ	۳۹۰	۴۷۹	۸۶۹
۳	"	صوفی	۲۴۵	۲۱۹	۴۶۴
۴		اہل حدیث	۱۶۸	۱۲۳	۲۹۱
۵		لالبیگی	۳۵۱	۳۵۰	۷۰۱

نمبر	مذہب و فرقہ		مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۶	۷
۶	مسلمان	نامعلوم	۱۱۰	۱۵۰	۲۶۰
میزان کل اہل اسلام			۸۸۱۵۸	۷۹۸۶۲	۱۶۸۰۲۰

نقشہ مردم شماری خواندہ وناخواندہ کل ضلع

نمبر	خواندہ	مرد	عورت	میزان
۱	۲	۳	۴	۵
۱	اردو داں	۸۲۲۸	۲۶۹	۸۴۹۷
	ہندی داں	۵۶۰۷	۶۶۹	۶۲۷۶
	اردو و ہندی داں	۱۵۴۷	۶۳	۱۶۱۰
	دیگر زبان والے	۳۴۱	۶۰	۴۰۱
	میزان	۱۵۷۲۳	۱۰۶۱	۱۶۷۸۳

نمبر	ناخواندہ	مرد	نورت	میزان
۲	۰	۵۳۷۳۹۷	۴۷۱۵۷۲	۱۰۰۸۹۶۹
میزان کل خواندہ وناخواندہ		۵۵۳۱۲۰	۴۷۲۶۳۳	۱۰۲۵۷۵۳

خانہ خواندہ اشخاص میں ۸۲۹ انگریزی داں مرد اور ۱۲ عورتیں شامل ہیں۔

فصل دہم

(صنعت و حرفت و تجارت)

خاص شہر بدایوں میں قلمدان کوٹ کے رنگساز عمدہ قسم کے نقش و نگار کے ساتھ بناتے ہیں اور نہایت مضبوط ہوتے ہیں کشمیری قلمدانوں سے مقابلہ کرتے ہیں۔ چمچے و چھری و کانٹا لکڑی کے بہت سبک و خوشنا ایک شخص بنایا کرتا ہے کہ جو اس کے خاندان میں موروثی یہ فن چلا آتا ہے ان چمچوں اور چھری اور کانٹوں کی اکثر یورپین قدر کرتے ہیں اور اپنی میزوں پر یا کمروں میں بطور نمایش کے رکھتے ہیں۔ حتے کہ اس کاریگر کا نام حاجی چمچہ ہوگیا اور اتبک تمام اسکی نسل حاجی چمچہ کر کے مشہور ہے۔

باقی اور کوئی چیز اس قسم کی یہاں طیار نہیں ہوتی ہے کہ جو خصوصیت کے ساتھ ذکر کیجاوے عام اشیاء ہر قسم کی مثل دیگر شہروں کے یہاں طیار ہوتی ہیں۔

تجارت اس ضلع میں بہت نہیں ہے۔ اہل اسلام خصوصاً شرفا بہت کم تجارت کرتے ہیں اکثر پیشہ نوکری اور وکالت اختیار کرتے ہیں یا زمیندار و معافیدار و کاشتکار ہیں البتہ مہاجن پیشہ داد و ستد یا تجارت معمولی اس ضلع میں کرنے والے ہیں کوئی مِل اس ضلع میں جاری نہیں ہے۔ کوٹھیاں نیل اکثر ضلع میں ہیں لیکن اب نیل کی تجارت کم ہوچلی ہے اور کوٹھیاں معدوم ہوتی جاتی ہیں کارخانہ کھنڈسار وغیرہ بھی اس ضلع میں بہ نسبت دیگر

اضلاع روہیلکھنڈ کے کم ہے - ہر ایک پیشہ ور کی تفصیل اور قوموں کی تعداد ہم آیندہ نقشہ مردم شماری میں ظاہر کرینگے - نقشہ جس سے درآمد برآمد اشیاء تجارتی ضلع ہذا کا واضح ہوتا ہے درج کرتے ہیں -

تفصیل اُن اشیاء کی جو اس ضلع سے دوسرے اضلاع و مقام کو جاتی ہیں		تفصیل اُن اشیاء کی جو غیر اضلاع سے اس ضلع میں آتی ہیں	
نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں جاتی ہیں	نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں سے آتی ہیں
کھانڈ	ہاترس	کپڑا ولایتی	دہلی و فرخ آباد و کانپور
تمباکو کھانے پینے کی	رامپور - چندوسی - مراد آباد	چھینٹ دیسی	ٹھاکر دوارہ
		چھینٹ دیسی لنگدار و کھاروا	کونچ
روئی	فرخ آباد - شاہجہانپور - کانپور	سوسی بادامی و چارخانہ سرخ	مراد آباد
ہلدی	فرخ آباد - شاہجہانپور - مرزاپور -	نمک کنکل و سانبھر	دہلی - میرٹھ - چندوسی - ہاترس -
غلہ	کانپور - فرخ آباد - دہلی - کلکتہ	کالا نمک و سیندھا لاہوری	فرخ آباد - ہاترس - چندوسی -
چمڑا	کانپور - کلکتہ -		
سوت دیسی	شاہجہانپور -	کھانڈ	پیلی بھیت - شاہجہانپور -

تفصیل اُن اشیار کی جو اس ضلع سے دوسرے اضلاع و مقام کو جاتی ہیں		تفصیل اُن اشیار کی جو غیر اضلاع سے اس ضلع میں آتی ہیں	
نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں جاتی ہیں	نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں سے آتی ہیں
ہو پنچ	بریلی	کرانہ	فرخ آباد۔ پیلی بھیت۔ چندوسی۔ ہاترس۔
بان	بریلی۔		
سُتلی	چندوسی۔ پیلی بھیت۔ ہاترس	گھی	گنگا پار کاسگنج۔ ہاترس وغیرہ
		لوہا	ہاترس۔ فرخ آباد۔ مین پوری کلکتہ۔
ٹاٹ	چندوسی۔ پیلی بھیت ہاترس۔	چاول باریک	پیلی بھیت
نیل	کلکتہ	پیتل۔ تانبا۔ ظروف مسی۔ پیتل۔	فرخ آباد
کھجور کی چٹائیاں	پیلی بھیت۔ بریلی	ظروف پھول	مراد آباد
سَن	ہاترس	ظروف کس کٹ یعنی بھرت۔	فرخ آباد۔ مراد آباد
قلمدان کوٹ کا	بریلی۔ شاہجہانپور۔ رامپور۔ مراد آباد۔ علی گڑھ وغیرہ۔	جوتہ	جالیسر۔ پکھوا۔ دہلی۔ بریلی۔ علی گڑھ
چھپر کاٹھ کے	بریلی شاہجہانپور۔ رامپور۔ مراد آباد۔ علی گڑھ وغیرہ۔	گوٹہ کناری	بریلی
		بساطہ	بریلی

تفصیل اُن اشیاء کی جو اس ضلع سے دوسرے اضلاع و مقام کو جاتی ہیں۔		تفصیل اُن اشیاء کی جو غیر اضلاع سے اس ضلع میں آتی ہیں	
نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں جاتی ہیں	نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں سے آتی ہیں
گل کیوڑہ و عرق کیوڑہ	بریلی۔ رامپور۔ مرادآباد	میوہ کشمش بادام پستہ وغیرہ۔	اکثر جاڑے میں کابلی لاتے ہیں اور فرخ آباد و ہاترس و دہلی سے بھی آتا ہے۔
موٹا کپڑا	فرخ آباد		
دھان کی کھیل	آگرہ و ہاترس	پان بیب کا	مرادآباد۔ رامپور۔ چندوسی۔
چارخانہ سوتی	کاسگنج	کرسی۔ کوچ۔ مسہری پالکی صندوق وپٹارہ	بریلی
گائے بھینس۔ بیل وغیرہ	اضلاع سیتاپور و لکھنؤ و ہردوئی وغیرہ	صندوق رنگین	تلہر
		تیل خوشبودار وعطر	قنوج و لکھنؤ
		عرق گلاب و گلقند	سنبھل
		پوڑسی	مرادآباد۔ بریلی۔ جاگیرامپور۔ قنوج۔
		بانس چھڑکا	چندوسی و بریلی۔
		بانس پہبتی	ہردوار

تفصیل اُن اشیا کی جو اس ضلع سے دوسرے اضلاع و مقام کو جاتی ہیں		تفصیل اُن اشیا کی جو غیر اضلاع سے اس ضلع میں آتی ہیں	
نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں جاتی ہیں	نام شے	نام ضلع یا مقام جہاں سے آتی ہیں
		نیچوں کی نل یعنی نگالی	پیلی بھیت
		بکری یا بھیڑ	جمنا پار کے اضلاع سے
		گائے بیل بھینس وغیرہ۔	ہانسی حصار۔ کوسی۔
		کاغذ	لکھنؤ۔ کلکتہ کالپی۔
		غلہ	جب یہاں گرانی ہوتی ہے تو جہاں ارزاں ہوتا ہے وہاں سے آتا ہے
		پان	فرخ آباد و شاہ جہاں پور لکھنؤ۔ مہوبا۔ سندیلہ
		پتنگ جس سے سوت رنگا جاتا ہے	فرخ آباد و ہاترس
		چینی کے برتن	بریلی۔ دہلی۔ کلکتہ و کانپور و بمبئی

بابِ دوم

اہل ہنود حکمرانون کی تاریخی حالات

بروئے تحقیق تاریخی یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ راجہ بھرت کے زمانہ کے بعد کون حکمراں رہا۔ مگر جو راجہ سلسلہ وار دہلی یا تھا نیشر میں جانشین ہوئے وہ بدایوں کے بھی حکمراں رہے اب ہم تاریخی سلسلہ راجہ بکرماجیت سے اس شہر کے حکمرانوں کا لکھتے ہیں۔

راجہ بکرماجیت۔ راجہ اُجین ملک مالوہ کا تھا اور وہ اندر پرست دہلی کا بھی بادشاہ ہوا اور ہمالہ تک اُسکی عملداری تھی۔ جس سبب سے کہہ سکتے ہیں کہ بدایوں بھی اُس کی عملداری میں تھا۔ بکرماجیت کو راجہ سالباہن عرف سمندر پال جوگی نے قتل کیا جو قوم کا چھتری تھا اگرچہ بعض مورخوں نے چھتری ہونا مشکوک لکھا ہے اور اُس کو جوگی کے لقب اور نسب سے لکھکر چھوڑ دیا ہے مگر ہمارے نزدیک جوگی کوئی قوم بالنسل نہیں ہے بلکہ خدا پرست عابد لوگ جوگ لیتے تھے۔ راجہ شیو پرشاد ستارہ ہند نے اپنی تاریخ **آئینہ تاریخ نما** میں لکھا ہے کہ راجہ بکرماجیت کو **ایک اہیر** نے جسکی آنکھیں تانبے کے رنگ کی تھیں مارا اور وہ راجہ اُجین کا ہوا۔

شمس العلماء منشی ذکاء اللہ خاں بہادر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ سالباہن ایک کمہار کا لڑکا تھا خدا کی قدرت سے وہ راجہ ہو گیا۔ اور سمت سالباہن

ستنتھر برس پیشتر حضرت عیسےٰ سے شروع ہوا ہے اور مسٹر ہینری جارج کیبن اپنی تاریخ ہندوستان مطبوعہ ۱۸۹۳ء صفحہ ۳۴ میں لکھتے ہیں کہ ۷۸ء میں ساکھ سالیاہن جاری ہوا اور اُسکا بانی سالباہن بادشاہ تھا اُسکی سلطنت پنچالا میں رہی جسکا صدر مقام قنوج تھا۔

اور مسٹر ڈاینال لڑاس اپنی تاریخ مطبوعہ مدراس ۱۸۹۹ء کی صفحہ ۳۱ پر لکھتے ہیں کہ سالباہن پاٹر یعنی کمہار یا کسگر کا لڑکا تھا۔ الغرض یہ امر بہت مشتبہ ہے کہ وہ کس قوم کا تھا۔ لیکن ہمکو راجہ شیو پرشاد کی اس تحریر سے اتفاق ہے جو اُنھوں نے اپنی تاریخ کے صفحہ ۵۷ پر لکھی ہے یعنی راج پالنے کی وجہ سے راجہ چھتری زمانہ قدیم میں کہلاتا تھا۔ اب سیر المتاخرین اور جامع التواریخ اور راج ترنگی وغیرہ میں سالباہن کو جوگی لکھا ہے اور یہ لکھا ہے کہ اُسکو جادو طلسم آتا تھا سمندر پال جوگی نے بکرم کو علم کایا پلٹ سکھایا اور حیوان مردہ کے قالب میں اُس کی روح ڈلوا کر آپ بکرماجیت کے قالب میں گھس بیٹھا۔ اور اُسکو سعاً قتل کروا دیا اور سلطنت لے لی۔ یہ قصہ بطور ناول کے ہے جسکو مورخوں نے تسلیم نہیں کیا ہے۔ تاریخ فرشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بکرماجیت ہمعصر اردشیر بابکان کا تھا اور بعض کا قول ہے کہ عہد شاپور میں تھا اور اُسکے اواخر عہد میں سالباہن نام ایک زمیندار دکن نے اُسپر چڑھائی کی اور معرکہ رن میں کنارہ نربدا پر اُسکو پکڑ کر قتل کیا یہانتک ہمنے بطور تمہید کے حال راجہ بکرماجیت و سالباہن کا مختصراً لکھا ہی۔

اب ہم اصل مقصد کو لکھنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے جو کتبہ پتھر قلعہ بدایوں میں

نکلا ہے اور جسکو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ لکھنؤ کے عجائب خانہ میں رکھا ہے۔
اُس کی سطر دوم میں یہ لکھا ہے کہ اول اول چندر پال یہاں حکمران تھا اور شجرہ
خاندان چندر پال کا کہ جنہوں نے حکومت بدایوں کے تا بہ لکھن پال کے گیارہ
درجہ تک اُس پتھر میں لکھا ہے اور ہر ایک کی تعریف شاعرانہ کی ہے۔ اُسکے
دیکھنے سے یہ بات دریافت ہوتی ہے کہ خاندان پال سے بدر راجہ تھے ہمکو
اس امر میں سابق تحریر پروفیسر مسٹر الیٹ کیمل۔ بارون۔ ڈی۔ سی۔ آئی۔ اے
گوٹن جین۔ جنہوں نے اُس کتبہ کا ترجمہ کرکے عجائب خانہ لکھنؤ کو بھیجا ہے یقین
ہوا تھا کہ یہ خاندان پال کا راٹھور قوم کے ٹھاکروں متعلقہ قنوج سے تھا اور
لکھن پال کا زمانہ جسکے وقت میں وہ کتبہ لکھا گیا۔ حسب رائے مسٹر موصوف
سنہ ۱۲۳۰ء مطابق [illegible]ھ ہوتا ہے اسیوجہ سے ہمنے کتاب **تذکرۃ الواصلین**
کی شروع تمہید میں کچھ تاریخی حالات جو مسلمانوں کی آمد کو لکھے ہیں اُسمیں زمانہ لکھن پال کا
کو شہاب الدین غوری کے عہد میں خیال کیا تھا۔ اور رائے مسٹر کے مطابق لکھا الا
اب تاریخی تحقیق جو ہمنے کی ہے اُس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کتبہ میں
جن راجاؤں کا نام بدایوں کے حکمرانوں میں درج ہے وہ [illegible] اسلام سے
بہت پیشتر کے ہیں۔ اور رائے پروفیسر موصوف کے اُن سالوں میں صحیح
نہیں تھی اب ہم اُن دلایل کو جن سے اُنکا پیشتر ہونا ثابت ہوتا ہے
لکھتے ہیں۔

کتبہ میں گیارہ راجہ برابر لفظ پال پر ختم ہوتے ہیں اور جب ہم یہ خیال کرتے
ہیں کہ قنوج کے حکمرانوں میں سلسلہ لفظ پال کا راٹھور ٹھاکروں سے

کسی تاریخ سے ہمکو یہ سلسلہ نہیں ملتا جیسا کہ اس پتھر میں مسلسل درج ہے۔ تاریخ یمینی و خاوند شاہی میں ضرور ایک نام اجے پال راجہ قنوج کا بوقت حملہ محمود غزنوی کے لکھا ہے الا اول و آخر یعنی اُس کی اولاد و اخفاد یا آباؤ اجداد کا نام و حال نہیں لکھا اور دیگر تاریخوں میں اُس راجہ کا نام جے چند لکھا ہے اور اُسکے آباؤ اجداد کے نام بھی لکھے ہیں مگر پال کسی کا نام نہیں ہے۔

اب رہا یہ امر کہ مہی پال[1] راجہ دہلی کا تومر خاندان راجپوت کا تھا اُس خاندان سے ان بدایوں کے پالوں کا سلسلہ ملایا جاوے معہ اُسکے مورثوں یا اولاد میں سلسلہ وار لفظ پال کا تاریخوں میں نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک یہ خاندان پال سندر پال جوگی کی نسل سے ہے جسکو ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ اُسکا عرف سالباہن بھی تھا بدایوں سے سات میل کے فاصلہ پر جانب غرب و گوشہ شمال متصل قصبہ بلبسی پرگنہ کوٹ سالباہن اسوقت تک موجود ہے اور وہاں ایک قلعہ شکستہ اور ایک کوٹ منہدم شدہ کے آثار اسوقت تک نمایاں ہیں اور سرکاری دفاتر میں وہ پرگنہ بلفظ کوٹ مرقوم ہوتا ہے۔ اور اکبر کے عہد میں پرگنہ کوٹ سالباہن آئین اکبری میں مندرج ہے۔ جس سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ راجہ سالباہن کو تعلق شہر بدایوں سے تھا

---

[1] سر کنگھم کے بیان کے موافق اس راجہ نے دہلی کا لال قلعہ تعمیر کرایا تھا جسپر پتھورا کا قبضہ آیا ۔ اسنے ایک مندر بھی بنوایا تھا جس موقعہ پر اب مسلمانوں کی جامع مسجد ہے لیکن مہی پال کا نام یہاں اپنی شجرہ میں نہیں آیا ہے۔

اور اُسکا ایک قلعہ بنا ہوا تھا

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ ✤ آثار پدید است صنا دید عجم را

اب اسی کتبہ سے ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ سطر دوم میں جو یہ عبارت درج ہے کہ سب سے اول یہاں کا حکمران چندر پال ہوا اور راجہ سمندر پال عرف سالباہن کا بیٹا چندر پال تھا - (کتب ہائے تاریخ قدیمہ و جدیدہ میں بالاتفاق یہ درج ہے کہ دہلی کی حکومت میں بعد بکرماجیت کے جوگیوں کے خاندان سلطنت کا حال سمندر پال سے شروع ہوتا ہے جس نے بکرماجیت کو قتل کیا اور وہ حاکم اُجین دار الحکومت بکرماجیت اور دہلی کا ہوا) اور راندر پرست کی سلطنت اس خاندان میں آئی سمندر پال کو جوگی کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے الا چندر پال اُسکے بیٹے سے بجُز سلسلہ راج کا اور لفظ راجہ کا تاریخوں میں درج ہونا شروع ہوا سولہ[۱۶] درجہ تک اس خاندان کی سلطنت سمت[۱۲۵] بکرماجیتی سے سمت ۷۴۴ تک قایم رہی پھر تلوک چند کے خاندان سے انکو برباد کیا - اگرچہ سیر المتاخرین اور تاریخ جد ولیہ میں جو تفصیل ایام حکومت راجگان پال کی لکھی ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اُسکے جمع کرنے سے میعاد قریب ساڑھے چھ سو[۶۵۰] سال معلوم ہوتی ہے - مگر وہ خود یعنی مصنفین کتب مذکور کل مدت سلطنت اس خاندان کی ۳۴۳ سال بیان کرتے ہیں پس یہ آخر میزان اُنکی صحیح ہے - اب ہم خاندان پال بدایوں کا حکمرانان سمندر پال جوگی کے خاندان سے مقابلہ کرتے ہیں -

اوّلاً - اسوجہ سے کہ چندر پال سب سے اول حکمران بدایوں پتھر میں درج ہے اور یہی نام چندر پال حکمران دہلی میں سمندر پال جوگی کے بیٹے کا

لکھا ہے۔

دوم۔ بدایوں کے سبھی حکمرانوں کا نام پال پر ختم ہوا اور دہلی کے سبھی سوا ایک
حکمراں کا نام پال پر ختم ہوتا ہے۔

سوم۔ سالباہن کا تعلق بدایوں سے اور اُس کے نام سے قلعہ ہونا۔

چہارم۔ پنچالہ کی زیب و زینت اس شہر کو اس شعر میں لکھنا اور پنچالہ
سے مراد سنوستا ستر میں قنوج سے لی ہے اور مسٹر ہنری جارج کبن نے
جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں ساکھا سالباہن ۷۸ء میں جاری ہونا اور اُس کی
سلطنت پنچالہ میں رہنا اور اُسکا صدر مقام قنوج ہونا اپنی تاریخ میں درج
کیا ہے اور سطر اول پتھر میں جہاں شہر کی تعریف کی گئی وہاں یہ درج ہونا
کہ یہ شہر ویداموتہ پنچالوں کے ملک کی زیب و زینت ہے ہماری اس
رائے کی موید ہے کہ یہ وہی خاندان تھا۔ ایک اور فقرہ سطر اول میں
درج ہے کہ محافظ اس شہر کے استراکوٹا کے مشہور شہزادے رہے ہیں
اس لفظ کی تحقیق نہیں ہوئی کہ استراکوٹا کون مقام تھا اگر وہ مقام قنوج تھا
تو یہ مراد ہوسکتی ہے جیسا کہ جارج کبن نے لکھا ہے کہ صدر مقام سالباہن کا
قنوج تھا۔ اب ہم یہاں پر یہ بھی لکھنا چاہتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ چندر پال کو
[illegible] خاندان پال راجگان دہلی و راجگان بدایوں کا قرار دیا گیا ہے
اور اس کی کیا دلیل ہے کہ وہ بدایوں کا بھی حکمراں اول تصور کیا جاوے
اور دہلی کا بھی حکمراں اول سمجھا جاوے۔

[illegible] جواب اس طرح سے دیتے ہیں کہ سالباہن کو بسبب تعلق ابتداءً بدایوں

تھا تو ایسا قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اپنی حیات میں جب
اُجین یا دہلی یا قنوج میں دارالسلطنت بنائی تو اپنے بیٹے چندر پال کو
بدایوں میں اپنے نام سے قلعہ بنا کر اپنی زندگی میں اس شہر کا حکمراں کیا
بعد وفات سمندر پال کے چندر پال جو بدایوں کا حکمراں تھا وہ بڑی
دارالسلطنت دہلی یعنی اندر پرست میں چلا گیا اور یہاں اپنے
ایک بیٹے وگرا پال دیو کو جانشین کر گیا۔ اب اُس کا دوسرا
بیٹا نہین پال دہلی کی سلطنت پر بعد وفات چندر پال جانشین ہوا۔
اب ہم ایک شجرہ سمندر پال جوگی عرف سالباہن کی اولاد کا اس مقام
پر درج کرتے ہیں۔

وہ شاخ خاندان جس نے دہلی میں حکومت کی اور مسلسل تاریخوں سے
اُن کا نام بنام سنہ حکومت کے پتہ چلتا ہے وہ اس شجرہ میں جانب
راست ہیں اور جن راجاؤں نے اس خاندان سے بدایوں میں حکومت
کی اُنکی شاخ جانب چپ ہو گی۔

جوگی سندر پال عرف سالباہن

چندر پال

شجرۂ راجگان بہراولی

- ۳ وکرما پال دیو
- ۴ بھون پال
- ۵ گوپال دیو
- ۶ ترہبون پال
- ۷ مدن پال
- ۸ دھرم پال اور چندر پال
- ۹ بھیم پال
- ۱۰ سور پال
- ۱۱ امرت پال
- ۱۲ لکھن پال

شجرۂ راجگان جیسلمیر

- ۳ بجن پال
- ۴ دیس پال
- ۵ نرسنگھ پال
- ۶ سوکھ پال
- ۷ کلیہ پال
- ۸ امرت پال
- ۹ ہری پال
- ۱۰ بھیم پال
- ۱۱ گوبند پال
- ۱۲ بینی پال
- ۱۳ سیر پال
- ۱۴ مدان پال
- ۱۵ کرم پال
- ۱۶ [illegible] پال

جو شجرہ ہنسے بدایوں کے خاندان پال کا درج کیا ہے اب اُس ہرایک حکمراں
کے حالات کا ترجمہ جو کتبہ پتھر میں لکھے ہیں بجنسہ بے کم وکاست بزبان اُردو
درج کرتے ہیں۔

چندرپال

یہ راجہ سب سے اول حکمراں یہاں کا ہوا جو مجمع تھا بے انتہا خوبیوں کا۔
اس نے اپنی تلوار سے تمام دشمنوں کو خائف کر دیا۔

وگراپال دیو

یہ چندر پال کا لڑکا تھا۔ بعد اپنے باپ کے حکمراں ہوا جو اپنے
دشمنوں میں بہت مشہور ہے اور رعاجتمندوں کے ساتھ بہت
فیاض تھا۔

بھون پال

یہ لڑکا وگراپال کا تھا۔ حقیقت میں عالم دنیا کا قانون مجسم دنیا کی حفاظت
کرنے کے بعد وہ بیکنٹھ باشی ہوا۔

گوپال دیو

یہ بھون پال کا لڑکا تھا۔ یہ دنیا کا حکمراں ہوا جب یہ راجہ جو کہ رعایا کی
مصیبت کا دور کرنے والا تھا راج پر بیٹھا تو سب قومیں اپنے اپنے
فرائض منصبی خوشی وخورمی سے ادا کرتی تھیں اور خوشحال تھیں

(یہاں تک سطر اول کتبہ کی تمام ہوئی)

تری بھون پال

یہ لڑکا گوپال کا تھا جب یہ دنیا کا محافظ و حکمراں ہوا اس نے دشمنوں کی
گروہ کو عاجز کر دیا اسی وجہ سے وہ بہت مشہور ہو گیا۔ جب یہ پرادر
خدا کے حکم سے بیکنٹھ باشی ہوا تو اسکا بھائی مدن پال حکمراں ہوا۔

(سطر سوم تمام ہوئی)

مدن پال

یہ گوپال کا لڑکا تھا جسکے مشہور و معروف قوت کی وجہ سے کبھی ہمیا پربت
کا دیوتاؤں کے دریا کے کنارہ پر چرچا ہوا۔ پھر اسکا چھوٹا بھائی دیوپال جانشین ہوا

دیوپال

پسر گوپال اپنے بھائی کا جانشین تھا جس نے کہ لاکھوں مغرور دشمنوں کو تباہ کر دیا
اور فیاض و رحیم تھا اس بادشاہ کا معروف و مشہور نام دیوپال تھا کہ
جسکے کاموں کے تذکرہ کی وجہ سے اس زمانہ میں بھی اپنے دشمنوں پر
فتحیاب ہو سکتے ہیں۔

بھیم پال

یہ لڑکا دیوپال کا تھا اس نے بہادر دشمنوں کو جو ناقابل فتح تھے شکست
دی اور جسکا نفیس جسم مثل سونے کے بے عیب تھا اور وہ پیدائشی مدبر
تھا ہر چند اس نے خیر و فلاح مخلوق میں اپنے عہد میں پھیلائی اور دیوتاؤں
[illegible] کا وہ مطیع تھا۔

سور پال

یہ لڑکا بھیم پال کا تھا۔ بعد بھیم پال کے حکمراں ہوا جو کہ تمام دنیا میں مشہور و معروف

سورپال کے نام سے ہے جبکہ کہ راجوں میں ایسا مرتبہ تھا جیساکہ دیوتاؤں کے گروہ میں اندر کا یا جیساکہ اندر کے چیدہ ہاتھیوں میں اروان کا یا جیساکہ چاند کا ستاروں کے مجمع میں۔ یا جیساکہ شیر کا درندوں میں۔

لکھن پال

یہ لڑکا سورپال کا تھا جسکو کہ خدا نے بہت بڑی قوت عطا کی تھی جس نے کہ اپنے ہاتھ کی تیز تلوار سے اپنے دشمنوں کو ڈرا دیا وہ دیوتاؤں اور دوجہنی اور بزرگوں کا مطیع تھا۔ اور ہر علم کا شوقین تھا اور اُن سب کا اُستاد تھا جنکے ہتیار سخت سزا دیتے تھے۔ (پانچ اور چھ سطر کا ترجمہ ختم ہوا) یہ لڑکا سورپال کا تھا خدا کرے کہ اُسکا چھوٹا بیٹا یعنی امرت پال کا یہ شہزادہ لکھن پال جو اُسکا جانشین ہوا ہے سنکھوں اور مدتوں تک قایم رہے اور حکمرانی کرے کہ جسکی فیاضی کی کچھ انتہا نہیں ہے اسکے کپیر پھینکنے کے ہتیار جو مشابہ ہوتے ہیں سورج کے جھلسانے والی کرنوں کے۔ مشہور معروف دشمنوں کے خون کی دھاریں پیتی ہیں۔

اس راجہ کے عہد میں ایک مندر شیو کی پرستش کا اس شہر میں تعمیر ہوا۔ جسکا مختصر حال ہم اُس کتبہ سے اس مقام پر لکھتے ہیں۔ شیو کی پرستش کا کرنے والا ایک عابد جسکا نام ورمیشو تھا اسکا وطن اناہلہ ٹیکہ تھا اُسنے اپنے منتر کے زور سے ایک بت جو پنڈوں سلنے ڈکشنا پتھ میں قایم کیا تھا بیست و نابود کر دیا۔ اس نے اپنے زہد اور الہی قوت کو جو انسانی قوت سے بالاتر تھی کشمیر میں دکھلایا تھا پھر وہ پھرتے پھرتے وہاں سو سخد میں

سبھی آیا یہاں پر دیوپال کے وزیر رُلہا نے اس کو مٹھ یعنی شہر
کی خانقاہ کا افسر کر دیا (سطر ۹ لغایت ۱۲)

اسکا جانشین اس عہدہ پر اسکے بعد ایک اور پاک مشہور شخص مسمی موہرتی
گن ہوا یہ موہرتی گن راجہ سورپال دیو کا دینی معاملات میں ناصح ہو گیا۔
(سطر ۱۳ لغایت ۱۵)

موہرتی گن کے بعد اسکا شاگرد ایشان شیو اسکا جانشین ہوا یہ بیان کیا
گیا ہے کہ وہ گوڑ میں پیدا ہوا جو کہ وت ہرگو اگوتر کے متعلق تھا سہ پانچ
پرورں کے - یعنی ھرگوا - چیاوَن - اپنوان - اوروا -
جمدگنی - یہ وہ جنی وکشو کا بڑا لڑکا تھا - اور ساون وسنہا پٹی جو ملک ہریانہ
میں واقع ہے اسکا باشندہ تھا - ایشان شیو نے دنیا کو ناپائدار و فانی
سمجھکر ایک مندر شیو کا بنایا جسمیں خیال کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتبہ اول اس میں
نصب کیا گیا - اور بہرادن لک کی مالگذاری اسکے متعلق کر دی - (سطر ۱۶
لغایت ۲۱)

کتبہ کے اس حصہ کے اختتام پر ایک شعر ہے اور سطر ۲۱ سے ظاہر ہوتا ہے کہ
رُلہا وزیر کے بعد کہ جسکا اوپر ذکر کر چکے ہیں لچھمی دھر اور جگت پال
وزارت پر مقرر ہوئے - جو کہ شیو کی پرستش رُلہا کی طرح بہت خلوص سے
کرتے تھے - باقیماندہ دیگر مقامات جنکا کہ پیدا ہونے کے علاوہ کتبہ میں ذکر
کیا گیا ہے انا ہلپاٹن جو صوبہ گجرات میں انہل واڑہ کے نام سے مشہور ہے اور
پرینہ جو کہ جالندھر کے نام سے مشہور ہے امیں بل گڑھ پاٹن سے موافق

یہ پنجاب کے ضلع حصار میں ایک قصبہ ہے سہپل اور بہداون لاک اور ہالی گڑھ جو سطر ۱۲ میں نام آئے ہیں اُن مقاموں کو مترجم یعنی پروفیسر سٹر گوٹن جن نہیں بیان کر سکتے کہ یہ مقام کون ہیں -

یہاں تک ہمنے عبارت خلاصہ رپورٹ پروفیسر موصوف نقل کی ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راجہ لکھن پال کے عہد میں جو مندر شیو کا بنایا گیا تھا اور جسکی پرستش کرنے والے اور چیلے جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے وہ بُدھ مذہب والوں کے خلاف شیو کی عبادت کے پابند تھے - اب یہ امر پایۂ تحقیق کو نہیں پہونچا کہ وہ مندر شہر کی کس جگہ پر تعمیر ہوا تھا لیکن ہم اسوجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ جہاں سے یہ کتبہ یعنی پتھر برآمد ہوا ہے وہ قلعہ کا منڈہی دروازہ مشہور تھا جس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ کسی گوسائیں یا عابد کی منڈہی متصل مندر شیو کے جانب مشرق قلعہ سے ضرور ہوگی کیونکہ قلعہ کے دروازہ کا نام منڈہی دروانہ رکھا گیا اور یہ کتبہ بھی وہاں سے برآمد ہوا - معلوم ہوتا ہے کہ بودہ والوں نے اُس مندر کو نیست و نابود کیا اور اُس کتبہ کو اس دروازہ کی تعمیر میں لگا دیا جو متصل اسکے تھا - باقی حالات ہم آیندہ شہر کی عمارتوں میں اسکے متعلق بھی لکھیں گے - یہاں ہمکو صرف اسقدر لکھنا مقصود تھا کہ راجہ لکھن پال کے عہد میں ایک بڑی یادگار یعنی شیو کا مندر بنایا گیا - تحریر مذکورہ بالا سے ناظرین کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ قبل تعمیر مندر کے خانقاہ یعنی عبادت خانہ اہل ہنود کا کوئی بہت بڑا اس شہر میں تھا کہ جسکا تذکرہ راجہ دیوپال کے عہد میں ہوا ہے کہ ویہر راہبانے

مٹھ یعنی پتھر کی ایک خانقاہ کا افسر ودیشنو کو کیا تھا۔

اب ہمکو یہ لکھنا ہے کہ بعد شہزادہ لکھن پال کے کون حکمراں اس شہر کا ہوا۔ یہ امر ہمکو کسی تاریخ سے نہیں معلوم ہوتا کہ لکھن پال کے بعد ان راجاؤں کے جو حکمراں رہے کیا کیا نام تھے مگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب ہمنے اپنی تحقیق سے سمندر پال جوگی سے سلسلہ لکھن پال کا ملایا ہے تو لکھن پال کا نمبر بارہواں سمندر پال سے ہوتا ہے - اور جو شجرہ راجگان دہلی کا ہمنے جا بجا راست لکھا ہے اسمیں بارہویں نمبر پر بیتی پال کا نام ہے اور بیتی پال کے بعد ہر پال اور مدن پال اور کرم پال اور بکرم پال تک یہ خاندان حکمراں رہا ہے اس حساب سے چار درجہ اور ہمکو قیاس کرنا چاہیے کہ خاندان پال میں بدایوں کی بھی سلطنت رہی - پس سمندر پال کی اولاد کا زمانہ سلطنت ۱۶ پشت تک تاریخ سے ثابت ہوتا ہے - سمندر پال کی اولاد کا خاتمہ تلوک چند والی بہرائچ نے آخر راجہ بکرم پال کو محاربہ میں قتل کرکے کر دیا - پھر راجہ تلوک چند کی اولاد نے ایکسو اٹھارہ (۱۱۸) برس کچھ مہینہ سلطنت کی اور نو پشت تک حکمراں رہی مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ تلوک چند یا اُس کی اولاد بدایوں میں حکمراں بھی ہو الاممکن ہے کہ اُس کی طرف سے کوئی گورنر یہاں حکمراں رہا ہو کیونکہ تواریخ میں ذیل سلاطین ہندوستان اُنکا سلسلہ قایم کیا گیا ہے -

اب ہم ایک دوسرے کتبہ سے بدایوں کی ابتدائی تاریخ کا پتہ لگاتے ہیں ۔ گئے ۱۸۶۲ء میں کاتب الحروف ولالہ کشوری لال ساہو کا رشاہجہان پور کچہری آنریری مجسٹریٹان شاہجہان پور میں اجلاس کر رہے تھے کہ ایک چپراسی

سے نے خبر دی کہ ایک شخص اس کوٹھی کے پیچھے بازار میں ایک لوہے کی بہت
بھاری سِل رکھے لیئے جاتا ہے ہمنے اُس شخص کو مع سل کے اپنے سامنے
طلب کیا تو دیکھا کہ ایک تختی تانبے کی جو تخمیناً بیس سیر سے زائد وزن
میں ہوگی اور اس میں کچھ ہندی میں لکھا ہوا ہے - اُس کے پاس ہے
جب اُس شخص سے دریافت کیا کہ یہ تجھکو کہاں ملی اُس نے بیان کیا
کہ موضع بانس کھیڑہ کا میں کاشتکار ہوں جو شاہجہاں پور سے
آٹھ سات میل جانب جنوب و شرق واقع ہے وہاں ایک کھیڑے پر ہل
چلاتا تھا کہ مجھکو یہ ملا لہذا فروخت کو لایا ہوں لالہ کشوری لال نے دس روپیہ
اُس کاشتکار کو دیکر وہ تختی خرید لی میں نے اُن کو یہ مشورہ دیا کہ بہتر ہے
اسکو مجسٹریٹ و کلکٹر ضلع کے روبرو لیجاؤ کیونکہ اُسکے حرف پڑھنے میں
نہیں آتے ہیں شاید کوئی دفینہ کی تختی ہو - چنانچہ وہ مسٹر آروِن صاحب
بہادر مجسٹریٹ ضلع کے پاس لے گئے صاحب ممدوح نے اُس کو واسطے
ترجمہ اور دریافت حال کے محکمۂ آثار قدیمہ میں روانہ کر دیا اُسکا ترجمہ
محکمہ مذکور سے ہوکر عجائب خانہ لکھنؤ میں وہ تختی رکھی گئی اور ایک چٹھی[1] نمبری ۱۸۹
مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۸۹۴ء کیوریٹر پراونشل عجائب خانہ لکھنؤ نے بنام صاحب کلکٹر

---

[1] ترجمہ چٹھی مرسلہ کیوریٹر پراونشل نمبری ۱۸۹ مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۸۹۴ء - بنام کلکٹر صاحب
شاہجہاں پور گذشتہ ۲۰ اگست کو لالہ کشوری لال ساہوکار و آنریری مجسٹریٹ
شاہ جہاں پور ایک پتھر عجائب خانہ کیواسطے لائے کہ جو ایک تانبے کے پتھر پر کندہ ہے
(بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

ست ہیما پتور بھیجی اس کتبہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں ہرشا وردہن
جو راجہ تھا جسکا دار السلطنت تھانیسر واقع ملک پنجاب تھا اور اُس کی
عملداری پنجاب سے لیکر کوہ ہمالہ تک تھی اس راجہ نے موضع سری ماہ چکرا
واقع ضلع گنگا ورگہ وصوبہ اہائی چھترا یعنی رام نگر متصل آنولہ جسمیں ایک بہت
پرانا قلعہ کوٹ اب موجود ہے دو برہمنوں کو جو شام ویدی اور رگ ویدی
تھے بوجہ عالم ہونے کے قدردانی میں عطا کیا تھا اس تحریر سے ہم یہ کہہ سکتے
ہیں کہ بدایوں جو متصل رام نگر کے واقع ہے (یعنی بدایوں سے رام نگر
جانب شمال بیس بائیس میل کے فاصلہ پر ہے) ضرور تحت حکومت
ہرشا وردہن کے اور اُسکے مورثوں کے رہا ہوگا - اور جب ہم دوسری
تواریخ پر نگاہ کرتے ہیں تو اُن سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ

اور ایک مہر لگی ہوئی ہے اور یہ پتھر اُنہوں نے خود اُنکے بیان کے بموجب مبلغ دس۱۰ روپیہ
کو بانس کھیڑہ کے ایک کاشتکار سے خریدا تھا - یہ یقین کرکے کہ یہ وہی پتھر ہے جسکا حوالہ
آپکی چٹھی نمبری ۳۹۳ ۵ مورخہ ۲۱- اگست میں ہے اُسپر رپورٹ ذیل کرتا ہوں -
پتھر پر ایک اچھا نوشتہ تحریر ہے یہ نوشتہ بادشاہ اعظم ہرشا وردہن بادشاہ تھانیسر کا ہے
جو کہ اب پنجاب میں واقع ہے یہ بادشاہ ۶۰۶ء سے ۶۴۸ء تک ایک بہت بڑے
حصہ شمالی و وسط ہندوستان پر حکمراں تھا - اُس کی اور اس کے خاص مورثان کی سوانح
عمری بانا بھٹ نے اپنی کتاب ہرش چرتر میں تحریر کی ہے اور چینی بدھ مذہب کے سیّاح
ہیونتسانگ نے جو کہ بادشاہ سے قنوج میں ملا تھا اپنی کتاب [illegible] (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

قنوج کی سلطنت اُس زمانہ میں تھا نیسر والوں کے قبضہ میں تھی اور کوہ ہمالہ تک
تھا نیسر والوں کی عملداری تھی۔

اس خاندان میں اول دیوماوردھن۔ بعدہ راجیاوردھن۔ اول
اور سپھرادی وردھن پھر پراوکراوردھن نے راج کیا اُسکے بعد
اُس کے دو بیٹے اول راجیاوردھن بعدہ ہرشاوردھن حکمران ہوئے
اس خاندان کی حکومت ۵۳۴ء سے شروع ہوکر ۶۴۸ء پر ختم ہوئی۔ ہرشاوردھن

سی یولٹ میں تحریر کیئے ہیں۔

شجرہ خاندان ہرشا یعنی وابستہ تھا نیسر والوں کی اس تختی پر اسطرح دیا ہوا ہے

(۱) وردھنا۔ جسکی شادی وجرینی دیبی کے ساتھ ہوئی (۲) راجیاوردھنا۔ جسکی شادی اپسروبیبی کے ساتھ ہوئی (۳) ادت یاوردھنا۔ جسکی شادی مہاسینا گپتا دیبی سے ہوئی۔ (۴) پربھاکراوردھنا۔ جسکی شادی لیسومتی دیبی سے ہوئی

(۵) راجیاوردھنا دوم — (۶) ہرشاوردھنا

یہی شجرہ مہر میں ہے جوکہ پتھر کے ساتھ ہے اس نوشتہ کا مقصد عطا کرنا موضع سراہی مایہ چکس واقع مدیہ
اہائی چترا کا جسکو اب رام نگر ند آنولہ کہتے ہیں اور ضلع گنگا ورگہ دو عالم برہمنوں سیمیان بھٹاوال
رودرجو بھوری جس میاگ و بدی کا ہم مکتب تھا۔ اور بھٹ بھدرا سوامی جو ہم سبق چندرگوسوامی
ویدی کا تھا اور یہ ہر دو بھارت دواج گوتر تھے۔

یہ نوشتہ ہرشا کے فتحیاب لشکر سے عطا کیا گیا تھا یہ لشکر بمقام سہری وردھو سیانا کوٹی جہاں کشتیاں
اور ہاتھی اور گھوڑے موجود تھے واقع تھا اور اُسکی تاریخ سمت ۲۲ ہرشا سنہ رقیہ نوشتہ ختم ہوئید

سنہ ۶۰۶ء میں حکمراں ہوا تھا[5] - راجہ ہرشا وردہن کے ماتحت بدھ مذہب کے لوگ
تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدھ مذہب کا یہ بہت بڑا حامی تھا ۔ اب اول
میں جو شیو کے مندر کا پتھر دیوار قلعہ میں لگا ہوا ملا ہے - اولاً ہمکو یہ یقین ہوا
تھا کہ مسلمانوں نے کسی مندر کا پتھر دروازہ میں لگا دیا لیکن ہم اب یہ کہہ سکتے
ہیں کہ جب بدھ مذہب حوالی قنوج میں یہانتک جاری ہو گیا تھا تو اُس زما
میں جبکہ قلعہ تعمیر ہوا ہوگا شیو کے مندروں کو ویران کرکے ابتداً قلعہ کے
دروازہ میں وہ پتھر لگا دیا گیا مسلمانوں نے کسیوقت قلعہ کی تعمیر نہیں کی
اور یہ دروازہ پرانا قلعہ کا تھا پس اس سے یہ بخوبی تحقیق ہو گیا کہ یہ کام سوائے

---

[6] یہ پوا کاتک بدی اندھیری پنچ مطابق نومبر ۱۸۸۲ء کے ہے یعنی دو برس پہلے ہم تاکے مرنے سے
یہ نوشتہ بہت ضروری کام کا ہے کیونکہ اس سے تاریخ وغیرہ کے اغراض حاصل ہوتے ہیں
اور گورنمنٹ کو اسکو حاصل کرنا ہے اور لکھنؤ کے عجائب خانہ کو دیدینا چاہیئے کمیٹی بخوشی دس روپیہ
دیدیگی اگر لالہ کشوری لال خود اسکو دینا پسند نہ کریں۔

---

[5] آئینہ تاریخ نما مولفہ راجہ شیو پرشاد صفحہ ۵ میں مرقوم ہے کہ جالندھر اور تھانیسر سے لیکر گنگا ساگر تک اور
ہمالیہ سے لیکر ریاست زیبا اور مہاندی تک قنوج کے بدھ مت راجہ ہرشا وردہن کے زیر حکم تھا اور وہ
کشمیر اور سندھ کے راجہ سے لڑنے گیا لیکن ہارا۔ اشنر کے چھتری راجہ نے اسکو شکست دی۔
تاریخ ہندوستان جلد اول حصہ اول صفحہ ۶۰ نمبر ۹ مولفہ منشی ذکاء اللہ خاں بہادر میں مرقوم ہے کہ ہیونگ سانگ چینی سیاح نے
۶۳۴ء میں ہندوستان میں آیا اپنے حالات سفر کے لکھے ہیں کہ قنوج میں خاندان بیس سے ایک راجہ نامی راج کرتا تھا۔

پشمت والوں کے کسی دوسری قوم نے نہیں کیا اور یہ مسلمہ امر ہے کہ بدھ
مذہب والوں کو شیو وغیرہ کی مورتوں سے سخت نفرت تھی اور وہ شیو کی
پرستش کے مخالف تھے اور ہماری اس رائے کی تائید کہ راجہ ہرشاوردھن
بدھ مذہب تھا چینی سیّاح ہوانگ سانگ کے بیان سے ہوتی ہے
فرخ آباد کے ضلع میں جو ایک قصبہ کمپل ہے جین مذہب والوں کا تیرتھ[1]
وہاں ہے اور تاریخ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جین مذہب بدھ مذہب سے
بہت مشابہ ہے[2]۔ بدھ موافق رائے بعض مورخین حضرت عیسیٰ سے ۶۲۳
برس پہلے ہوا۔ اور بعض کے نزدیک ۵۸۵ برس پہلے حضرت عیسیٰ سے
شاکی منی گوتم بدھ سورج بنسی چھتری راجہ سدھودھن کا بیٹا تھا
شاکی اسکی کنیت تھی گوتم چھتریوں کی ایک عالی ذات کا نام ہے اور منی
تارک الدنیا کو کہتے ہیں اور بدھ کے معنے عاقل کے ہیں اصلی نام اس کا
سدھارتھ[3] تھا جب راجہ اشوک کے زمانہ میں جسکا دار السلطنت
پٹنہ تھا بدھ کے مذہب میں کچھ رخنہ پڑا اسوقت مقام سوروں سے
جو بدایوں سے ۲۲ میل جانب جنوب گنگا کے کنارہ پر واقع ہے بدھ کے
مشہور چیلہ پلوت ستھویر کو بدھ مذہب والے ناؤ پر سوار کرا کے پٹنہ لے گئے
یہ واقعہ ۲۴۴ سنہ قبل زمانہ عیسوی کا ہے الآتاریخ الفنسٹن میں اشوک کا زمانہ[4]

---

[1] آئینہ تاریخ نما راجہ شیو پرشاد صفحہ ۸۵ ملاحظہ طلب ہے۔

[2] صفحہ ۸۵ دفعہ ۳۴ کتاب تاریخ ہند ذکاء اللہ خاں بہادر۔

[3] صفحہ ۷۸ آئینہ تاریخ نما۔

سلطنت قریب ڈھائی سو برس قبل حضرت عیسےٰ کے درج ہے اور مورخ موصوف نے کتبوں اور دیگر تواریخ معتبر سے حوالہ دیا ہے (دیکھو تاریخ الفنسٹن حصہ اول صفحہ ۲۱۱) اور وید کی تالیف[1] حضرت عیسےٰ سے چودہ سو برس پیشتر ہوئی اور جبتک بدھ مذہب والوں نے غلبہ نہیں پایا وید کے پابند بہت لوگ تھے۔ اور بدھ مذہب کا زوال بموجب بیان چینی سیاح کے سنہ ۵۰۰ء میں شروع ہوا اسوقت گنگا جمنا کے کنارہ کے ملکوں میں بدھ مذہب بہت زایل ہو چکا تھا۔ مگر دیگر اطراف میں بدھ مذہب بہت پھیلا ہوا تھا۔ لیکن بعد اسکے بدھ مذہب نے ہند کے بعض اضلاع پر عظمت حاصل کر لی تھی۔

شنکراچارج سوامی نے سنہ ۸۰۰ء اور سنہ ۹۰۰ء کے درمیان بدھ مذہب والوں کو ہندوستان سے بالکل نیست و نابود کیا۔

ہم اس مقام پر یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بعد ہرشا وردھن کے خاندان کے کس خاندان میں حکومت بدایوں کی آئی لیکن کسی تاریخ یا معتبر کتبہ سے اسکا پتہ نہ ملا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طوائف الملوکی رہی۔ مگر یہ امر محقق ہے کہ سنہ ۲۲۹ھ مطابق سنہ ۸۳۹ء تک اہل ہنود کے قبضہ میں حکومت اس ضلع کی رہی۔ بعض اقوال قدما اس طرح ہیں کہ راجہ بدھ نامی قوم اہیر سے

---

[1] دیکھو کتاب جلد اول تاریخ ہند مولفہ گورنر بمبئی صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ سائنٹفک سوسائٹی علیگڈھ۔

تھا اُس نے یہ قلعہ بدایوں کا بنایا اور شہر کو آباد کیا اور اُس کی اولاد ۱۰۴۹ھ تک حکمران اس شہر میں رہی پھر سپہ سالار مسعود غازیؒ نے محمود غزنوی کے عہد میں حملہ کر کے قلعہ کو فتح کیا اسوقت سے قدم مسلمانوں کے اس جگہ آئے اور اہل ہنود نے طرح طرح کی روایات جنکا کسی تاریخ سے پتہ نہیں ملتا ہے مشہور کر رکھی ہیں۔ ایک یہ بھی حکایت ہے کہ سمت ۱۲۳۲ بکرما جیت میں اجے پال نے جو قوم کا راٹھور تھا اس قلعہ کو تعمیر کیا اور بھرت اور سوتی اور منڈی کو جو بڑے بڑے نامی پہلوان تھے قتل کر کے بنیاد قلعہ میں رکھدیا اور انہیں کے نام سے دروازوں کا نام رکھدیا اور آخر راجہ اس خاندان کا دھرمپال تھا اور وہ بڑا عیاش جسکی نوسو رانیاں تھیں اور بے تمیز بد انتظام بدمعاملہ تھا اُسوقت شہاب الدین غوری نے حملہ کیا اور راجہ کو قتل کر کے قلعہ میں اپنی حکومت کر لی۔ اور کالسین جو اُسکے باپ کا وزیر تھا اور اُس کا باپ اجے پال ۱۲۳۳ء میں فوت ہو گیا تھا۔ اُس وزیر نے کالسین محلہ بسایا تھا جو ابتک کالسین ٹولا مشہور ہے۔ اور اُسکی چھتری اوسہت میں ہے جہاں وہ فوت ہوا تھا۔

پس یہ روایت اُس کتبہ سے جو قلعہ کی بنیاد سے نکلا بالکل مخالف ہے اُس میں کوئی نام اجے پال یا دھرمپال شجرہ راجگان بدایوں سے نہیں پایا جاتا اور نہ راجہ بدھ کا ذکر ہے۔ البتہ کالسین محلہ موجود ہے اوسہت میں ایک چھتری بھی کالسین کی موجود ہے نہ معلوم یہ کالسین کون شخص تھا۔

باب سوم

فرمانروایانِ اسلام

راجہ بدّہ کی اولاد ۴۲۹؁ھ مطابق ۱۰۲۸؁ء میں بدایوں میں حکمراں تھی مشہور ہے کہ یہ قوم اہر تھی رپورٹ بندوبست اور گزیٹیر بدایوں میں یہ لکھا ہے کہ سنہ مذکور میں **سید سالار مسعود غازیؒ** جو ہمشیرزادہ سلطان محمود غزنوی کے تھے قلعہ بدایوں پر حملہ آور ہوئے اور ایک جنگ عظیم واقع ہوئی بہت سے مسلمان شہید ہوئے اور رپورٹ مذکور میں یہ بھی تحریر ہے کہ اُن شہدا کے مزارات زیادہ تر جانب غرب اُس سڑک کے متصل ہیں جو شہر سے بلسی کو جاتی ہے (یعنی حضرت شاہ ولایت صاحب کے بن میں ہوکر) اور کچھ جانب شرق موضع لکھن پور میں اور حوالی شہر بدایوں میں ہیں۔ اور میراں ملہم شہید اُستاد حضرت مسعود غازیؒ کے تھے اور برہان قتالؒ جنکا مزار شاہی دروازہ پر ہے ایک فوج کے افسر تھے میراں ملہم شہید کا مزار کھرنول دروازہ پر چوکی پولیس کے پاس موجود ہے حضرت سالار مسعود غازیؒ نے قلعہ فتح کیا اور مسلمانوں کی ابتدائی آمد اور حکومت اس سنہ سے اس ضلع میں قائم ہوئی یہ حالات ہم نے گزیٹیر بدایوں اور رپورٹ بندوبست ۱۸۳۵؁ء سے نقل کیے ہیں الا اور کسی تاریخ میں ہماری نظر سے باوجود تلاش نہ گزری اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے

کہ محمود غزنوی سے حکومت قلعہ جبکہ راجہ نے اطاعت قبول کی پھر اسی کے
سپرد کردی تھی مگر بعد واپسی سلطان مذکور ہنود نے بغاوت اختیار کی اور
بدایوں میں راجہ خود سر ہوگیا۔

ناظم

قطب الدین ایبک

کہتا تھا
شہاب الدین غوری یعنی معز الدین سام نے قطب الدین ایبک کو جو اسکی
غلام تھا ہندوستان کو واسطے مجادلہ اور محاربہ کے روانہ کیا تو قطب الدین
ایبک نے سنہ ۵۹۱ھ میں بدایوں کے قلعہ پر حملہ کیا راجہ بم کی اولاد اُس زمانہ
میں حکمران مشہور تھی قطب الدین ایبک نے شب خون مارا اور قلعہ کے اندر
داخل ہوکر راجہ کو قتل کیا۔ ہمکو اس راجہ کا نام و تفصیل جنگ کسی تاریخ سے
معلوم نہ ہوئی مگر گزیٹیر بدایوں نے بلا حوالہ کسی تاریخ کے دھرمپال نام لکھا ہے
سب سے اول مسلمانوں میں قطب الدین ایبک حکمران بدایوں ہوا اور
ابعدہ اُس نے اپنے ایام حکومت میں ایک مدرسہ معزیہ اپنے آقا کے نام پر
اندرون قلعہ بدایوں متصل جامع مسجد قایم کیا اور اُسکی تعمیر عمدہ طور سے ہوئی اور
یہ مدرسہ زمانہ قدیم میں بہت بڑا دار العلم مشہور تھا بہت سے دانشمند
اور علما اس مدرسہ سے دستار فضیلت حاصل کرکے فائز المرام ہوئے چنانچہ
حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا قدس سرہٗ نے اپنے ملفوظات میں مولانا
زین الدین کا تذکرہ کیا ہے جو ایک عالم اس مدرسہ میں تھے جنکا حال ہم

تذکرۃ الواصلین میں لکھ چکے ہیں۔ ایبک تخمیناً ایک سال تک حکومت بدایوں کرتا رہا تاریخ فرشتہ نے ۵۹۹ھ ہجری اور منتخب التواریخ وغیرہ نے ۵۹۱ھ ہجری سال فتح قلعہ بدایوں مرقوم کیا ہے۔

بعد وفات شہاب الدین غوری کے قطب الدین ایبک دہلی کے تخت پر متمکن ہوا۔ شہاب الدین نے قطب الدین ایبک کو کل ہندوستان کی [illegible] اور خود وقت واپسی کنارہ سندہ [illegible] کے ہاتھ سے ۳ شعبان ۶۰۲ھ کو شہید ہوا جسکی تاریخ [illegible]

مشہور [illegible] پہ لکھا ہے کہ [illegible] سلطان [illegible] عظیم [illegible] اقلیم میں خوب لکھی ہے قطعہ

شہادت ملک بحر و بر شہاب الدین + کز ابتدائی جہاں مثل او نیامد یک
سوم ز غرہ شعبان بسال ششصد و دو + فتادہ در رہِ غزنین بمنزلِ دمیک

ناظم ۲

سپہ سالار ہزبر الدین حسن ارنب

قطب الدین ایبک نے عہد شہاب الدین غوری میں جبکہ وہ نائب سلطنت تھا سپہ سالار ہزبر الدین حسن ارنب کو اپنی جگہ ناظم بدایوں کا کیا تھا۔ چنانچہ اسکے عہد میں ملک الغازی محمد بختیار خلجی بوجہ گردش زمانہ و عدم قدردانی بندگان معز یہمان ہزبر الدین حسن کا بدایوں میں ہوا اور ہزبر الدین موصوف نے اسکی کچھ تنخواہ مقرر کردی تھی ہم اس موقعہ پہ بختیار خلجی مہمان بدایوں کا حال بھی کچھ لکھنا مناسب سمجھتے ہیں۔

یہ شخص ملک افغانستان کا رہنے والا تھا نہایت فرزانہ دلیر و مردانہ تھا
بقصد ملازمت غزنی آیا بندگان شاہی نے کچھ اسکی قدر افزائی نفرمائی
چنانچہ وہاں سے ہندوستان میں وزیر سلطان معزالدین شہاب الدین کی
خدمت میں حاضر ہوا وہاں بھی کچھ رسوخ نہ پایا واپس چلا راہ میں بدایوں میں
چند مدت تک ہزبر الدین حسن کا مہمان رہا اس نے علاوہ مہمان نوازی کے
کچھ ماہانہ بھی مقرر کر دیا وہاں سے اودھ چلا وہاں کے حاکم حسام الدین غلبک
نے اسکی قدر فرمائی اور حاکم سلہٹ وسہیلی کا کر دیا چونکہ شجاعت جبلی یہ کھتا تھا
ملک بہار تک اپنے قبضہ میں کرلیا اور خوب غنیمت حاصل کی اس وجہ سے اسکی
شہرت قطب الدین ایبک کے کان تک پہونچی اور اُس کی طلب ہوئی۔
ایبک نے اُسکو بڑے اعزاز و اکرام سے رخصت کیا چنانچہ ملک بہار میں اسکی
قوت دوبالا اور اثر زیادہ ہوتا چلا گیا اور قلعہ بہار بڑی جوانمردی سے تنور میں
کود کر جو قلعہ کے دروازہ پر تھا فتح کرلیا۔
اب دوبارہ ایبک نے اُسکو خلعت و اعزاز بخشا۔ حاسدوں نے جو دربار
دہلی میں روبرو قطب الدین ایبک کے رہتے تھے محمد بختیار خلجی کی جانب
سے قطب الدین کو بدظن کیا جب بختیار خلجی دہلی گیا تو قطب الدین ایبک نے
ایک مست ہاتھی سے بختیار خلجی کو مقابلہ کا حکم دیا۔ بختیار خلجی نے بڑی جوانمردی
سے ایک گرز اُسکے لگایا کہ ہاتھی سامنے سے بھاگ گیا اُس کی جرأت کو دیکھکر
ایبک بہت خوش ہوا اور اس صلہ میں ملک بہار اور بنگال کا اُسکو حاکم کر دیا۔
اس زمانہ میں مسلمان بکثرت یمن اور عرب سے آکر بدایوں میں آباد ہوتا

شروع ہوئے آخر میں اس نے راے لکھمن کی دارالحکومت نودیہ کو فتح کیا اور
تبت کی جانب رخ کیا چنانچہ اکثر ملک فتح کئے جب مقام کو ہلٹا جسکو گرشاسپ شاہ
نے آباد کیا تھا پہونچا تو راستہ برفستان وغیرہ کی وجہ سے اکثر فوج ضائع
ہوئی مجبوراً واپس ہوا آخر بیمار ہو کر ۶۰۲ھ میں مر گیا اور بعض کا قول ہے
کہ علی مردان نے حالت بیماری میں چاقو مار کر شہید کردیا۔

ناظم ۳
التمش

قطب الدین ایبک نے بزمانہ نیابت سلطنت بجائے ہزبر الدین شمس الدین
التمش کو ۶۰۷ھ میں گورنر بدایوں مقرر کیا۔ التمش کا نام سابق ایلم خاں تھا
اور قوم قرا خطائی ترک سے تھا۔ اور اُسکے باپ کا قبیلہ البری تھا اس کے
سگے بھائی یا چچا زاد بھائیوں نے بوجہ اس رشک وحسد کے کہ یہ سب میں دانا
و عاقل تھا اُسکے ماں باپ سے بحیلہ سیر گلہ اسپان کے لیجا کر سوداگر کے ہاتھ
مثل یوسف علیہ السلام کے بیچ ڈالا اُس سوداگر نے بخارا میں لیجا کر صدر جہاں
کے رشتہ داروں کے ہاتھ بیچ ڈالا اس نے بخارا میں تربیت پائی اور علم حاصل
کیا پھر حاجی بخاری نے اسکو خرید کیا حاجی بخاری نے شہاب الدین غوری کے
ہاتھ بیچنا چاہا۔ لیکن بادشاہ سے کچھ قیمت پر فیصلہ نہ ہوا تب بادشاہ نے
عام حکم دیا کہ غزنی میں کوئی اسکو نہ خریدے دہلی میں جاکر بیچیں شمس الدین کے
ہمراہ ایک اور نایاب غلام بھی تھا۔ قطب الدین نے دہلی میں شمس الدین

اور ایبک کو حاجی جمال جیست قباسے سے جو دونوں کے مالک تھے ایک لاکھ چیتل کو خریدا۔ ایبک کا نام طمغاج رکھکر بھٹنڈہ کا حاکم مقرر کیا جو ملک تاج الدین یلدوز کی جنگ میں مارا گیا۔ اور ایلم خان کا جیسا کہ اوپر لکھ چکے ہیں التمش نام رکھا اور فرزندی میں لیا۔ اور میر شکار کا عہدہ دیا اور گوالیار کے فتح ہونے پر اُسکو گورنر گوالیار مقرر کیا بعدہ علاقہ برن یعنی بلندشہر بھی اُس کی جاگیر میں اضافہ کیا جب اُس کی لیاقت زیادہ دیکھی تو اُسکو بدایوں کا ناظم مقرر کیا۔ جب سلطان شہاب الدین غوری کھکروں کے فساد مٹانے کو ہندوستان آیا تو قطب الدین ایبک کے حکم سے التمش بدایوں کا لشکر لیکر قطب الدین کے لشکر سے پنجاب میں جا ملا التمش کی دلاوری و مردانگی کی بڑی شہرت تھی اُس نے اس لڑائی میں ایسی جوانمردی اُس طرح ظاہر کی کہ خود گھوڑے پر مسلح سوار تھا عقب لشکر دشمن کے اپنا گھوڑا پانی میں ڈالدیا۔ اور دشمنوں سے اپنی تھوڑی سی فوج لیکر خوب لڑا۔ کھکروں کو شکست دی بارہ ہزار آدمی اُنکو اُسی لڑائی میں قتل کیا۔ جب سلطان شہاب الدین نے التمش کی یہ مردانگی بچشم خود دیکھی تو انعام و خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا۔ اور قطب الدین سے اُسکی تربیت کے واسطے کہا اور حکم دیا کہ اسکو آزاد کردے۔ آزاد ہوکر وہ مرتبہ بمرتبہ امیر الامرائی کے درجہ پر پہونچا اور سلطان قطب الدین نے اپنی دختر سے اُسکا نکاح کردیا۔ جب سلطان قطب الدین ایبک کا لاہور میں انتقال ہوا تو حسب الطلب امرائی استدعا سے التمش مع جمعیت و لشکر بدایوں سے روانہ ہوکر دہلی پہونچا اور اپنا خطاب سلطان شمس الدین التمش رکھا

جب یہ تخت دہلی پر بیٹھا تو بعض امرا اسکے مخالف تھے اُنہوں نے چاروں طرف
بغاوت شروع کردی التمش دہلی سے لشکر لیکر نکلا اور باغیوں سے جنگ
شروع کی تاج الدین یلدوز سے معاہدہ کیا یعنی اُسکو چتر بھیجا اور لاہور و غزنی کا
حاکم مقرر کیا مگر ناصر الدین قباچہ سے کئی مرتبہ لاہور پر جنگ ہوئی ۶۱۴ھ ہجری میں
تھرام و سرہند و لاہور تاج الدین یلدوز نے ناصر الدین قباچہ سے چھین لیئے
اور اُس کو شکست دی۔ خدا کی عنایت التمش کے شامل حال تھی جس طرف
توجہ کرتی تھی باغی شکست کھاتے تھے۔ تھوڑے عرصہ میں اس نے
ممالک دہلی و بدایوں و اودھ و بنارس کو فتح کرلیا اور یلدوز کو بھی
شکست دی ۶۱۲ھ میں اُس کو قید کرکے بدایوں بھیجدیا پھر ناصر الدین
قباچہ اور التمش سے جنگ ہوئی۔ وہ شکست کھاکر بھاگ گیا۔ اور اسی
سال خوارزم کے بادشاہ جلال الدین نے جو چنگیز خاں سے شکست کھاکر
بھاگا تھا لاہور پر تسلط کیا۔ مگر اُسکو بھی ہزیمت نصیب ہوئی ۶۲۳ھ کو
قلعہ رنتھمبور التمش نے فتح کیا جسکو پیشتر بادشاہان ہند فتح نہ کرسکے تھے
اور تمام ملک سندھ اور مالوہ میں اس نے فتوحات حاصل کیں۔ صاحب طبقات
ناصری نے جو اسکے عہد میں تھا اور عہدہ مفتی پر مامور تھا اُسکی فتوحات میں
بدایوں کو بھی شامل کیا ہے اولاً ہمکو یہ شبہ ہوا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ قطب الدین
بھی حاکم بدایوں ہوا اور پھر التمش نے بھی اُسکو فتح کیا ہو۔ الّا ہمارا اس شبہ
اس طرح رفع ہوا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد گورنری بدایوں کے جب التمش
دہلی کا بادشاہ ہوا تو بغاوت بدایوں کی اطراف میں بھی پھیلی ہوئی تھی

جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں۔ مؤلف موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ رائے مان کو شہر بست و بکر بدایوں فتح کیا۔ غالباً رائے مان کوئی اُسوقت کا زمیندار سربرآوردہ قوم اہیر یا راجپوت سے ہوگا ہمکو رائے مان کا حال کسی دوسری تاریخ سے نہیں ملا۔ الغرض یہ بادشاہ نہایت کریم النفس و دلیر اور فقیر دوست تھا چنانچہ اسکی ایک نقل مشہور ہے جیسا کہ طبقات میں درج ہے کہ خود التمش نے بیان کیا کہ میں ایک روز کچھ دام لیکر بعمر کم سنی انگور خرید نے گیا راہ میں وہ دام گر گئے ایک جگہ حیران کھڑا تھا کہ ایک درویش آیا اور اُس نے مجھکو انگور دیئے اور کہا کہ بابا جب بادشاہ ہونا تو فقیروں اور مسکینوں کی تعظیم کرنا اور نظر محبت سے دیکھنا۔ پس مجھکو جو کچھ سلطنت وغیرہ ملی ہے وہ سب بھوجائے درویش ہے فی الحقیقت ایسا فقرا و علمار کا تعظیم کرنیوالا کوئی بادشاہ سلطنت دہلی میں نہیں ہوا۔

نقل ہی کہ جب التمش بغداد میں تھا تو اُسکے آقا کے ہاں مجلس درویشاں منعقد ہوئی۔ اور سماع سے اہل ذوق حال میں تھے التمش کھڑا ہوا اہل مجلس کی خدمت کرتا تھا اور شمع کے گل کاٹتا تھا۔ قاضی حمید الدین ناگوری بھی اُس مجلس میں شریک تھے اُن کو اس طرح درویشوں کی خدمت اسکی پسند آئی۔ نظر مہربانی فرمائی جسکی بدولت اسکو سلطنت حاصل ہوئی۔ جب مدتوں کے بعد التمش دہلی کے تخت پر بیٹھا اور قاضی صاحب ہند میں تشریف لائے اور طالب علموں کی تعلیم و ارشاد میں مشغول ہوئے۔ اور اُنکی مجلس میں درویش رقص و سماع کرتے تھے اُس زمانہ کے علمار

نماہر ہیں ملا حماد الدین و ملا جلال الدین سماع سے انکار کرتے تھے اور چاہتے
تھے کہ قاضی کو معزول کرائیں غرض باہم مناظرہ ہوا ملا نے قاضی سے پوچھا
کہ سماع حلال ہے یا حرام قاضی نے کہا کہ اہل قال پر حرام اور اہل حال پر حلال
ہے - پھر قاضی نے سلطان کی طرف منہ پھیر کر کہا کہ وہ مجلس بغداد بھی
یاد ہے کہ بتوجہ درویشان آپکو یہ درجہ ملا ہے - سلطان کو بہت رقت
آئی اور قاضی کو اپنے پاس بلایا اور بہت تعظیم و تکریم سے اپنے پاس بٹھایا
اور پھر خود سلطان کو بھی سماع سے رغبت ہوئی اور وہ درویشوں کا معتقد
ہوگیا - یہ بادشاہ بڑا عاقل فاضل صالح تھا - اور مظلوموں کی دادرسی
کرتا تھا چنانچہ اسکا حکم تھا کہ مظلوم رنگین کپڑے پہنا کریں جب دربار میں بیٹھکر
کسی کو رنگین کپڑے پہنے دیکھتا تو فوراً طلب کرکے اس کی فریاد سنتا اور دادرسی
کرتا - اور یہ بھی لکھا ہے کہ اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسنے کہا کہ بعض آدمیوں پر
رات کو ظلم ہوتا ہے - انکے انصاف میں تعجیل کرنا چاہیئے اس لئے اپنے دروازہ
پر دو زنجیریں معہ گھنٹوں کے لٹکائیں پس مظلوم رات کو آکر زنجیر کو ہلاتے اور
انکی آواز سے فوراً بادشاہ باہر آکر مظلوموں کی دادرسی کرتا تھا - اس مقام
پر تاج الدین یلدوز کا بھی حال لکھنا مناسب ہے کیونکہ وہ بدایوں میں مرا
اور وہیں مدفون ہوا تاج الدین یلدوز نہایت حلیم و کریم النفس تھا اُس کو
بہت تھوڑی عمر میں شہاب الدین نے خرید کیا تھا جب آثار رشد اُس میں
پائے تو سردار غلامان ترک کا کردیا اور جب بلوغ کو پہونچا تو ولایت کرمان
و سیستان اسکو عنایت کی - اور جب بادشاہ یعنی شہاب الدین غوری

ہندوستان پر حملہ کرنے کو جاتا۔ تو کرمان میں تاج الدین کا مہمان ہوتا تھا
تاج الدین ایک ہزار خلعت اور چار قب وجبفہ کلغی وغیرہ نذرانہ دیتا تھا تاج الدین
کے دو پسر اور دو لڑکیاں تھیں بحکم سلطان ایک دختر کی شادی قطب الدین
ایبک کے ساتھ اور دوسری کی شادی ناصر الدین قباچہ سے کردی اور
منجملہ دو لڑکوں کے ایک لڑکے کے معلّم نے سر پر کونہ مارا جس سے وہ مرگیا
جب یلدوز کو اس واقعہ کی خبر پہونچی تو اُس معلّم کو بلا کر کہا کہ آپ ابھی
بھاگ جایئے آپ سے قصاص لیا جائے چنانچہ وہ میانجی سفاک بھاگ
گیا یہ حکایت تاج الدین یلدوز کی مشہور ہے آخر سال جب شہاب الدین
کرمان گیا تو یلدوز نے اپنی عادت کے موافق نذرانہ پیش کیا بادشاہ نے
اسمیں سے صرف ایک قبا اور کلاہ لیلی۔ اور اپنا خاص لباس یلدوز کو عنایت
کیا اور نشان سیاہ بخشا۔ بادشاہ کا یہ خیال تھا کہ بعد میرے ولی عہد شہر
غزنی اسیکو ہونا چاہیئے کیونکہ بادشاہ کے کوئی اولاد بجز غلاموں کے
نہ تھی اور اُن سب میں تاج الدین یلدوز کو لائق وفایق سمجھتا تھا۔ چنانچہ
بعد وفات سلطان کے جب اُس کی سلطنت میں درہمی پیدا ہوئی تو یلدوز
جلد دھاوا کرکے غزنی پہونچا اور سب کو دفع کرکے بادشاہ غزنی کا ہوا
اور تین چار دفعہ جب غزنی سے چلا آتا تھا تو اُس کے ہاتھ سے ملک غزنی
نکل جاتا تھا اور یہ پھر فتح کرلیتا تھا۔ آخرش خسرو دامادیں یعنی ایبک
و یلدوز سے پنجاب سندہ میں لڑائی ہوئی اور یلدوز کو شکست ہوئی۔ اور
غزنی کا بھی ایبک بادشاہ ہوا۔ تاج الدین کرمان سے فوج لیکر غزنی گیا اور

ایبک درہ سے نکلکر ہندوستان چلا آیا اور غزنی بلدوز نے لے لی - اور کبھی مرتبہ غور و خراسان وغیرہ میں بلدوز نے فتوحات حاصل کیں - اور سلطان غیاث الدین کو بلدوز نے ہرات بھیجکر حسن خرتیل کو شکست دی - اب جبکہ اقبال اُسکا کمال کو پہونچا تو زوال شروع ہوا سلطان خوارزم شاہ نے فوج کشی کرکے تاج الدین بلدوز کو درّہ سے ہندوستان کی جانب نکالدیا تاج الدین بلدوز لاہور آیا اور یہاں قطب الدین ایبک کے داماد یعنی التمش کے ساتھ بمقام لاہور لڑائی ہوکر بلدوز کو شکست ہوئی اور گرفتار ہوکر بدایوں بھیجدیا گیا۔

وہ اپنی گرفتاری کے وقت یاس و رجز کے کلمات کہتا تھا جسکا مضمون اس شعر سے ملتا جلتا تھا ؎

منم کہ ہیبتِ من بیشہ خالی کرد غضنفر شدہ ٭ فلک یاری نکرد ای دوستاں دشمن مظفر شد

بالآخر بدایوں میں اپنی اجل طبعی یا زہر سے انتقال کیا - اور اُسکی قبر عقب شمسی جامع مسجد سلطان یلچی کے نام سے اسوقت تک مشہور ہے - مگر مولف طبقات ناصری نے شہید ہونا اُسکا لکھا ہے الحاصل التمش سنہ ۶۰۷ھ مطابق سنہ ۱۲۱۱ء میں تخت نشین ہوا - یہ ایام گورنری سنہ ۶۰۶ھ مطابق سنہ ۱۲۰۹ء میں ایک بہت بڑی عیدگاہ سلطان موصوف نے تعمیر کرائی - جو شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر جانب غرب واقع ہے اس عیدگاہ کی دیوار ۳۰۰ فٹ طول میں ہے اور چبوترہ سابق میں ایک تھا اب ایک دروازہ درگاہ حضرت بدرالدین شاہ ولایت صاحب کا منبر کے پاس لگا دیا ہے اس سے جانب جنوب چبوترہ پر نماز عید کی ہوتی ہے اور جانب شمال کے چبوترہ پر خودرو درخت

جمع آسکے ہیں۔ بعض خدام حضرت شاہ ولایت نے دو ایک قبریں اس چبوترہ پر کرادی ہیں یہ امر نہایت نازیبا ہے کہ مسجد کی آراضی پر قبر بنائی جائے۔ دیوار سابق جانب شمال بہت شکستہ ہوگئی ہے۔ اس عیدگاہ کے جانب شمال جہاں اب بن کے جھیل جھاڑ موجود ہیں۔ اور ایک چھوٹا سا تالاب سڑک ہلسی کے کنارہ پر ہے یہاں ایک تالاب شمسی کے نام سے تھا لیکن اب اسکا وجود نہیں ہے صرف گڑھا رہگیا ہے جسمیں کچھ پانی جمع رہتا ہے۔ تمام جامع مسجد شمسی بدایوں کی بنیاد عہد گورنری شمس الدین التمش میں رکھی گئی الا اتمام اسکا بعہد گورنری رکن الدین پسر شمس الدین التمش کے ہوا جسکا ذکر ہم عہد رکن الدین میں لکھینگے۔

شمس الدین التمش کے حالات بہت تاریخوں میں مرقوم ہیں اس لیئے اس موقعہ پر اسکی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ اس بادشاہ کی صدہا یادگار ہندوستان میں موجود ہیں مثلاً دہلی میں حوض شمسی قطب صاحب کی زیارت کے پاس اور قطب صاحب کی پانچ درجہ کی مشہور لاٹ اسکی یادگار باقی ہیں۔ یہ لاٹ اسی گز اونچی ہے اور پچاس گز اسکا نیچے سے دائرہ ہے اوپر جاکر دس گز رہتا ہے۔ التمش ۲۶ سال سلطنت دہلی کرکے بستم شعبان ۶۳۳ھ مطابق اپریل ۱۲۳۶ء کو بیماری سے رحلت کر گیا۔

ناظم

ملک نصیر الدین طغان

طبقات ناصری سے واضح ہوتا ہے کہ ملک نصیر الدین طغان بذیل ملوک و امرائے

سلطان شمس الدین التمش کے تھا اور مقطع بدایوں رہا۔
۶۲۵ھ تک جبتک کہ رکن الدین فیروز شاہ پسر التمش حاکم بدایوں مقرر نہ ہوا اسوقت تک کسی اور ناظم کا نام بجز ملک طغان کے کسی معتبر تاریخ میں نہ پایا۔ جس سے قیاس ہوسکتا ہے کہ حکومت سلطان رکن الدین فیروز شاہ تک یہ شخص ناظم بدایوں رہا اور کچھ زیادہ حالات اس کے معلوم نہیں ہوئے۔

ناظم
رکن الدین

۶۲۵ھ میں التمش نے رکن الدین فیروز اپنے بیٹے کو حاکم بدایوں کا کیا۔ اور عین الملک اشعری کو اسکا وزیر مقرر کیا اس گورنر نے اپنے عہد حکومت میں جامع مسجد شمسی جو ابتک موجود ہے اختتام کرائی ۶۲۸ھ مطابق ۱۲۳۰ء کے سنہ اور اسی کے عہد گورنری میں تاج الدین یلدوز سلطان غلجی جسکو التمش نے ۶۱۲ھ میں قید کرکے بدایوں بھیجدیا تھا فوت ہوا۔ اور رکن الدین گورنر بدایوں ۶۳۰ھ کی شروع تک رہا پھر لاہور کا حاکم ہوا سلطان رکن الدین فیروز شاہ بعد وفات اپنے باپ کے سلطنت دہلی پر ۶۳۳ھ میں تخت نشین ہوا اور یہ بادشاہ سلطنت کے امور سے بہت غافل رات دن عیش وعشرت اور ناچ ورنگ میں مصروف رہتا اور قطب الدین وشمس الدین کے وقت کا خزانہ مطربوں اور مسخروں کو لٹاتا تھا۔ اس کی سلطنت میں فتنہ برپا ہوئے اسکی ماں موسومہ بہ شاہ ترکان ایک ترکی کنیز تھی وہ اپنے ہاتھ سے

انتظام سلطنت کرنے لگی - اور اس نے بھی بہت ظلم و ستم کیئے - اور قطب الدین پسر خورد سلطان التمش کی آنکھ میں سلائی پھرا دی اور اُس کو قتل کرا دیا اور شمس الدین التمش کی اور بی بیوں کو جو اس کی سوتیں (سوکنیں) تھیں اُنمیں سے بعض کو ہلاک کرا دیا - جب رکن الدین سے تمام رعایا اُس کی حرکتوں سے ناراض ہوئی تو اکثر گورنر اور وزرا نے باہم شورہ کرکے رائے قرار دی کہ اسکو سلطنت سے علیحدہ کر دیا جائے اس شورہ اور اتفاق رائے میں ملک اعز الدین محمد سالار بھی جو حاکم بدایوں اُسوقت تھا شامل تھا - چنانچہ یہ گورنر بدایوں سے فوج لیکر روانہ ہوا - جب کول یعنی علی گڈھ تک مع لشکر کے پہونچا تو نظام الملک محمد جنیدی وزیر رکن الدین اُس خوف سے مقام کیلو گڈھی سے بھاگ کر ملک اعز الدین کے لشکر میں شامل ہوگیا اور دیگر ملوک لاہور و ملتان وغیرہ سے آگے بڑھے اور سب بالاتفاق لاہور کی طرف روانہ ہوئے اور سلطان رکن الدین اپنا لشکر لیکر اُن سے مقابلہ کے لیئے لاہور کو روانہ ہوا - اور مقام منصور پور آکر ملوک و امرا دہلی کے دہلی کو واپس چلے آئے اور دہلی میں آکر رضیہ بیگم دختر سلطان التمش کو سلطنت پر بٹھایا - اور شاہ ترکان مادر سلطان رکن الدین کو گرفتار کرکے مقید کیا - اب رکن الدین یہ خبر سُنکر دہلی کو واپس آیا سلطانہ رضیہ نے شہر سے باہر فوج اُسکے مقابلہ کو بھیجی اور رکن الدین کو گرفتار کرکے قید کیا یہ واقعہ ۶۳۴ھ کا ہے اسی سنہ میں قید خانہ کے اندر رکن الدین فوت ہوگیا سلطنت اُس کی چھ۶ ماہ بیس۲۰ دن رہی -

ناظم ۶

ملک اعزالدین طغرل طغان خاں

یہ شخص نسل قراخطائے ترک سے تھا نہایت خوبصورت مردانہ ذی اخلاق وعادل وباذل سلطان سعید التمش نے اس کو خرید کیا اور ساقی خاص کا عہدہ دیا پھر دوات بردار ہوا ایک مرتبہ دوات کھوگئی بادشاہ کو ناگوار ہوا اور تادیب فرمائی پھر اُس کو خلعت دیکر چاشنی گیر کا عہدہ دیا بعد مدت دراز کے امیر آخور ہوا پھر وقت واپسی رکن الدین کے ۶۳۰ھ میں حاکم بدایوں مقرر ہوا پھر بوجہ وفات ملک سیف الدین ایبک یغان تٹ حاکم بہار کے سنہ ۶۳۱ھ میں طغان خاں حاکم لکھنوتی وبہار ہوا بعد وفات التمش کے اس سے اور اور خان سے جو بہادری میں نامآور تھا بمقام لکھنوتی مقابلہ ہوا اس لئے ایسا تیر اُس کے لگایا کہ وہ جاں بحق ہوا اسوجہ سے اُس کی بہادری کی دھوم ہوگئی۔ جب سلطان رضیہ بادشاہ ہوئی تو اُسکو خلعت اور رایت لعل عنایت کیا اور بکمال اعزاز واکرام سے ترھت کا حاکم کیا۔ جب معزالدین تخت نشین ہوا اُسوقت بھی اُسکا اعزاز قایم رہا۔ عہد علائی میں بہارالدین بلال سودانی کے اغوا سے ولایت اودھ وکڑا مانک پور ضبط کرنے کا اس نے ارادہ کیا چنانچہ ۶۴۰ھ میں مصنف طبقات ناصری اودھ پہونچا اُسوقت طغان خاں کڑا میں تھا مصنف موصوف اودھ سے اُس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور پھر لکھنوتی کی طرف لوٹا سنہ ۶۴۱ھ میں رائے جاجنگر کو

اُسکو تنگ کرکے اُسپر جہاد شروع کیا جب جاجنگر کے سرحد پر پہونچے تو روز دوشنبہ ۶ ماہ ذیقعدہ ۶۴۱ھ کو دونوں لشکر مقابل ہوئے اور ایک جانب سے اہل ہنود فرار ہوکر دوسری جانب سے مسلمانوں پر گرے طغان خاں کو شکست ہوئی اور واپس آیا اور شرف الملک اشعری کو حضور بادشاہ میں بھیجکر پناہ مانگی - چنانچہ قاضی جلال الدین کاشانی مع فوج چتر وغیرہ کے روانہ ہوئے اور معز الدین قیران خان حاکم اودہ واسطے دفع مفسدان جاجنگر کے لکھنوتی روانہ ہوئے بعد کچھ فتح اور شکست کے واپس لکھنوتی ہوئے پھر طغان خاں و تمر خاں میں باہم رنجش ہوکر مقابلہ فوج کا ہوگیا اور طغان خان شکست کھاکر اندر شہر کے چلا گیا ۶۴۲ھ میں قاضی سراج منہاج مصنف طبقات ناصری کو واسطے صلح کے تمر خاں کے پاس بھیجا اور اس شرط پر صلح قرار پائی کہ طغان خاں سب اپنا مال اسباب لیکر لکھنوتی چھوڑ دی چنانچہ تمر خاں لکھنوتی پر قابض ہوا اور طغان خاں ملک تاج الدین سنجر ماہ پیشانی اور ملک مراقش کے ساتھ مع مصنف طبقات ناصری کے حاضر دربار شاہی ہوا بادشاہ نے نہایت اعزاز کرکے حاکم اودہ کردیا ۶۴۳ھ میں اودہ پہونچا اور وہاں حاکم رہا - بماہ شوال ۶۴۴ھ شب جمعہ اس دار فانی سے بعالم جاودانی انتقال کرگیا اور تمر خاں اُسکے مخالف کا بھی اُسی سال اور اُسی تاریخ انتقال ہوگیا - چنانچہ شرف الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے قطعہ تاریخ وفات ہر دو صاحبان کا اس طرح لکھا ہے -

آدینہ و سلخ ماہ شوال لقب ✤ خ بود و سین و دال از تاریخ عرب

شد کوچ تمر خاں و طغان خاں زجہاں ✤ او اول شب گذشت و این آخر شب

ناظم

ملک اعزالدین محمد سالاری

ملک اعزالدین سالاری بدستور گورنر بدایوں رہا اور اُسکی گورنری کے عہد میں
سلطانہ رضیہ کا قضیہ نامرضیہ پیش آیا۔ اس شہزادی کو خدا نے بہت سی
خوبیاں عطا فرمائی تھیں۔ صرف سلطنت کے منافی یہ ہی امر تھا کہ یہ عورت
تھی وہ اپنے باپ کے عہد سلطنت میں بہت سے معاملات ملکی میں سلطان کو
نیک رائے اور مشورہ دیتی تھی مگر جب التمش گوالیار فتح کرکے آیا تو اُسنے
تاج الملک محمود دبیر سلطنت کو حکم دیا تھا کہ رضیہ کو میرا ولیعہد لکھدو اس فرمان پر
وزرائے سلطنت نے اعتراض کیا کہ جب آپ کے لائق بیٹے موجود ہیں
تو دختر کو ولیعہد کیوں بناتے ہیں۔ سلطان نے فرمایا کہ میں اپنے بیٹوں میں
بدوضعی اور مے نوشی اور لہو ولعب کی جُرأت پاتا ہوں سلطنت کا بوجھ
اُٹھا نہ سکیں گے۔

تم دیکھ لینا کہ میرے بعد رضیہ بیگم سے زیادہ کوئی سلطنت کے لائق نہ ہوگا۔
چنانچہ بادشاہ کا قول سچا نکلا اس نے اپنے عہد میں بہت عدل وانصاف
کیا اور جو عہد سلطنت رکن الدین میں خرابیاں پیدا ہوئی تھیں اُنکو دفع
کیا۔ مگر نظام الملک جنیدی وزیر اور علاء الدین سرخانی۔ اور ملک سیف الدین
کرجی اور ملک اعزالدین کتبہ خانی لاہور کی طرف سے واپس آئے تب اُن
لوگوں نے رضیہ کی سلطنت سے مخالفت کی اور دہلی کے باہر مخالف جمع ہے

ملک نصر الدین جاگیر دار اودھ سلطانہ رضیہ کی امداد کو دہلی کی طرف سے روانہ ہوا۔ اتفاق سے وہ اثنائے راہ میں بیمار ہوگیا اور مخالفوں نے اُس کو گرفتار کر لیا۔ اُسی حالت میں اُسنے انتقال کیا۔ آخر کار سلطانہ رضیہ دہلی سے باہر نکلی اور جمنا کے کنارہ خیمہ لگایا۔ اور اپنی حکمت عملی سے اولاً مقابلہ کیا آخر صلح ہوگئی اور وہ لوگ بھاگ گئے بعض سرداران کو رضیہ نے تعاقب کر کے پکڑوایا اور اُنکو گرفتار و قتل کیا۔ پھر رضیہ کو قوت پیدا ہوگئی۔ اور خواجہ مہذب غزنوی کو جو نائب وزیر تھا نظام الملک کا خطاب دیکر وزیر بنایا۔ اور بعض قلعے مثل رنتھمبور کے جہاں بغاوت شروع ہوگئی تھی اور ہندوؤں نے مسلمانوں کو گھیر رکھا تھا اس کے عہد میں فتح ہوئے۔

امیر جمال الدین یاقوت حبشی میر آخور کو سلطانہ رضیہ کی خدمت میں بہت تقرب حاصل ہوگیا تھا اور امیر الامرا کا خطاب پایا تھا۔ ہمیشہ بغل میں ہاتھ دیکر سلطانہ رضیہ کو گھوڑے پر سوار کراتا آخر کار تمام ترکوں کو اس حرکت رضیہ سے ناراضگی پیدا ہوئی اور پھر بغاوت شروع ہوگئی سنہ ۶۳۷ھ میں ملک التونیہ حاکم بھٹنڈہ نے علم بغاوت بلند کیا۔ سلطان رضیہ نے بہ لشکر کثیر جانب بھٹنڈہ سفر کیا اثناء راہ میں امرائے ترک نے یاقوت حبشی کو قتل کیا اور سلطان رضیہ کو گرفتار کر کے مقید کیا اور قلعہ بھٹنڈہ میں بھیجدیا اور دہلی میں معز الدین بہرام شاہ بن سلطان التمش کو تخت پر بٹھایا اور رضیہ کا نکاح ملک التونیہ کے ساتھ ہوگیا ملک التونیہ اور رضیہ نے مکرر لشکر بھٹنڈہ سے جمع کر کے دہلی کی طرف سلطان معز الدین سے لڑنے کا ارادہ کیا سلطان کی طرف سے ملک اعز الدین

لمبن لشکر لیکر گیا اور رضیہ اور التونیہ کو بھگا دیا - پھر دوبارہ مقام کیتھل میں بلبن کے ہاتھ سے دونوں میاں بیوی نے شکست پائی وہاں کی زمینداروں نے دونوں کو گرفتار کرکے سلطان بہرام کے حوالہ کیا جس نے دونوں کو قتل کیا رضیہ نے ساڑھے تین برس چھ یوم سلطنت کی -

غاں نافت دولت زیر آتشش ؛ چو گردید دید بر دامنش

الغرض ملک اعزالدین محمد سالاری ان ہر دو کے عہد سلطنت میں حاکم بدایوں رہا -

ناظم

ملک اختیار الدین آیتگین

یہ شخص ترک خطائی نسل کا تھا - سلطان التمش نے پرورش کیا نہایت ہوشیار اور لایق صورت و سیرت میں عمدہ تھا - اول اپنی حسن کارروائی سے بعہد التمش سرجاندار ہوا بعدہٗ حکومت منصور پورہ وغیرہ پر مامور ہوا بعہد رضیہ خاتون بوجہ شہرت حسن خدمت سلطانہ رضیہ نے اسکو حاکم بدایوں کر دیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑی مدت تک یہ حاکم رہکر بعہدہ امیر حاجب سلطانہ رضیہ نے اس کو معزز کیا - جب جمال الدین حبشی کو قربت سلطانہ رضیہ سے بڑھی تو تمام روسا ترک و اختیار الدین بھی کشیدہ خاطر ہوئے اور سلطانہ رضیہ گرفتار ہو کر مقتول ہوئی پھر سلطنت معزالدین کو ملی تو اُس وقت وزیر مہذب الدین بالکل مختار سلطنت ہوا یہ امر سب کو شاق گزرا کہ

بادشاہ کو بھی ناگوار تھا آخر بروز دوشنبہ ۸ محرم ۶۳۸ھ کو سپہ سالار
احمد سعید نے بابار سلطان چند مست ترک محلسرا میں داخل کر کے مہذب الدین
کو زخمی اور اختیار الدین کو چاکو سے شہید کر دیا اور مہذب الدین
فرار ہو گیا۔

ناظم ۹

بدر الدین سنقر رومی

بعض ثقات نے بیان کیا ہے کہ یہ مسلمان کا لڑکا تھا اور غلامی میں پکڑ لیا
گیا۔ یہ شخص نہایت صاحب صورت سیرت و شکوہ و صاحب اخلاق تھا۔
اولاً بادشاہ نے اسکو خرید کر طشت بردار کیا۔ پھر شحنہ زرادخانہ بدایوں
کا ہوا پھر ایک مدت کے نائب امیر حاجب ہوا اور حسن خدمت کی وجہ سے
ترقی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ نائب امیر آخور ہوا اور ہر وقت سفر و حضر میں
بادشاہ کی حضوری میں رہتا۔ عہد دولت سلطانہ رضیہ میں بدایوں کا
حاکم ہوا جب ۶۳۸ھ میں اختیار الدین اتگین نے بعہد معز الدین شہادت پائی
تو بدر الدین سنقر کو بدایوں سے طلب کر کے امیر حاجب مقرر کیا۔ اب بغیر
ہاتھ میں جب سلطنت کے کام آگئے اور وہ بلا اجازت جو چاہتا کرتا۔ اب
مہذب الدین وزیر نے سلطان کے مزاج کو سنقر کی طرف سے متنفر کیا۔
بدر الدین سنقر نے جب اپنی جانب سلطان کی بے التفاتی دیکھی تو سلطان کے
معزول کرنے کی تدبیریں کرنے لگا۔ اور یہ چاہتا کہ سلطان کے بھائیوں

میں سے کسیکو تخت نشین کیا جاوے - چنانچہ بماہ صفر ۶۳۸ھ ایک جلسہ منعقد ہوا - بادشاہ کو اس جلسہ کی خبر پہونچی - بادشاہ خود اس جلسہ میں چلا گیا اور سب اہل جلسہ بادشاہ کو دیکھکر منتشر ہوگئے - بادشاہ نے بدر الدین سنقر کو دربار میں بلاکر دوبارہ بدایوں بھیجدیا اور وہ بدایوں میں بدستور گورنر رہا - لیکن تھوڑے دن کے بعد یعنی چار مہینے میں سلطان کے پاس پھر آیا - اور بادشاہ نے اُس کو قید کر دیا چند مدت قید میں رہا آخرش شب چہار شنبہ ۱۴ - جمادی الاول ۶۳۹ھ میں شہادت پائی - جب سلطان بہرام شاہ ذیقعدہ ۶۳۹ھ میں گرفتار ہوکر قتل کیا گیا اور اس کی مدت سلطنت دو سال ڈیڑھ ماہ رہی تب اُسکے بعد ملک عز الدین بلبن بزرگ صرف ایک روز کیلیے تخت دہلی پر بیٹھا سب وزرائے سلطنت نے اُس سے ناراضگی ظاہر کی رکن الدین فیروز شاہ کا پسر سلطان علاء الدین محبوس تھا اُسکو قید خانہ سے نکالکر ۶۳۹ھ میں بادشاہ کرکے تاج شاہی سر پر رکھا اُسوقت جو انتظامات کیئے گئے منجملہ اُنکے تاج الدین سنجر قتلو کو ۶۴۰ھ میں علاء الدین مسعود شاہ نے گورنر بدایوں مقرر کیا -

ناظم ۱۰

تاج الدین سنجر قتلو

اس نے اپنے تھوڑے زمانہ حکومت میں مشہور مصنف طبقات ناصری کو جسکا نام منہاج الدین عثمان ابن سراج الدین معروف بہ منہاج السراج تھا

طلب کرکے معزز عہدہ عطا فرمایا منہاج السراج مصنف طبقات ناصری لکھتا ہے کہ
میں اُس زمانہ میں دہلی کا قاضی تھا ہنگامہ معزالدین میں مجھپر بھی لوگوں نے حسد کیا
میں ایک روز جامع مسجد میں نماز کو گیا تھا چند بدمعاش تلوار لیکر مجھکو قتل کرنے کو
دوڑے اللہ کی حفاظت رفیق اہلسنت و الجماعت تھی میں نے عصا لیا اور چاقو نکالا
اور میرے چند غلاموں نے جرأت کرکے اُس ہنگامہ سے مجھکو بخیریت نکالا یہ سب
حرکات اُس فراش فخرالدین کی تھیں جو معزالدین کے مزاج میں بہت دخیل
ہوکر باعث ہنگامہ و بربادی بادشاہ کا ہوا ازاں بعد میں نے عہدہ قضا سے
استعفا دیدیا اور لکھنوتی کا ارادہ کیا بروز جمعہ ۹ رجب سنہ ۶۴۰ھ میں
بدایوں پہونچکر ملک تاج الدین سنجر قتلو کا مہمان رہا۔ خدائے تعالےٰ اُسپر
رحمت کرے اُس نے کمال درجہ مہماں نوازی فرمائی۔

ناظم ۱۱

ملک جلال الدین مسعود شاہ

یہ برادر سلطان ناصر الدین محمود کا تھا اول حاکم قنوج رہا جب سلطان ناصرالدین
محمود نے روز چہار شنبہ ۲۴ محرم سنہ ۶۴۶ھ کو بعد واپسی حدود میان دوآب
وغیرہ کے جشن مرتب کیا تو ملک جلال الدین مسعود شاہ بھی جشن میں شریک
ہوا بادشاہ نے اُس کو اقطاع سنبھل و بدایوں کا حاکم کیا اور وہ روانہ
ہوا لیکن اس ملک کو کچھ ایسا خوف ان اطراف کے حالات سے پیدا ہوا کہ
اُسی سال بدایوں و سنبھل سے دہلی چلا گیا بادشاہ نے پھر فوج بھیجکر

مشتمروا ن کو سزا دی اسی سال ۶۴۶ھ میں قاضی عماد الدین شفور قانی جو قاضی
دہلی تھے اور کسی الزام میں متہم ہوئے تھے بروز جمعہ ۹ - ذی الحجہ ۶۴۶ھ کو
دربار شاہی سے معزول ہو کر بدایوں روانہ کیئے گئے اسی ماہ میں عماد الدین
ریحانی کی سازش سے قاضی موصوف شہید ہوئے -

ناظم ۱۲

ملک اعز الدین بلبن بزرگ عرف کشلو خاں

بعد سلطان علاء الدین مسعود کے سلطان ناصر الدین محمود بن شمس الدین التمش
۶۴۴ھ میں تخت نشین ہوا - یہ چھوٹا بیٹا سلطان التمش کا تھا اور اسکا
بڑا بھائی ناصر الدین جب فوت ہوا تو سلطان کو بوجہ محبت کے بہت رنج
ہوا پس سب سے چھوٹے لڑکے کا نام ناصر الدین ہی کے نام پر رکھدیا -
الفنسٹن صاحب اور بعض مورخوں نے ناصر الدین محمود کو نبیرہ التمش لکھا ہے
یہ غلطی عدم تحقیق کی ہے - تاریخ فرشتہ و منتخب التواریخ و طبقات ناصری نے
اس کی وجہ تسمیہ اور امیر خسرو نے التمش کا بیٹا ہونا ظاہر کیا ہے یہ بادشاہ
نہایت عادل اور خدا پرست و محتاط تھا - بیت المال سے اپنے صرف میں
کبھی ایک پیسہ نہ لایا - گزر اوقات کے لیئے قرآن شریف لکھکر خفیہ ہدیہ کرتا
اور اسی سے بسر کرتا - لباس شاہانہ بوقت ضرورت دربار کے زیب بر کرتا
الا اسکے علاوہ اور وقت بہت موٹے کپڑے سے تن پوشی کرتا تھا بہت سی

حکایات اسکی عدل و انصاف و زہد و تقوے کی مشہور ہیں لیکن ہم ایک حکایت پر اکتفا کرتے ہیں۔

نقل ہے کہ اس کی بی بی بحکم بادشاہ اپنے ہاتھ سے روٹی پکا کر شاہ کو کھلاتی اور خود کھاتی یہاں تک کہ اُس کے ہاتھوں میں آبلہ ہو گئے تھے ایک روز بوجہ تکلیف کے اُس نے سلطان سے عرض کیا کہ آپ کوئی کنیز یا خادمہ میری مدد کو دیجئے تاکہ یہ تکلیف رفع ہو۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ بیت المال کو میں اپنے ذاتی اصراف میں خرچ نہیں کر سکتا ہوں تم صبر و شکر کر دانت اللہ عالم جاودانی میں تمکو ور خدمت کے واسطے ملیگی بی بی خاموش ہو رہی۔

الغرض اس بادشاہ کے عہد میں ملک اعزالدین بلبن بزرگ جو غیاث الدین الغخاں کا بھائی تھا بہت صاحب اقتدار تھا۔ یہ بلبن خاندان سلطان التمش کے بندہ زادگان میں سے بڑا مقرب سلطان تھا۔ ملک اعزالدین بلبن بزرگ بعد انتقال سلطان علاء الدین مسعود کے ایک روز کیلئے تخت سلطنت پر بیٹھ گیا تھا لیکن اُسی روز ارکان دولت و وزرا نے سلطان ناصرالدین محمود کو تخت دہلی پر بٹھا دیا۔

سنہ ۶۴۹ھ میں سلطان ناصرالدین محمود نے اس کو حاکم اوچہ کر دیا تھا پھر اس نے بغاوت اختیار کی سلطان نے اسپر فوج کشی کی چنانچہ اعزالدین بلبن بزرگ نے امان مانگی تو بادشاہ نے اُس کو حکومت اوچہ پر بدستور قایم رکھا۔

بعدہ جب فوج کشی ناگور پر ہوئی تو منجانب سلطان ملک اعزالدین بلبن

بزرگ نے اس لڑائی میں بہت کارنمایاں کیئے اور بعد فتح ناگور کے حکومت
اوچہ کی اپنے عم زاد بھائی شیر خاں کے سپرد کر کے خود حاضر دربار سلطان ہوا
بادشاہ نے بکمال قدر دانی اسکو حکومت بدایوں ۶۴۹ھ میں تفویض فرمائی
اور خطاب کشلو خاں سنہ ۶۵۰ھ میں عطا کیا۔ اور اس کے بھائی غیاث الدین
بلبن کو خان اعظم الغ خاں کا خطاب دیا۔ اور یہی غیاث الدین بلبن اول
وزیر سلطان ناصر الدین محمود کا ہوا۔ چند روز بعد عماد الدین ریحانی کے اغوا
سے سلطان نے خان اعظم الغ خاں کو دہلی سے صوبہ ہانسی میں حاکم کر دیا اور
وزارت سے معطل کیا۔ اب عماد الدین ریحانی اس فکر میں ہوا کہ جو خان اعظم
الغ خاں کے طرفدار ہیں اُن میں تفرقہ ڈالنا چاہیئے چنانچہ اُس کے انتظام
میں ۶۵۱ھ میں ملک اعز الدین بلبن بزرگ کو جسکا خطاب کشلو خاں تھا
بدایوں سے طلب کر کے امیر حاجب مقرر کیا۔ اور ۶۵۲ھ میں جبکہ یہ حاکم بدایوں
تھا اور سلطان اوچہ اور لاہور کی طرف روانہ ہوا تھا تو کشلو خاں بدایوں سے
فوج کثیر لیکر دریائے بیاس پر سلطان کا شریک ہوا تھا پھر کشلو خاں
اوچہ اور ملتان کا حاکم ہو گیا ۶۵۵ھ بمشارکت قتلغ خاں حدود منصورہ
پر فوج لیکر آیا بادشاہ بھی واسطے انسداد کے فوج لیکر پہونچا شیخ الاسلام
سید قطب الدین و قاضی شمس الدین بہڑائچی وغیرہ نے سازش کی اور
خفیہ کتابت کشلو خاں کو لکھی کہ تم چلے آؤ ہم تمکو دہلی کے دروازہ کی کنجیاں
دیدینگے اس سازش کا اظہار مخبروں نے بادشاہ سے کر دیا کہ حضرات
عمامہ وجبہ پوش ایسے ہوتے ہیں بادشاہ نے فوراً اُن سب کو چلے جانے کا

حکم دیدیا جب کشلو خاں قریب دہلی کے پہونچا تو کوئی رازدار نہ پایا کیونکہ وہ سب وہاں سے چلے گئے تھے۔

کشلو خاں مع فوج واپس چلا گیا اور بادشاہ بھی بڑی شان و شوکت سے دہلی پہونچا۔ مغلوں سے کشلو خاں نے صلح کرکے پنجاب و سندھ کو حملہ سے بچایا اور بڑا نام پایا الغرض یہ شخص نہایت جری و مدبر تھا۔ اُس نے ۶۵۷ھ میں بمقام دہلی وفات پائی۔

ناظم ۱۳
عماد الدین ریحانی وزیر سلطان

جب عماد الدین ریحانی وزیر اعظم ناصر الدین محمود کا ہو گیا تھا تو اس نے اپنے محسن غیاث الدین بلبن کے خلاف کارروائی شروع کی اور اکثر صوبہ داران اور مصاحبین شاہی کا تغیر و تبدل اور تنزل کرا دیا جس سے تمام صوبے باغی ہو گئے سلطان کو عماد الدین نے فہمائش کرکے باغیوں کی سرکوبی کو مع فوج کے روانہ کیا تب صوبہ داروں نے غیاث الدین بلبن کو اپنی طرف سے سفیر کرکے سلطان سے معذرت چاہی اور کہا کہ ہم فرمانبردار ہیں اگر عماد الدین ریحانی وزارت سے علیحدہ کر دیا جاوے۔

چنانچہ سلطان نے اس عرض کو منظور فرما کر عماد الدین کو وزارت سے معزول کرکے حاکم بدایوں کر دیا اور فتنہ فرو ہوا۔ اور واضح رہے کہ قبل تنزل عماد الدین کے سلطان ناصر الدین محمود واسطے بدلہ لینے قتل رضی الملک

اعزالدین ترک کے جسکو حالت مستی میں کیتھل اور کہرام کے زمیندار وں نے
مار ڈالا تھا۔ اس طرف آتا تھا اور سنمر دوں کو قتل کر کے نورو زبدایوں
میں سلطان رونق افروز رہا۔ پھر دہلی کو واپس گیا تھا۔ اس کے بعد
عماد الدین معزول ہو کر گورنر بدایوں ۶۵۲ھ میں کیا گیا۔ عماد الدین نے
بغاوت بشراکت قتلغ خاں حاکم اودھ کے شروع کی چنانچہ اسکی سرکوبی
کو تاج الدین بزرگ مقرر ہوا فریقین میں سخت جنگ ہوئی اور
عماد الدین مقتول ہوا۔

۱۴ ناظم
تاج الدین سنجر تبر خاں

یہ شخص گرجی تھا اور نہایت مردانہ تھا سلطان نے اُس کو خرید کیا سلطان
معزالدین نے اُس کو امیر آخور کر دیا اور بعہد سلطان ناصرالدین نائب امیر
حاجب ہوا اس بعد حاکم برن ہوا ۶۵۶ھ میں بدایوں وغیرہ کا حکمراں
کیا گیا۔

جب قتلغ خاں حاکم اودھ بخلاف سلطان لشکر بدایوں کی طرف لیکر چلا
تو تبر خاں مع ملک بکتم کے اُس کے دفعیہ کو منجانب سلطان نامزد ہوا چنانچہ
ان ہی حدود میں باہم مقابلہ ہو کر ملک بکتم مارا گیا۔ پھر سلطان خود واسطے
دفع فساد ان حدود میں آیا اور قتلغ خاں فرار ہو گیا تب سلطان نے تبر خاں
کو اودھ کا صوبہ عنایت کیا وہاں جاکر سنجر تبر خاں نے خوب سرکوبی باغیوں

سپہ سالار کر کے روانہ کیا بعد فتوحات

کی کی اور بیوات پر بھی سلطان نے [illegible]

جب واپس آیا تو پھر خلعت دیکر اودھ بھیدیا۔

ناظم ۱۵

ملک بقبق عرف ملک بک

سلطان ناصر الدین محمود ۱۱۔ جمادی الاول ۶۶۴ھ [illegible] تاریخ فرشتہ

اس دار فانی سے انتقال کر گیا ۲۰ برس چند ماہ [illegible] ہونا درج نہیں ہے

کی۔ ہر مورخ نے ملک

چونکہ اس کے کوئی فرزند نہ تھا غیاث الدین بلبن جو [illegible] حال لکھکر اس طرح

التمش کے بندگان چہل گانی سے تھا تخت شاہی پر [illegible] از بدایوں

وسوانح عمری تواریخ میں مفصل درج ہیں اور عدل و انصاف نے یہ خیال کیا کہ

مشہور ہیں۔ اگرچہ یہ بادشاہ بڑا قہار اور مغلوب الغضب تھا حالانکہ خود

اس کے رعایا کے انصاف میں بے مثل تھا اور اس نے اپنی اولاد [illegible] الدین سے

یہی نصیحت کی تھی۔ اس کے عہد میں ملک بقبق عرف ملک بکباب جو [illegible] مسلط اختیار

چار ہزاری سوار رکھتا تھا حاکم بدایوں تھا اس نے حالت نشہ میں ایک روز

ایک فراش کو مار ڈالا تھا تھوڑے عرصہ کے بعد سلطان بلبن بدایوں آیا

اور اسی فراش کی بی بی نے سلطان سے فریاد کی تو ملک بقبق کو سلطان نے

نے اپنے سامنے بلایا اور حکم کوڑے لگانے کا دیا اسقدر کوڑے ملک تھا [illegible]

کے لگوائے کہ جاں بحق ہو گئے۔ اور اس کی نعش دروازہ شہر بدایوں

جمادی دومی را سیومیں روز ٭ سیوم ساعت براہِ عالم افروز
بگاہِ چاشت بافیروزی وفال ٭ زہجرت شش صد ہشتاد ونہ سال
۶۸۹
اور تاریخ فرشتہ میں ۶۸۶ھ درج ہے سلطان جلال الدین خلجی کے عہد
سلطنت میں گزیٹیر ضلع بدایوں میں علاء الدین برادر زادہ وداماد
سلطان ملک چھجو برادر زادہ غیاث الدین بلبن کو سرکار بدایوں میں
بطور گورنروں کے نامزد کیا ہے وہ صریح غلطی ہے تاریخ فرشتہ
میں کہیں ملک چھجو یا علاء الدین خلجی کا گورنر بدایوں ہونا درج نہیں ہے
معلوم یہ ہوتا ہے کہ منتخب التواریخ میں ملا عبد القادر مورخ نے ملک
چھجو کی شکست کے بعد اُس کو قید کر کے ملتان بھیجنے کا حال لکھکر اس طرح
لکھا ہے (علاء الدین کہ برادر زادہ وداماد سلطان بود از بدایوں
باقطاع کڑا نامزد شد) اس سے مورخ موصوف نے یہ خیال کیا کہ
علاء الدین گورنر بدایوں میں تھا وہاں سے کڑا بھیجا گیا حالانکہ خود
منتخب التواریخ میں لکھا ہے کہ ماہ شعبان سال دوم جلوس جلال الدین سے
تھا کہ ملک چھجو کشلیخاں نے جسکو حاکم کڑا اس نے کیا تھا بغاوت اختیار
کی اور امرائے بلبنی اور راجہ ہائے گرد ونواح جمع ہوکر بدایوں آئے
اور دریائے گنگ سے گذر کر عزم دہلی رکھتے تھے کہ سلطان جلال الدین
مع فرزند ارکلیخاں فوج کثیر لیکر از راہ کول بدایوں پہونچ گیا اور ارکلیخاں
کو امروہہ کی طرف بمقابلہ ملک چھجو بھیجا۔ چنانچہ لڑائی ہوئی اور ملک چھجو
بھاگا آخر ش اُس کو مقدم سواسی نے گرفتار کر کے حوالہ ارکلیخاں کر دیا سلطان

بمقام بدایوں مقیم تھا ارکلیخاں نے ملک چھجو کو بدایوں بھیجدیا سلطان نے اسکو بہت عزت کے ساتھ ملتان بھیجدیا۔ اور اس مقام بدایوں میں علاءالدین کو حاکم کرکے بجائے چھجو کے سفر کیا۔

پس اسوجہ سے یورپین مورخ کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ بدایوں سے علاءالدین کی تبدیلی کو ہوئی اور ملک چھجو کو اس خیال سے کہ بمقام بدایوں وہ آیا تھا اور سلطان سے لڑائی ہوئی اس لیئے ان دونوں شخصوں کو گورنران بدایوں کے زمرہ میں شامل کردیا ہے حالانکہ یہ دونوں شخص کسیوقت گورنر بدایوں بعہد جلالی نہ ہوئے تھے۔ البتہ منتخب التواریخ میں یہ درج ہے کہ سال سوم جلوس جلالی میں سلطان تخت دہلی پر ارکلیخاں کو چھوڑکر منڈاور آیا اور وہاں اخبارات غدر امرائے بلبنی سنکر ملک مغلتی کو واسطے رفع فساد اقطاع بدایوں کی حکومت دیکر فوراً روانہ کیا جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ملک مغلتی گورنر بدایوں عہد جلالی میں ہوا۔ باقی اور کچھ حال اس کے بعد اسکی عہد حکومت کا ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ مگر خان بہادر ذکاءاللہ خاں نے اپنی تاریخ کی جلد دوم میں خسروخاں کے ذکر میں اسقدر لکھا ہے کہ ملک مغلتی کو جو اسوقت حاکم ملتان تھا اور ملک بہرام ایبا کو جو اوچہ میں موجود تھا سلطان غیاث الدین تغلق نے مقام دیبال پور طلب کیا تھا مگر اوچہ میں ملک مغلتی کو اس نے مار ڈالا۔

ناظم ۱۷

امیر عمر خاں

۱۷ شعبان ۶۹۵ھ کو سلطان علاء الدین خلجی نے بمقام کڑا اپنے بوڑھے چچا سلطان جلال الدین خلجی کو دھوکہ دیکر پاس بلایا اور جب وہ گیا تو اُس کو شہید کیا جسکا حال مفصل تواریخ میں مندرج ہے دہلی میں سلطان جلال الدین کے چھوٹے بیٹے قدر خاں کو اُس کی والدہ نے رکن الدین ابراھیم کا خطاب دیکر تخت پر بٹھا دیا ارکلی خاں بڑا بیٹا اُسوقت ملتان میں تھا قدر خاں اگرچہ جوان تھا لیکن امور سلطنت میں بچّہ تھا اور ادھر بھائی سے اختلاف ہوگیا۔ تب سلطان علاء الدین کڑا سے لشکر لیکر بدایوں پہونچا اُسوقت اسکے ہمراہ چھپن ہزار سوار اور ساٹھ ہزار پیادہ تھے چنانچہ دہلی پہونچکر تخت چھین لیا اور بادشاہ ہوا اسکے ابتدائی زمانہ سلطنت میں اُسکا بھانجہ امیر عمر خاں حاکم بدایوں ہوا پھر امیر عمر خاں گورنر بدایوں اور اُس کے بھائی منگو خاں گورنر اودہ ہر دو نے سازش کرکے سلطان علاء الدین خاں سے بغاوت اختیار کی اور لشکر کشی شروع کردی اور نواح کے رؤساء کو اپنے موافق کرلیا تب سلطان علاء الدین نے کڑا کے امیروں کو لکھا انہوں نے حسب الحکم لشکر کشی کرکے دونوں بھائیوں کو بڑی کوشش سے مغلوب کرکے قید کرلیا اور بادشاہ کے پاس روانہ کیا۔ بادشاہ نے قلعہ کے نیچے اول ان دونوں بھائیوں کی آنکھیں نکال ڈالیں اور پھر سخت عذاب سے ہلاک کیا۔ اُسکے زمانہ حکمرانی میں طرغی خان و علاء بیگ سرداران مغل نے تبت سے براہ کوہ ہمالیہ حملہ کیا تھا اُس کی سرکوبی کو ملک مانک پہونچا اور منتخب التواریخ میں ملا عبد القادر لکھتے ہیں کہ لشکر مغل نے بہت مال و مویشی جمع کرکے کنارہ آب رہب (کالی ندی)

سے گزرنا چاہا ملک مانک نے تعاقب کیا اور جنگ عظیم ہوئی ہر دو شاہزادہ مغل خوب لڑ کر آخر کار قید ہو کر قتل کیے گئے - اور ان ہر دو سرداروں کے سر قلعہ دہلی کے بدایوں دروازہ پر لٹکا دیئے گئے چنانچہ ایک شاعر نے اُس زمانہ میں ایک کتبہ لکھکر اُن سروں کے برابر دروازہ قلعہ پر لگایا تھا وہ رباعی یہ ہے -

اے حصن کہ تائید خدا یار تو باد ٭ فتح و ظفر شاہ علمدار تو باد
از تو ملک زمانۂ معمار تو شد ٭ طغی چو علی بیگ گرفتار تو باد

اسی کے عہد سلطنت میں مسمیٰ تاج الدین قاضی اودہ بحکم شاہی بدایوں کو عہدہ قضا پر تبدیل کیئے گئے - اس جنگ مغل خاں کا حال خزائن الفتوح میں امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مرقوم فرمایا ہے - بعد ملک عمر خاں کے تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک حمید الدین امیر کو بھی حکومت بدایوں سے کچھ تعلق تھا کیونکہ سنہ ۶۹۹ھ میں جبکہ سید مولا نے بغیبت سلطان علاء الدین خلجی دہلی کے کوتوال کو قتل کر کے بلوہ کیا تھا اور ایک بچّہ کو برائے نام بادشاہ قرار دیا تھا اسوقت اسی حمید الدین کو ہی نے جو اتفاقاً بدایوں سے دہلی میں وارد ہوا تھا سید مذکور کو قتل کر کے بلوہ فرو کیا تھا -

ناظم ۱۸
ملک دینار شحنہ پیل

اسکے بعد ملک دینار شحنہ پیل سنہ ۷۰۶ھ میں حاکم بدایوں بعہد سلطان علاء الدین خلجی

سفر ہوا۔ یہ شخص تاریخ ضیاء الدین برنی میں بذیل مصاحبان بادشاہ علاء الدین
خلجی مندرج ہے عہد گورنری ملک دینار شحنہ پیل میں بدایوں کا زمانہ نہایت
اطمینان اور آرام کا تھا کیونکہ سلطان علاء الدین کی سلطنت میں جس طرح
امن و امان سارے ملک ہند میں زیادہ لائق یادگار ہے خصوصًا علاقہ
قرب و جوار دہلی میں کہ جسمیں بدایوں اور امروہہ و میرٹھ وغیرہ شامل ہے
بہت عمدہ انتظام اور اسباب آسایش مہیّا تھے۔ اس عہد دولت مہد میں
عمارات مساجد و قلعہ جات و حوض و مینار وغیرہ کہ جنکے کتبہ جات کو ہم مفصل
علیحدہ فصل کتبہ جات میں لکھ چکے ہیں بکثرت تعمیر ہوئی چنانچہ ستر ہزار معمار
تعمیر کے کام پر اس بادشاہ کے عہد میں کام کیا کرتے تھے۔ اور دو دن میں
بڑی بڑی تعمیرات قلعہ وغیرہ مکمل ہوتے تھے۔ سلطان علاء الدین خلجی کا انتقال
چھ شوال ۷۱۶ھ میں ہوا۔ مشہور ہے کہ ملک کافور نے زہر اسکو دیا تھا
بیس برس تخت سلطنت پر اس نے جلوس کیا۔ اس کے بعد بعہد شہاب الدین عمر
جو چند روز تخت پر بیٹھا اور سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی کے عہد میں
ٹھیک پتہ نہیں معلوم ہوتا کہ بدایوں میں کون گورنر رہا۔ لیکن تاریخ [illegible]
سے اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ جب سلطان قطب الدین مبارک
میں تخت سلطنت پر بیٹھا تو اس نے ملک دینار شحنہ پیل کو
عطا کیا جس سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس زمانہ تک [illegible]
پیل ظفر خاں حاکم بدایوں تھا بعدہ اسی سنہ میں سلطان
مبارک شاہ نے ظفر خاں کی دختر سے نکاح کر تغلق کا جب ۷۵۲ھ

میں بعد وفات سلطان محمدؐ تغلق کے تخت دہلی پر بیٹھا تو اُس کے زمانہ میں سید محمدؐ وسید علاءالدین ہردو برادران بطور حاکم بدایوں کے مقرر کیئے گئے اور ایک عرصہ تک وہ حکمراں بدایوں کے رہے۔

۷۸۲ھ میں کھوکر مقدم کیتھل نے جسکو کھڑگو کے نام سے اکثر مورخین نے لکھا ہے ہردو برادران موصوف کی دعوت کرکے اُن کو دغابازی سے قتل کرڈالا چنانچہ اس خبر کے سُننے سے سلطان فیروز شاہ تغلق نہایت برہم ہوا اُس نے ملک کٹھر کی جانب جسمیں بدایوں بھی شامل ہے بغرض رفع بغاوت وانتقام سادات مقتول کے اولاً سید خضر خاں جد سلطان علاءالدین بدایونی کو روانہ کیا۔ کھڑگو مفسد جانب کوہ کمایوں بھاگ گیا۔

تاریخ فرشتہ میں ۷۸۱ھ میں لکھا ہے کہ علاوہ سید محمدؐ اور سید علاءالدین کے سید محمود کو بھی جو برادر سید محمدؐ کے تھے۔ اس غدر میں کھڑگو نے مار ڈالا تھا تب سلطان خود مع فوج جرّار کے کوچ کرکے نواح کٹھر میں یعنی متصل بدایوں کے آیا۔ اور حسب فرمان شاہی قتل عام وغارت واسیری اس دیار میں عمل میں آئی ہزارہا جانیں اس غارت گری میں نذر اجل ہوئیں کھڑگو جب بھاگ کر کوہ کمایوں کو چلا گیا قریب بتیس ہزار آدمی کے گرفتار کیئے گئے لیکن برسات نزدیک آگئی تھی اس لیئے بادشاہ نے معاودت دہلی کو فرمائی۔ اور ملک داؤد افغان کو سنبھل میں واسطے قتل وغارت ملک کٹھر کے معین کیا کہ وہ ہرسال کوئی دقیقہ برائی اور خرابی ملک کٹھر کا نہ چھوڑے (منتخب التواریخ میں بجائے ملک داؤد کے ملک خطاب افغان کو ولایت سنبھل کا سپرد کرنا اور اس کام

کو انجام دینا لکھا ہے) اور ہر سال یعنی ۷۸۰ھ تک بادشاہ دہلی سے جانب کٹھیر یعنی سنبھل تک واسطے شکار کے آتا تھا چنانچہ ان سنوات میں ایک جریب زمین بھی مزروعہ نہ رہی ۔ اور کوئی شخص رات کو آرام سے گھر میں نہ سوتا تھا ۔ بعوض ان تین سیدوں کے خون کے کئی ہزار ہندو قتل ہوئے اور اسی سال آخر یعنی ۷۸۲ھ میں فیروز شاہ نے ایک قلعہ نہایت مستحکم موضع بیولی میں کہ جو سات کوس بدایوں سے لکھا ہے تعمیر کیا ہے ۔ اور فیروز پور کے نام سے موسوم کیا رعایائے ستم رسیدہ نے اسکا نام اخن پور مشہور کیا اور یہ بھی مشہور ہوا کہ اتفاق سے یہ عمارت آخرین عمارات فیروز شاہی سی ہوئی اور اس کے بعد کوئی عمارت بنانا نصیب نہوا حتٰی کہ داعی اجل کو لبیک پکارا ۔

گزیٹیر بدایوں اس قلعہ کو قصبہ بسولی میں بیان کرتا ہے کہ جو اسوقت تک واقعی ایک بڑا سنگین قلعہ ویران مع بروج موجود ہے ۔ اور اُس میں کسیقدر مراد لوگ رہتے ہیں ۔ اور درخت جنگلی خودرو بکثرت موجود ہیں اور ایک برج کے دیوار غربی پر ایک بزرگ کی زیارت ہے لیکن منتخب التواریخ میں ملا عبد القادر اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ۷۸۲ھ میں مقام موضع بیولی میں کہ جو موا سماہی کے نام سے مشہور ہے فیروز شاہ نے قلعہ بنایا تھا اور فیروز پور نام رکھا تھا اس کے بعد کوئی عمارت نہ بنائی ۔ اور لکھا ہے کہ ان ایام میں یعنی بوقت تالیف کتاب منتخب التواریخ کچھ اثر اس بنیاد کا باقی نہیں ہے الا کچھ خشت ہائے کہنہ اور طرح اور وضع سے اس زمین کے جو بلند رہے

معلوم ہوتا ہے کہ کسیوقت یہاں کوئی عمارت بہت بڑی تھی - اور عمر سلطان کی اُسوقت نوّے سال کو پہونچ گئی تھی - اور اس مقام پر ملا عبدالقادر مرحوم نے کیا خوب اشعار لکھے ہیں -

بہشتاد و نود چوں در رسیدے * بسا محنت کہ از گیتی کشیدے
در انجا چوں بصد منزل رسانی * بود مرگے بصورت زندگانی

یہ موضع حکیم محمد اصغر علیخاں ہمارے شفیق کو ترکہ پدری حکیم سعادت علیخاں مرحوم رئیس آنولہ کے ملا تھا جو اتفاق زمانہ میں قرضہ میں نیلام ہو گیا - اب بھی وہاں آثار قلعہ کے پُرانے معلوم ہوتے ہیں -

بعض مورخوں کی جو رائے ہے کہ قلعہ بسولی عمارت فیروزشاہی سے ہے اس قلعہ کی حالت ضرور اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ بہت بڑا اور پرانا قلعہ ہے کیا عجب ہے کہ لفظ بیولی اور بسولی میں تجنیس خطی ہے اور یہی عمارت فیروزی ہو اور اگر فیروزشاہ کی عمارت نہیں ہے تو بالضرور اہل ہنود وغیرہ کے زمانہ کا بنا ہے اور فیروزشاہ سے بھی بہت پہلے کا بنا ہوا ہے -

ناظم ۲۱
ملک قبول خاں

بعد اس ہنگامہ کے سلطان فیروزشاہ نے ملک قبول خاں افغان کو کہ جو قوم سے شروانی سے تھے حاکم بداوں مقرر کیا اس ملک کا زمانہ حکومت

ت خاں معلوم ہوتا ہے -

خاں نے بیرون قلعہ بدایوں جانب غرب وگوشہ جنوب ایک محلہ
یاد کیا کہ جو اسوقت تک قایم اور آباد ہے اور اسی نام سے مشہور ہے
یخ میں ہے ملک قبول خاں اور قبول پورہ کا ذکر مذکور ہے - اسکی
محلہ میں اسوقت تک آباد ہے - میر داد خاں و میر باز خاں وغیرہ
قبول خاں میں زندہ موجود ہیں -

ناظم ۲۲
ملک مہابت خاں

امیر تیمور صاحبقراں نے ہندوستان پر حملہ کرکے فتح کیا تاریخوں
معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ سلطنت محمود شاہ تغلق کا تھا اور یہ بادشاہ
لبین خاندان تغلق سے تھا محمود شاہ کے عہد سے مہابت خاں
ں تھا - اسکے زمانہ میں سید خضر خاں اور دیگر سرداروں نے
ب دبائے تھے اور خود سر ہو گئے تھے بالآخر جبکہ سلطان محمود ۸۱۶ھ
و تو دولت خاں لودی تخت دہلی پر جلوہ افروز ہوا - اور دولت خاں
سال میں جانب کٹھر آیا - رائے نر سنگھ اور دیگر زمینداران
حب بمقام پٹیالی پہونچا تو اسوقت مہابت خاں بدایونی جو حاکم
ا یہ خبر سنکر دولت خاں سے ملاقی ہوا -
اس سال قید ہو کر مارا گیا - اسکے بعد سید خضر خاں بن ملک سلیمان

۸۱۷ھ

بادشاہ دہلی کا ہوا۔ خضر خاں نے سال اول جلوس میں تاج الملک کو واسطے خرابی
نرسنگ راجہ کٹھر کے بھیجا تاج الملک نے ولایت کٹھر کو برباد کیا راجہ نرسنگ کوہستان
میں بھاگ گیا اور مہابت خاں حاکم بدایوں بھی اُس کی ملازمت میں حاضر ہوا تھا
بعدہٗ ۸۱۲ھ میں پھر تاج الملک کو خضر خاں نے جانب کٹھر واسطے گرفتاری نرسنگ
دیو کے روانہ کیا۔ چنانچہ اُس نے ولایت کٹھر کو دوبارہ تباہ و برباد کر دیا پھر بدایوں
آیا اور مہابت خاں سے جو حاکم عہد فیروزی سے تھا ملا پھر تاج الملک اٹاوہ کو
روانہ ہو گیا اور مہابت خاں کو بدستور بدایوں کی حکومت پہ چھوڑ گیا۔

اسی سال میں سپہ خضر خاں نے خود واسطے تنبیہ مفسدان کٹھر کے ارادہ کیا۔ اور
دہلی سے روانہ ہوا۔ اول ولایت کول کے مفسدوں کی گوشمالی کی۔ پھر دریائے
رہب (کالی ندی) سے گذر کر سنبھل کو ویران کیا بدایوں کی طرف پلٹا اور
پٹیالی کے پاس سے دریائے گنگ کو عبور کیا۔ اسی اثناء میں مہابت خاں حاکم
بدایوں کو ہراس پیدا ہوا اور وہ بدایوں کے قلعہ میں محصور رہا۔ اور چھ ماہ تک
لڑائی ہوتی رہی۔ پھر اس اثناء میں بعض امرا مثل قوام خاں و اختیار خاں
لودی اور دیگر خانہ زادگان محمود شاہی نے جو خضر خاں سے ملگئے تھے بیوفائی
کا ارادہ کیا۔ خضر خاں اس ارادہ سے واقف ہو کر جانب دہلی لوٹا۔ اثنائے
راہ میں ۲۰۔ ماہ جمادی الاول ۸۱۲ھ کو ایک مجلس منعقد کی اور اُس میں
سے اول سب اشخاص کو جنکی طرف سے واہمہ غدر و بیوفائی کا تھا جمع کیا
سب کو قتل کر ڈالا بعدہ دہلی میں پہونچا ۸۲۴ھ میں ۱۷ جمادی الاولے کو
بعد از خضر خاں مر گیا اور اُسکا بیٹا سلطان مبارک تخت نشین ہوا ۸۲۴ھ میں مبارک شاہ

فرشتہ صفحہ
پر دیتا ہے۔

قوم

نے منصب وزارت ملک سکندر سے لیکر سرور الملک کو عطا فرمایا اور سرور الملک کو
واسطے تادیب متمردان ملک کٹھر کے روانہ کیا۔ اور خود عقب میں ولایت کٹھر پر آیا
اور تمام مفسدان و زمینداران سے باج و خراج حاصل کیا اور خوب سزا دی۔ اور
مہابت خاں امیر بدایوں جو خضر خاں سے محصور ہو کر خوب لڑا تھا خدمت میں
مبارک شاہ کے حاضر ہوا مبارک شاہ نے اُس کو فرمان دیگر ولایت قوم تھور پر
روانہ کیا۔ چنانچہ اُس نے جاکر بہت سے آدمی قید کیئے۔ الانتخب التواریخ میں
خود مبارک شاہ کا کھور یعنی شمس آباد پر واسطے سزا دہی پنوار ٹھاکروں کے جو بڑے
سرکش تھے جانا لکھا ہے۔ اور اسی کی تائید اپنی تاریخ میں منشی ذکاء اللہ خاں
شمس العلما نے کی ہے اور تاریخ فرشتہ میں بھی مہابت خاں کے متعلق
اسیقدر حال لکھا ہے جو ہم بیان کر چکے۔ باقی حال مہابت خاں حاکم بدایوں کا
کسی تاریخ سے نہیں معلوم ہوا کہ وہ کہاں رہا۔

ناظم ۲۳
ملک چمن

سلسلہ تاریخ سے مفہوم ہوتا ہے کہ زمانہ مبارک شاہی میں میاں ملک چمن
المخاطب بغازی الملک جو پوتہ خان جہاں کا تھا حاکم بدایوں مقرر ہوا جب
مبارک شاہ ۸۳۷ھ میں بروز جمعہ قریب نماز جمعہ کے بسازش سرور الملک
وزیر و میران صدر قاضی عبدالصمد و سدھ پال کھتری وغیرہ کے ہاتھ سے
دھوکہ سے شہید ہوا تب سرور الملک نمک حرام نے محمد شاہ کو تخت پر بٹھایا

اور یہ محمد شاہ بن فرید خاں بن خضر خاں تھا جسکو مبارک شاہ نے متبنے کیا تھا۔
جب یہ مسند آرائے سلطنت ہوا تو اس نے سرور الملک کو خطاب خان جہاں
کا دیا سرور الملک نے امرائے قدیم کو برطرف کر کے سزائیں دینا شروع کیں
گویا خود بادشاہی کرتا تھا اور بادشاہ مثل کٹھ پتلی کے اس کے ہاتھ میں تھا
اُسوقت چند اشخاص مبارک شاہی و خضر خانی نے جو جاگیر دار تھے مثل ملک
چمن حاکم بدایوں و ملک الہ داد لودی حاکم سنبھل وغیرہ نے سرور الملک کے
علیحدہ کرنے کی سازشیں شروع کیں۔ سرور الملک نے خان اعظم سید خاں
اور سدارن اور اپنے لڑکے یوسف کو کمال الملک کے ساتھ روانہ کیا کہ وہ دفع
فساد اور سزادہی مفسدان کی کرے جب یہ ارادہ اُسکا پایا تو وہ بہ اطمینان
اپنی قیام گاہ پر آیا۔ سرور الملک کو جب یہ خبر ہوئی کہ کمال الملک بھی میری
طرف سے برگشتہ ہے۔ تب اُس نے ملک ہشیار اپنے غلام کو بہت سا
لشکر دیکر روانہ کیا کہ وہ حفاظت یوسف اور سدارن کی کرے۔ اس اثنا میں
ملک چمن نزدیک ملک الہ داد کے آیا۔ سدارن اور ملک ہشیار خوف کھا کر
جانب دہلی بھاگ گئے۔ کمال الملک نے ملک الہ داد و ملک چمن اور دوسرے
اپنے موافق سرداروں کو طلب کر لیا اور بہت سے لوگ اُن کے ساتھ جمع ہو گئے
۳۰۔ رمضان المبارک کو دہلی روانہ ہوئے سرور الملک قلعہ دہلی میں محصور رہا
اور تین ماہ تک دوسرے سردار کمال الملک کے شریک ہوتے رہے اور
جو لوگ قلعہ میں محصور تھے اُنپر نہایت درجہ رسد وغیرہ کی تکلیف پہونچائی۔
سلطان محمد شاہ کو سرور الملک کا باغی ہونا یقین ہو چکا تھا اور وہ یہ جانتا تھا

کہ میں خود ہی کمال الملک کے پاس چلا جاؤں سرور الملک یہ ارادہ پاکر درپئے قتل ہوا اور ۸ محرم ۸۳۶ھ کو بڑی جمعیت سے ہمراہی پسران میراں صدر کے مسلح ہوکر محل شاہی میں واسطے قتل بادشاہ کے گیا۔ سلطان چونکہ ہمیشہ اس سے خائف ہوکر بجماعت کے ساتھ ہوشیار رہتا تھا اس نے اپنے ملازمان کو اشارہ قتل سردار الملک کا کیا۔ چنانچہ ملازمان سلطانی نے سرور الملک کو قتل کر ڈالا۔ پسران میراں صدر بھی مارے گئے ملک ہشیار اور ملک مبارک کو خطاب خانی و منصب وزارت عطا کیا گیا اور ملک چمن کو غازی الملک کا خطاب دیا اور ملک الہ داد نے خود خطاب قبول نہ کیا مگر اپنے بھائی کو دریا خانی کا خطاب دلوایا۔

خان اعظم سید خاں کو خطاب مجلس عالی کا دیا گیا۔ اور ملک چمن حاکم بدایوں کو امروہہ کی جاگیر اضافہ میں دی گئی ملک چمن کا زمانہ شروع عہد سید علاء الدین بادشاہ حاکم بدایوں تک رہا ایک مقبرہ ملک چمن کا بیرون فصیل قلعہ جانب غرب واقع ہے جسکو بعض مورخوں نے اس کی قبر ہونا لکھا ہے اور شان مقبرہ اور پختہ بادلی وغیرہ سے ظاہر ہے کہ ضرور وہ کسی حاکم کا مقبرہ ہے اور عام روایت کے بموجب چمنی بی بی فاروقی کا مزار مشہور ہے مگر تاریخ سے اس کی شہادت نہیں ملتی۔

ناظم ۲۴

سید علاء الدین بادشاہ دہلی و حاکم بدایوں

سوائے ملک بہلول کے سب امرا نے بیعت کی اور بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ بہلول نے بھی بیعت کی۔ اس بادشاہ کے مزاج میں اپنے باپ سے بھی زیادہ سستی تھی اور نہایت خائف رہتا تھا۔ جب تخت نشین ہوا تو ۸۵۰ھ میں بیانہ کا دورہ کیا اثنا راہ میں غلط خبر اسکو پہونچی کہ بادشاہ جونپور بقصد دہلی کے آتا ہے علاء الدین اس خبر کو سُنکر فوراً دہلی واپس ہوا ہرچند حسام خاں وزیر نے سمجھایا کہ اسقدر خوف ظاہر نہ کیجئے غلط خبر پر واپس ہونا دلیل حماقت ہے الا بادشاہ نے اُس کی گفتگو پر رنجش ظاہر کی پھر سب نے بادشاہ کو سست و خفیف العقل جانا۔ ۸۵۱ھ میں بادشاہ بدایوں گیا۔ اور وہاں کی آب وہوا اُس کو ایسی مرغوب ہوئی کہ مدت تک وہیں قیام کیا اور جب دہلی آیا تو وہیں کا دم بھرتا تھا اسکی سستی اور غفلت شعاری سے تمام ہندوستان میں طوائف الملوکی ہو گئی۔ اسکے وزیر حسام خاں اور حمید خاں تھے حسام خاں نے بدایوں جانے سے مخالفت کی لیکن بادشاہ نے ۸۵۲ھ میں قصد بدایوں کیا اور اپنے ایک خسر پورہ کو شحنہ دہلی اور دوسرے کو امیر کوہی مقرر کرکے خود بدایوں پہونچا۔ اسکا مشیر رائے پرتاب تھا جسکے مشورہ سے بادشاہ نے حمید خاں وزیر کو قید کر دیا کیونکہ رائے پرتاب سنگھ کے باپ کو فتح خاں پدر حمید خاں نے مار کر اُس کی بی بی کو اپنے قبضہ میں کیا تھا لہذا اُس کو بدلہ لینے کا موقعہ اس مسلوب الحواس بادشاہ کے زمانہ میں ہاتھ لگا اب اُس رائے پرتاب نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اگر حمید خاں قتل کر دیا جاوے تو بادشاہ کے ماتحت بہت صوبے ہو جاویں گے۔ بادشاہ نے قتل کا حکم دیدیا

مگر حمید خاں کے بھائیوں نے کسی تدبیر سے اُس کو رہا کر کے دہلی پہونچا دیا اگرچہ شیخ
جمال نے تعاقب کیا مگر ہار آگیا۔ حمید خاں دہلی میں جاکر نہایت غضب سے حرم شاہی
میں گھس گیا اور سب مال و اسباب لیکر عورتوں اور لڑکیوں کو سر برہنہ بے آبرو
کر کے اخراج کر دیا۔ الا بادشاہ نے باوجود اس خبر متوحش کے حس و حرکت
نہ فرمائی اور برسات کا بہانہ کر کے روانگی دہلی کو ملتوی رکھا۔ اور دونوں خسر پورہ
بادشاہ کے دہلی میں قتل ہوئے۔ پھر اس نے حسام خاں عمدۃ الملک کو بھی
جو اسکا نہایت ہوا خواہ تھا اور ہمیشہ حق بات کہتا تھا۔ وزارت سے برخاست
کر دیا۔ تب حسام خاں اور حمید خاں وزیران ممالک نے اتفاق کر کے ملک بہلول
کو طلب کیا اور تخت دہلی پر اُس کو بٹھایا۔ اُس نے خطبہ اپنے نام کا پڑھایا۔ پھر
ملک بہلول نے ایک عرضداشت سلطان علاء الدین کو لکھی کہ میں فرمانبردار
ہوں اور یہ تردد واسطے ہوا خواہی حضور کے کیا ہے۔ سلطان علاء الدین
نے اُس کے جواب میں لکھا کہ میرے والد مرحوم سلطان محمد شاہ نے تجھکو فرزندی
میں لیا تھا۔ مجھکو کچھ سروکار بادشاہی سے نہیں ہے صرف بدایوں پر قانع
ہوکر سلطنت دہلی تجھکو دیتا ہوں سلطان بہلول اُس وقت دیپال پور میں تھا
پس اس فرمان کے پہونچنے سے بلا جنگ و نزاع کے دہلی کا مالک ہو گیا
سلطان علاء الدین بدایوں پر مع پرگنہ جات متعلقہ کے قابض رہا دریائے
گنگ کے کنارہ اور خیر آباد سے اس طرف دامن کوہ تک حکمرانی کرتا تھا
باقی اطراف میں سکہ و خطبہ بہلول کے نام کا جاری تھا سنہ ۸۸۳ھ میں سلطان
علاء الدین اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کر گیا۔ مدت سلطنت

سات سال چند ماہ تھے اور مدت حکومت بدایوں اٹھائیس سال تک رہی
اور اس کی قبر اسکی والدہ مخدومہ جہاں کے مقبرہ میں جو متصل سرائے میراں
اثنا راہ شیخوپور میں واقع ہے معلوم ہوتی ہے عوام میں مشہور ہے کہ جو قبر
حضرت شاہ ولایت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بن میں ہے وہ اسکی ہے
مگر یہ صحیح نہیں ہے قصبہ اعلی پور اسکا آباد کیا ہوا ضلع بدایوں میں موجود ہے
اور مشہور یہ ہے کہ سرائے میراں سید حیدر اسکے پسر نے آباد کی ہے
اسکی والدہ مخدومہ جہاں کے مقبرہ کے حالات مع اُسکے کتبہ جات کے علیحدہ
درج کر چکے ہیں جس سے ناظرین کو مفصل حال معلوم ہوگا اس بادشاہ پر
خاندان سادات کی سلطنت ختم ہوئی جسکا آغاز سید خضر خاں سے ہوا تھا۔
بعد وفات سلطان علاء الدین کے اُسکا داماد سلطان حسین شاہ جونپور اور
اٹاوہ میں حکومت کرتا تھا اور دہلی کے فتح کی تدبیر کر رہا تھا اُس کی رسم تعزیت
کے حیلہ سے اپنی خواہش پورا کرنیکا موقعہ پاکر فوراً بدایوں کو روانہ ہوا بظاہر
اس سفر کی غرض تعزیت بادشاہ تھی مگر باطن میں اُس کی وراثت پر قابض ہونا
مقصود تھا۔

یہ ایک آسان کام تھا مگر اُس نے سخت بیمروتی کرکے سلطان علاء الدین کی
اولاد سے بدایوں کو لے لیا اور مبارک خاں پسر تاتار خاں حاکم سنبھل کو مقید
کرکے بہت سا لشکر اور ہاتھی وغیرہ ساتھ لیئے اور روانہ دہلی ہوا چنانچہ بہلول
سے ایک مدت تک مقابلہ رہا اور سلطان حسین کو بوجہ کثرت فوج غلبہ رہا بعدہ
صلح کرکے واپس جاتا تھا اسی اثنا میں بوجہ غفلت وبے پروائی سلطان حسین

سے اسکی فوج پر بہلول نے شبخون مارکر تباہ کر دیا اور بہلول بعد فتح بدایوں بھی آیا اور کچھ روز مقیم رہکر دہلی روانہ ہوا الغرض شاہ جونپور سے اور بہلول سے ۲۶ سال تک محاربات اور مشاجرات ہوتے رہے - انجام کار ۸۸۳ھ میں مستقل طور پر جونپور صوبہ دہلی اور ماتحت شاہ دہلی ہوگیا بہلول نے مانک پور شاہ عالم خاں کو بہرائچ اپنے بھانجے شیخ محمد فرملی عرف کالا پہاڑ کو اور صوبہ لکھنؤ اعظم ہمایوں اپنے پوتے کو اور بدایوں خان جہاں کو جو ایک معتبر امیر اور بادشاہ کا خویش تھا عنایت فرمایا۔

ناظم ۲۵

بایزید خاں بن بہلول لودی

بعد وفات سید علاء الدین بادشاہ کے ۸۵۵ھ میں حکومت بدایوں بھی سلطان بہلول کے قبضہ میں آگئی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب شاہ حسین شرقی داماد سید علاء الدین موصوف نے بحیلہ تعزیت اپنے خسر کے بدایوں آکر خسر پوروں سے حکومت چھین لی اور پھر بہلول لودی نے شاہ حسین شرقی کو نکال دیا تو بادشاہ نے خواجہ بایزید خلف اکبر کو جسکو ۸۵۵ھ میں اپنا جانشین دہلی میں کرکے خود اطراف و جوانب کو بغرض دفع شر مفسدان روانہ ہوا تھا شروع ۸۸۴ھ میں حاکم بدایوں کر دیا چنانچہ تاریخ فرشتہ اور منتخب التواریخ سے واضح ہے کہ جب تقسیم ملک بہلول نے اپنے آخری عمر میں کی تو خواجہ بایزید

بایزید پدر اعظم ہمایوں اس سے پیشتر اپنے ایک خدمتگار کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اس لیئے بہلول نے خانجہاں کو جو امرائے معتبر سے تھا عطا کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ بدایوں میں خواجہ بایزید پدر اعظم ہمایوں اسوقت حاکم بدایوں تھا اور اسکے مارے جانیکے بعد خانجہاں کو بدایوں کا حاکم کیا۔

اس بایزید کے عہد میں بجز جنگ ہائے سلطان حسین شرقی کوئی خاص واقعہ نہیں ہوا۔

ناظم ۳۶
خانجہاں خاں

سنہ ۸۹۳ھ میں سلطان بہلول نے خانجہاں لودھی کو جو امرائے معتبرین اور رشتہ داران سلطان سے تھا امیر بدایوں کیا۔ اور یہ شخص نہایت درجہ فیاض اور محسنی تھا چنانچہ اسکی سخاوت اور فیاضی کی حکایتوں میں ایک یہ حکایت بھی شیخ رزق اللہ مشتاقی نے اپنی کتاب واقعات مشتاقی میں لکھی ہے اور اسکو اپنی تاریخ میں البسط صاحب نے جلد چہارم صفحہ ۳۸۵ و ۳۹۵ میں نقل کیا ہے ہم بھی اس موقع پر اسکا اعادہ کرتے ہیں۔ ایک شخص میاں لاڈن دانشمند ساکن بدایوں اسکے عہد میں تھے ایک روز صبحکو میاں بندگی میاں لاڈن دانشمند خانجہاں کے پاس گئے خان نے دریافت کیا اسقدر صبح آپ کیوں تشریف لائے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے آج صبح کھچڑی کھانا چاہا چونکہ گھر میں کھچڑی جلد طیار نہیں ہوسکتی تھی اس لیئے میں نے خیال کیا کہ کسی امیر کے یہاں طیار ملیگی اسوقت آپ کا خیال آیا اور فوراً آپکی خدمت میں حاضر آیا خان نے کہا کہ میں کھچڑی کبھی نہیں کھاتا ہوں اور

قسم کے طعام موجود ہیں اگر آپ کھچڑی پسند فرماتے ہیں تو وہ پکوا دی جائیگی میاں
نے جواب دیا کہ وہی وقت یہاں بھی پیش آئی جب کھچڑی طیار ہوگی وقت
کھانے کا جاتا رہیگا خان نے کہا کہ جبتک کھچڑی تیار ہو میں کچھ شیرینی بازار سے ابھی منگوائے
دیتا ہوں آپ تناول فرمائیں شیخ نے کہا بہت خوب - مگر ملازم سے کہدیجئے کہ وہ روپیہ
لیکر میرے پاس آئے اور میں اُسکو ہدایت کر دوں کہ کیا چیز لائے - الغرض آدمی
روپیہ لیکر میاں پاس آیا تو میاں نے کہا کہ یہ روپیہ مجھے دیدو اور جاؤ تم کھچڑی
طیار کرو - القصہ جب کھچڑی پک گئی اور میاں اُسکو ختم کر چکے یعنی تناول
فرما چکے تو فرمایا کہ خان ہمنے کھچڑی بہت کثرت سے کھائی اب مجھکو پالکی میں سوار
ہونا اور اُس کی حرکت برداشت کرنا بہت دشوار ہے خانجہاں نے دریافت
کیا کہ آپ کے پاس کوئی گھوڑا نہیں ہے جواب دیا کہ جو گھوڑا اچھی طرح چلتا ہے
وہ پالکی سے بدتر ہے اور میرا گھوڑا سخت بد قدم ہے خان نے کہا کہ میں آپکو
گھوڑا شایستہ قدم دونگا جو نہایت عمدہ چلتا ہے میاں نے خوش ہو کر کہا
کہ میں ایسے گھوڑے پر کیوں نہ سوار ہوں اگر دستیاب ہو - خان نے اپنے
ملازم کو حکم دیا کہ اصطبل سے جاکر نہایت عمدہ رہوار خوش رفتار ابھی لے آ
ملازم فوراً ایک عمدہ گھوڑا اصطبل سے لایا صرف گردی اُسپر پڑی تھی بحکم خان میاں
کے حوالہ کیا گیا میاں نے کہا کہ کھانا زیادہ کھانے کی وجہ سے میں نے
شکایت پالکی میں سوار ہونے کی کی اب اور زیادہ مصیبت پیش آئی
کیونکہ میں گھوڑے کی برہنہ پشت پر نہیں چڑھ سکتا ہوں - خان مسکرایا
اور زین کسنے کے واسطے حکم دیا فوراً گھوڑے پر زین رکھا گیا - میاں نے دریافت

کیا کہ یہ گھوڑا کیا کھاتا ہے تو معلوم ہوا کہ مٹر اور شکر خام اور روغن زرد۔ میاں
نے کہا کہ غریب آدمی کو یہ چیزیں کہاں مہیا ہو سکتی ہیں پس ان چیزوں کے
بھی دیئے جانے کا حکم فرمایا جاوے چنانچہ حکم ہو گیا۔ پھر کہا کہ جب یہ زین پرانا
ہو جائیگا تو ایک نئے زین کی ضرورت ہوگی اور عرق گیر و گردنی وغیرہ کی بھی
حاجت ہوگی۔ چنانچہ ان چیزوں کے بھی ملنے کا حکم ہو گیا تب کہا کہ یہ مجھے بڑی
دشواری ہوگی کہ سائیں کو ہر روز گھوڑے کی خوراک آپکے ہاں مانگنے کو بھیجوں
یہ آپکی بڑی مہربانی ہوگی کہ ایک موضع عنایت فرمایا جاوے کہ جسکی آمدنی
سے یہ سب اخراجات مہیا ہو جاویں۔ یعنی تنخواہ سائیں۔ گھوڑے کی خوراک
زین و گردنی اور گھانس۔ چنانچہ یہ درخواست بھی منظور ہوئی۔ اور ایک
موضع ضلع بدایوں میں عطا ہوا اور بعد ازاں اجازت جانے کی حاصل کی
اور یہ کہا کہ میں نے کھانا کھایا گھوڑا اور گانوں بھی ملا۔ مگر پالکی اٹھانیوالوں کی
جو مجھے یہاں تک لائے کچھ نہ ملا اس پر کچھ رقم نقد ان کو عطا ہوئی بالآخر میاں
رخصت ہوئے۔ خان جہاں لودی کی فیاضی کی یہ ایک مثال ہے۔ اس
حکایت کی نقل کے بعد انگریزی مورخ لکھتا ہے کہ " مشرقی حکومت کی حالت
سابق سے بظاہر ہوتا ہے کہ مالگذاری جو بہت سے اشخاص سے لیجاتی تھی
کس طرح پر لوگوں کو بغیر مشقت لٹادی جاتی تھی جو شخص اس سے مستفید ہوتا
تھا وہ مجہول اور ناعاقبت اندیش زاہد کی طرح آئندہ کی امیدوں میں
زندگی بسر کرتا تھا"۔ مگر ہمارے نزدیک یہ اعتراض اُس زمانہ کی حالت پر اعتبار
کرکے صحیح نہیں ہے اس زمانہ میں بھی بہت سے حکمراں ایسے ہیں کہ جنہی خیالات کے

پابند اور مولویوں اور پادریوں اور برہمنوں کو بڑی سیر چشمی سے مالا مال اور جائداد و زر نقد و خلعت و اسپ و فیل وغیرہ عطا کرتے ہیں اور اسکو وسیلہ نجات اخروی جانتے ہیں۔

پیشتر جبکہ بہلول لودی فتنہ بغاوت ملتان فرو کرنے کو جاتا تھا تو خان جہاں خاں اور اسکے باپ کو اپنا نائب کرکے دہلی میں چھوڑ گیا تھا۔

جب سلطان حسین شرقی سے موضع چنوارہ پر بہلول سے جنگ ہوئی تو خان جہاں خاں موصوف نے درمیان ہوکر صلح کرادی تھی۔

جب سلطان بہلول اطراف دہلی میں انتظام شاہ حسین شرقی کر رہا تھا اسوقت خبر انتقال خان جہاں خاں کی پہونچی سلطان نے اس کی جگہ اسکے پسر حسین خاں کو خطاب خان جہاں خاں کا مکرر دیکر اسکے باپ کی جگہ قایم رکھا۔ جب حسین شرقی کو شکست ہوئی تو بمقام قنوج سلطان بہلول نے حسین شرقی کی بی بی خونزہ دختر شاہ علاءالدین خضر خانی کو بھی گرفتار کیا اور بکمال عزت اور عصمت سے رکھا اور جونپور روانہ ہوکر اسکو فتح کیا اور باربک شاہ اپنے بیٹے کو حاکم جونپور مقرر کیا اور کالپی میں اپنے پوتے خواجہ اعظم ہمایوں کو اپنا قایم مقام کیا اور ملک کی اسطرح تقسیم کردی۔ باربک شاہ کو جونپور۔ عالم خاں کو کڑا۔ شیخ محمد فرملی عرف کالا پہاڑ کو بہرائیچ۔ اعظم ہمایوں کو لکھنؤ۔ خان جہاں خاں کو بداؤں۔ دریا خاں لودی کو سنبھل۔ عیسے خاں کو کول۔ مبارک خاں لوہانی کو سکیٹ رائے پرتاب کو بھوگاؤں۔ نظام خاں کو دہلی۔ اور بعد اس انتظام کے بہلول ۸۹۴ھ میں رحلت کر گیا۔

سلطان بہلول سے نو لڑکے تھے - بایزیدخاں المخاطب سکندر شاہ - بارک شاہ مبارک خاں - عالم خاں معروف بہاؤ شاہ علاء الدین - جمال خاں - میاں یعقوب - فتح خاں - میاں موسیٰ - جلال خاں -

اور امرائے بہلول حسب ذیل ہیں

قطب خاں پسر سلام خان - خان جہاں خاں لودی - مبارک خاں لوہانی - احمد خاں میواتی - احمد خاں سیستانی - شیخ محمد قرملی عرف کالا پہاڑ - جانجاناں لوہانی - جونہ خاں پسر غازی خاں - ملک چمن بنیہ خانجہاں - عماد الملک اقبال خاں -

ناظم ۲۷

میاں ضیاء الدین

جب سلطان بہلول کا انتقال ہو گیا تو اُسکا خلف اکبر سکندر لودی بحمایت خان جہاں خاں لودی کے بادشاہ دہلی ہوا - اسکے زمانہ میں انگریزی مورخ گزیٹیر بدایوں میاں ضیاء الدین کو حاکم بدایوں تحریر کرتا ہے اور یہ بھی لکھتا ہے کہ مالگذاری سرکار بدایوں کی میاں ضیاء الدین اور اُسکے بھائی میاں زین الدین کے باہم جو دہلی میں رہتے تھے تقسیم ہوتی تھی -

---

۵۷ اسکی قبر بدایوں میں مع کتبہ موجود ہے -

اس گورنر کے عہد میں سلطان سکندر لودی سے اور اُسکے بھائی باربک شاہ سے
لڑائیاں ہوئیں شیخ قرملی کالا پہاڑ وقت مقابلہ کے قلب لشکر سکندر پہنچا منجانب
باربک شاہ حملہ آور ہوا اور بہت سخت جنگ کر کے گرفتار ہوا جب سلطان سکندر کے
سامنے پیش ہوا تو سلطان نے نہایت اعزاز فرمایا اور کہا کہ تو بجائے میرے باپ
کے ہے ایسا مجھ سے برتاؤ نہ کرنا چاہیئے۔ شیخ قرملی کالا پہاڑ نے کہا کہ ایک
گھوڑا مجھکو دے کہ حق پدری ادا کر دوں۔ چنانچہ اُسکو گھوڑا دیا گیا اور وہ
سوار ہو کر فوج باربک شاہ پر حملہ آور ہوا اور اُسکو شکست دی۔ باربک شاہ
بھاگ کر بدایوں کے قلعہ میں گھس گیا اور کچھ مدت جنگ کرتا رہا آخر
تنگ ہوا اور صلح کر کے سلطان سکندر نے اُسکو بدستور حاکم جونپور کر دیا
لیکن اپنے معتمد مصاحب اُسکے ہمراہ کر دیئے تاکہ بغاوت نہ کرے۔
۱۷۔ ذی قعدہ ۹۲۳ھ کو سکندر لودی نے آگرہ میں انتقال کیا۔ اُسکے بعد
اُسکا بیٹا سلطان ابراہیم جانشین ہوا۔ اسکے زمانہ میں بغاوت ہو گئی اور
بدایوں جزو سلطنت شرقی کا جو دریاخاں لوہانی نے قایم کی تھی ہو گیا۔
کوئی خاص حال ہمکو کسی معتبر تاریخ میں نہ ملا کہ اس زمانہ میں حاکم بدایوں
کون رہا۔ پھر جب سلطنت دہلی خاندان تیمور یہ میں آئی اور اُسکا آغاز
عہد بابر میں ۹۳۲ھ سے ہوا اور اُسوقت خاندان لودی کا بالکل خاتمہ ہو گیا
اب یہاں سے ایک جدید زمانہ شروع ہوتا ہے کہ جسمیں گورنران بدایوں
کا کچھ ذکر کسی تاریخ سے نہیں ملتا۔ ہمایوں ۹۳۷ھ میں اپنے باپ بابر کا
جانشین ہوا۔ دس سال تک اسپر سخت مصیبت رہی۔ بالآخر شیر خاں سور نے اُسکو

نکال دیا اور ہندوستان میں خاندان سور کی حکومت قایم ہوئی جو ۹۶۱ھ تک رہی - اس زمانہ میں بھی بدایوں کے حاکموں کا کچھ ذکر کسی کتاب میں نہیں ملتا البتہ ابراہیم سور نے محمد عادل شاہ کے وقت میں جو بغاوت اختیار کی تھی اور اُسکی مدد بیبے خاں گورنر سنبھل نے کی تو بدایوں میں شاہی فوج بغاوت فرو کرنے کے واسطے گئی تھی اور اُنکو پسپا کردیا تھا -

ابراہیم سور نے دہلی پر قبضہ کرلیا جب ہمایوں ۹۶۲ھ میں واپس آیا اُسوقت تک ان صوبجات میں امن نہیں تھا -

ناظم ۲۸

قنبر دیوانہ

ہمایوں بادشاہ نے ۹۶۲ھ میں قنبر دیوانہ کو جو ایک عجیب الخلقت آدمی تھا حاکم بدایوں مقرر کیا - اس نے نواح سنبھل میں پہونچکر ایک جمعیت کثیر قایم کی اس اثنا میں بادشاہ نے علی قلی خاں کو گورنر سنبھل مقرر کیا تو یہ دیوانہ کہتا تھا کہ سنبھل بر وزن سنبل ا‍ ـ علی قلی خاں کی مثال ایسی ہے کہ گانوں کسیکا اور درخت کسیکا -

قبل اسکے کہ علی قلی خاں سنبھل میں تھے قنبر بدایوں آیا اور وہاں سے لوٹ کر نواح کانٹ اور گولہ میں جو اب پرگنہ شاہجہاں پور میں ہیں گیا - اور رکن خاں افغان سے ... پائی اور قصبہ ملانواں تک قابض ہوگیا - لعدہ پھر افغانوں سے لڑائی ہوئی اور قنبر شکست کھاکر بدایوں واپس آیا اور اس

لڑائی میں بہت سے آدمی اسکے مارے گئے۔ یہاں آکر اس نے ظلم کرنا شروع
کیئے کسیکا مال کسیکی دختر جبراً لے لیتا تھا علی قلی خاں نے ہر چند اسکو اپنے پاس
بلایا لیکن یہ نہ گیا اور یہ کہتا تھا کہ میں مصاحبت خاص بادشاہ سے رکھتا ہوں نہ کہ تو۔
میرا سر تاج شاہی سے توام ہے۔ آخر علی قلی خاں فوج لیکر بدایوں گیا اور قلعہ بدایوں
کا محاصرہ کیا۔

قیصر دیوانہ اُسوقت بھی نئے اعتدالیوں سے باز نہ آیا اور اہل شہر پر اور بھی زیادہ
ظلم کرنے لگا تمام اہل شہر اُس سے ناراض تھے۔ اس محاصرہ میں یہ مورچوں
پر بوجہ بے اعتمادی شہر کے خود پھرتا تھا۔ اور اہتمام قلعہ داری خود کرتا تھا۔
باوجود اس دیوانگی کے ایسی سمجھ تیز رکھتا تھا کہ ایک مرتبہ آدھی رات کو ایک
خالی مکان بقال میں گیا اور اپنے کان زمین پر لگائے اور وہاں سے کچھ قدم
آگے چلکر پھر لوٹا اور بیلداروں کو بلایا اور کہا کہ میرے کان میں آواز آتی ہے
اس زمین کو کھودو جب بیلداروں نے زمین کو کھودا تو وہاں ایک سُرنگ پائی
جو علی قلی خاں نے باہر قلعہ سے لگائی تھی۔ الغرض اس نے اپنی حزم و ہوشیاری
سے اُسوقت نجات پائی بقول شخصے

"دلِ وحشی کو خواہش ہی تمہارے گھر کے جانیکی ؏ دیوانہ ہی و لیکن بات کہتا ہی ٹھکانے کی"
ملا عبدالقادر منتخب التواریخ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اُس سُرنگ کو
دیکھا تھا وہ کہتے تھے کہ قلعہ کے ہر طرف سے دیوار قلعہ کی بنیاد پانی تک پہونچی
ہوئی تھی اور لوہے کی سلاخیں اور لٹھے ساکھو کے بنیاد میں پڑے تھے لیکن
صرف اس مقام پر جہاں سُرنگ لگائی گئی تھی خالی پایا تھا۔ پھر سکنا شہر کے

علی قلی خاں کو یہ پیغام بھیجا کہ فلاں رات کو فلاں برج کی طرف سے حملہ کیا جاوے اور ہم سیڑھی اور کمند سے مدد کرینگے تاکہ فوج قلعہ میں آ جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شیخ حبیب اللہ بدایونی جو مشاہیر اکابر شہر سے تھے اور دیگر شیخ زادگان فاروقی نے جو رشتہ دار شیخ سلیم چشتی فتحپوری رحمۃ اللہ علیہ کے تھے جمع ہو کر اُس دروازہ سے کہ جہاں شیخ فتح اللہ چشتی کا مزار ہے۔ علی قلی خاں کی فوج کو داخل قلعہ کر دیا۔ اُنہوں نے شہر میں آکر آگ لگا دی۔ اُسیوقت قنبر دیوانہ شہر سے بھاگ کر باہر آیا اور شل گیدڑ کے پکڑ لیا گیا۔ جب روبرو علی قلیخاں کے پیش ہوا اُسوقت بھی علی قلی خاں نے فرمانبرداری کرنے کا اشارہ کیا تاکہ جان بخشی کیجاوے مگر یہ دیوانہ جسکے سر میں بوئے نخوت سمائی ہوئی تھی اُسوقت بھی لاف وگزاف کے ساتھ پیش آیا تب علی قلی خاں نے اسکو قتل کر کے سر اُسکا مع عرضداشت خدمت ہمایوں میں بھیجدیا۔ بادشاہ دلمیں اس خانہ جنگی سے ناراض ہوا مگر بظاہر کچھ نہ کہا۔ یہ دیوانہ اپنی حالت گورنری میں یہ کہا کرتا تھا کہ "مال خدا کا اور جان خدا کی اور قنبر دیوانہ ہے باورچی خدا کا" اور جس سال اسکا کام تمام ہوا ملک میں سخت کال پڑا ہوا تھا اتفاق سے اُسی سال یعنی ۷ ربیع الاول ۹۶۳ھ کو بادشاہ ہمایوں زینہ سے گر کر رحلت کر گیا جسکی تاریخ وفات ۹۶۳ھ مولانا قاسم کاہی نے اس طرح لکھی ہے۔

ہمایوں بادشاہِ ملک معنی ✤ ندارد کس چو او شاہ دگر یاد
ز بامِ قصر خود افتاده ناگہ ✤ ازاں تاریخ شد رفت برباد

پئے تاریخ او کاہی رقم زد * ہمایوں بادشہ از بام اُفتاد

قنبر دیوانہ کی لاش بدایوں میں دفن ہوئی - ملا صاحب لکھتے ہیں کہ اس کی قبر بدایوں میں مشہور و موجود ہے - اور گزیٹیر بدایوں میں لکھا ہے کہ اودنے درجہ کے لوگ اسکی قبر پر بہت دنوں تک نذر و نیاز چڑھایا کرتے تھے - اب مؤلف کے زمانہ میں اسکی قبر کا ٹھیک پتہ نہیں معلوم ہوتا -

ناظم ۲۹
میر مرتضیٰ المتخلص بہ عملی

بعد قتل قنبر دیوانہ کے میر مرتضیٰ جو سادات دو عنباد سے تھے اور امرائے معتبر خان زماں یعنی علی قلی خاں حاکم سنبھل سے تھے کچھ مدت تک حاکم بدایوں رہے - ملا عبد القادر نے اپنی منتخب التواریخ کی جلد ۳ میں شعرا کے ذیل میں انکا تذکرہ کر کے حکومت بدایوں کا کچھ مدت اسکے تصرف میں رہنا لکھا ہے چنانچہ انکے حال میں مذکور ہے کہ یہ شخص نہایت خوش اخلاق و خوش طبع تھا اور کبھی کبھی شعر بھی لکھتا تھا چنانچہ منتخب التواریخ میں ملا صاحب نے اُن کا ایک شعر لکھا ہے جو یہ ہے - ؎

ایں ہمہ شب آں سگ نخواب ندارد * از نالہ و فریاد و فغان کہ تو داری

ناظم ۳۰
قاسم علیخاں بقال

اس شخص کا نام قاسم علی ولد حیدر بقال تھا - خدا کی قدرت سے اسکو منصب اور خطاب خانی عطا ہوا اور ۹۷۹ھ میں حکومت بدایوں اسکو تفویض کی گئی - یہ شخص شاعر بھی تھا اور عطاری تخلص کرتا تھا - باشندہ آگرہ تھا - ملا بدایونی نے منتخب التواریخ کی جلد سوم میں بذیل شعرا اسکا تذکرہ اس طرح لکھا ہے جسکو ہم بجنسہ نقل کرتے ہیں -

قاسم علی ولد حیدر علی بقال بد اصلی و غرور و مکر میں مشہور تھا اور اپنا قریشی ہونا کہتا تھا - یہ بات مقرر ہے کہ جب کسیکا نسب نہ ہو تو وہ قریشی نسب بنجاتا ہے - اپنی مجلس میں وہ باپ کے آنے سے عار کرتا تھا - لہذا اسکا باپ کہتا تھا کہ تجھکو ذلیل کرنے کو میں اپنی دکان پر جو آگرہ میں ہے بیٹھوں گا اور میوہ اور معجون بیچوں گا ہر ایک سے بلا دریافت کہونگا کہ تم جانتے ہو کہ قاسم علیخاں میرا پسر صلبی ہے پھر دیکھونگا کہ تو اسکو مار ڈالیگا -

اور لکھا ہے کہ کسی نے قاسم علی کے باپ سے پوچھا کہ تمہارے کتنے بیٹے ہیں اس نے کہا کہ آٹھ اس تفصیل سے ؎

دو از من است دو از بی بی و دو از ہر دو ؛ دوئی دگر کہ نہ از بی بی است نے از من

قاسم علی لڑکپن میں صاحب جمال تھا اور مجلس میں پڑا کرتا تھا آخر خلیفہ خلیفۃ الزمانی کا ہوا اور اسپر اعتبار کامل ہوگیا پھر رتبہ خانی پر پہونچا اور یہ مثل سچ ہوئی کہ کسی شخص نے ایک شخص سے کہا کہ تمنے سنا ہے کہ فلاں کو خان کر دیا اس نے کہا کہ خوب ہوا وہ مردک اسی قابل تھا اسکا شعر بھی ملا نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے **بیت**

اور اپچو طفلگان خطکی وسواد کے ٭ باآں خط وسواد کی خود اعتقاد کے

(مؤلف) ہمکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملا صاحب کو اس شخص سے نہایت درجہ ملال تھا کیونکہ جو شعر انتخاب کیا ہے وہ لایعنی و بےمعنی ہے جس سے استعداد علمی کا حال قاسم علی لقال کا بخوبی معلوم ہوجاوے وگرنہ خلیفہ ہوکر ایسا شعر قرین قیاس نہیں۔ پھر ملا صاحب لکھتے ہیں کہ اس مدت اکیس سال ہیں کہ فقیر نے اُس کو چندمرتبہ دیکھا ہے کبھی شیخی اور لاف سے خالی نہ رہتا تھا اور اُستادوں سے زبردستی اپنی لیاقت کو تسلیم کراتا تھا اور اگر وہ قبول میں انکار کرتے تو نکال دیتا تھا۔ اور شیخی سے بجز سخن پروری اور اَلْکَلِمَۃُ لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنیً مُفْرَدٍ کے زیادہ نہ پڑھا تھا۔ اور سلیقہ شعر گوئی اشعار سے واضح ہے۔ بیت[1] ماسوئے آب مائل وحمام جائے ما است ٭

حمام خانہ ایست کہ خاص از برائے ما است۔

اسکی ایام حکومت کا ایک بڑا مشہور واقعہ آتشزدگی کا کہا جاتا ہے کہ جس سے تمام شہر جل گیا تھا۔ اور مشہور ہے کہ جامع مسجد کا گنبد بھی اُسی آتش کے صدمہ سے سربسجدہ ہوگیا تھا جسے دوبارہ قطب الدین خاں کوکہ کے عہد میں

---

[1] ہمارے زمانہ میں ایک لالہ مینتیل پرشاد الملقب اُستاد متخلص بغرت ساکن مرادآباد بدایوں میں اہلمد کلکٹری تھے مشاعرہ میں اُن کے اشعار اسی قسم کے ہوتے تھے اور وہ اپنے آپ کو شاگرد رشید امام بخش ناسخ کا فرماتے تھے چنانچہ اُردو کا شعر اُنکا بطور نمونہ مضمون شعر مذکورہ بالا ہی جسکو ہم یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں شعر

غسل خانہ کی میں دیوار بلاشک بنتا ٭ گر سمجھتا کہ یہاں آکے وہ عریاں ہونگے

اُسکے بیٹے نے تعمیر کرایا۔

ملا صاحب منتخب کی جلد دوم میں اس آتشزدگی کا حال اس طرح لکھتے ہیں کہ اس سال یعنی ۹۷۵ھ میں بدایوں میں بہت بڑی آگ لگی اسقدر ہندو مسلمان جلے کہ شمار اُن کا نہیں ہوسکتا ہے اور چھکڑے بھر بھر کر لاشیں ندی میں ڈالتے تھے اور معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ شخص مسلمان ہے یا ہندو اور جو بعض آدمی جلنے سے بچے تو وہ فصیل قلعہ پر چڑھ گئے مگر مشتعل آگ سے جو اُن کے قریب تک پہونچی تھی تمام عورات اور مردوں نے اپنے آپ کو دیوار سے نیچے گرایا کہ جسکی وجہ سے وہ لنگڑے اور زخمی ہوگئے۔ اور پانی اُس آگ پر ڈالا جاتا تھا تو مثل روغن کے کام دیتا تھا۔

ملا عبدالقادر یہ بھی لکھتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ اپنی آنکھ سے دیکھا۔ اور لکھتے ہیں کہ قبل اس واقعہ کے ایک مجذوب میاں دوآب سے بدایوں میں آیا تھا اور میں اُسکو اپنے مکان پر لایا جس سے ہر روز مجالست رہتی تھی ایک روز خلوت میں مجھسے کہا کہ اس شہر سے باہر چلے جاؤ میں نے کہا کہ کیوں اُس نے کہا تماشا خدا کا یہاں ظہور پائیگا۔ چونکہ وہ خراباتی تھا اس وجہ سے مجھے اسکی بات پر یقین نہ ہوا۔

اسی مقام پر ملا نے یہ شعر لکھا ہے۔

چہ پرسی از بدایون وز احوال پریشانش + کہ آیات عذاب النار نازل گشتہ در شانش

بعدہٗ قاسم علیخاں بقال کالپی کا حاکم ہوگیا اسکے بعد یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بدایوں کا حاکم کون تھا اکبر کے عہد میں کانٹ و گولہ شامل سرکار بدایوں کیئے گئے پس

ان دونوں جگہ کا ایک ہی حاکم سمجھا جاتا تھا۔ قاسم علی خاں بقال کی نسبت سوائے گزیٹیر بدایوں کے اور کسی نے اسکا حاکم بدایوں ہونا نہیں لکھا مگر منتخب میں لفظ قرب جاگیر بدایوں لکھا ہے جس سے وہاں کا جاگیردار ہونا خیال کیا گیا۔

ناظم ۳۱

نواب فرید خاں فاروقی

اکبر شاہ ۱۰۱۴ھ میں فوت ہوا اُسکے بعد چند برسوں کا حال نسبت حاکمان بدایوں معلوم نہیں ہوتا جب جہانگیر تخت نشین ہوا تو یہ بات مشہور عوام ہے کہ اُس نے نواب فرید خاں فاروقی کو حاکم بدایوں کیا۔ جو حضرت بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی اولاد سے تھے اور شیخ خوبن کو کہ نواب قطب الدین خاں کے بیٹے تھے۔ جو جہانگیر بادشاہ کے رضاعی بھائی تھے اور آپ کو خطاب نواب محتشم خان بہادر کا عطا ہوا تھا۔ اور ایک محلہ شیخ پورہ قلعہ سے جانب غرب متصل سوتھہ دروازہ آباد تھا۔ اُس محلہ میں اور نیز اندرون قلعہ شیخ فاروقی بکثرت آباد تھے۔ اب شیخ فرید کی اولاد موضع شیخوپور میں جو بدایوں سے جانب جنوب دو میل کے فاصلہ پر دریائے سوت کے دوسرے کنارہ پر ہے اور جہاں ایک قلعہ بنا ہوا ہے آباد ہے۔ ان کے زمانہ میں کوئی خاص تاریخی واقعات نہیں ہوئے جو تحریر کیئے جائیں۔ ان کا مقبرہ عالیشان شیخوپور میں متصل دریائے سوت بنا ہوا ہے۔ اور اٹھایئسویں جلوس اکبری میں بادشاہ نے جب لاہور کو روانہ ہوا تو ایک حکم راجہ جسونت سنگھ کو لکھا کہ شیخ فرید ولد

قطب الدین خاں کوکہ کو انتظام دار الخلافت سپرد ہوا ہے اُنکے آنے تک مہاراجہ منتظم رہے -

حالات درباب شکستگی سرکار بدایوں

سنہ ۱۰۳۶ھ میں جب شاہجہاں تخت نشین ہوا تو اُس نے اپنے عہد سلطنت میں صدر مقام بریلی کر دیا اور لفظ سرکار کا بدایوں سے علیحدہ ہوگیا - اس کے زمانہ میں تین حاکم بدایوں میں ہوئے - عبد اللہ خاں - نانک چند - نذر محمد خاں اور عہد عالمگیر میں احمد اللہ شاہ کو حاکم کیا تھا جس نے بغاوت اختیار کی اور اُس کی گوشمالی نواب مالیر کوٹلہ کے اجداد نے کی اور پھر نیاز احمد خاں حاکم رہا - اسکا کچھ حال مفصل نہیں معلوم ہوا لہذا ہمنے بھی بالاختصار لکھدیا - نذر محمد خاں نے البتہ دریائے سوت کا پُل متصل زیارت حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ کے سنہ ۱۰۳۹ھ میں مستحکم پختہ بنایا تھا جب وہ شکست ہوگیا تو اُسکی جگہ پر فتح خاں خانساماں نے زمانہ عملداری رہیلہ میں پُل بنایا اور وہ بھی شکست ہوگیا اب اُس کی جگہ پر کارنیکل صاحب بہادر کلکٹر نے سنہ ۱۸۶۱ء میں پُل جدید بنایا جو اب تک موجود ہے -

عہد سلطنت اورنگ زیب عالمگیر میں جو سنہ ۱۰۶۹ھ سے شروع ہوتا ہے اضلاع کی جابجا تبدیلی ہوئی بدایوں اور سنبھل - رہیلکھنڈ قدیم کٹھیر میں شامل ہوگئیا - رائے مکرند رائے جدید گورنر رہیلکھنڈ مقرر ہوا اور اُسکا صدر مقام بریلی ہوا - پھر جب عالمگیر نے انتقال عزل و نصب کیا تو سنہ ۱۱۱۸ھ میں رائے مکرند رائے کو

بنگالہ کا حاکم کیا۔ اسکے بعد عنایت خاں دفتر دار خالصہ کو خلعت دیکر فوجداری چکلہ بریلی مقرر کیا۔ پھر ۱۰۹۵ھ میں صالح خاں ولد اعظم خاں کوکہ کو خدمت فوجداری ودیوانی بریلی مقرر فرمایا اور سعدالدین اُسکے لڑکے کو بھی اُسی وقت خلعت دیا۔

اورنگ زیب کا انتقال - چغتائیہ کا زوال اور رُہیلوں کا اقبال

افغان جنہوں نے بدایوں میں حکومت کی وہ دو قسم کے تھے۔ ایک رُہیلہ پٹھان کٹھیر کے۔ اور دوسرے بنگش پٹھان ماتحت حاکم فرخ آباد۔ اولاً بنگش افغانوں کا عروج ہوا۔ ۱۱۲۰ھ میں فرخ سیر بادشاہ نے محمد خاں بنگش کو ریاست بھوج پور شمس آباد مرحمت فرمائی اور بوجہ اُن خرابیوں کے جو فرخ سیر کو اپنے آخر زمانہ میں پیش آئیں اُس نے محمد خاں کو خود مختار کرکے خطاب نوابی عطا فرمایا۔

محمد خاں نے فرخ آباد کو اپنے آقا کے نام سے مشہور کیا اور اپنے آقا کے انتقال کے بعد جو ۱۱۳۲ھ میں ہوا اُس نے پرگنہ جات بدایوں اور اوسہت پر قبضہ کر لیا۔ محمد شاہ کے عہد میں ۱۱۳۳ھ میں بوجہ اُس خدمت کے جو محمد خاں نے انجام دی تھی اُس کو بادشاہ نے منصب ہفت ہزاری مع سات ہزار سوار و خلعت و شمشیر لکھ روپیہ نقد عنایت کیا اور خطاب غضنفر جنگ کا عطا فرمایا۔ اور پرگنہ جات بھوج پور اور شمس آباد جو اب

ضلع فرخ آباد میں شامل ہیں بطور جاگیر عنایت ہوئے۔ پھر اُسی سال میں صوبہ دار الہ آباد مقرر کیا اُس وقت اُسکے ماتحت عامل اس طرح پر تھے الہ آباد کا حاکم بھورے خاں چیلہ بھنڈا ہر۔ اور کالپی کا حاکم دلیر خاں چیلہ۔ اور جالون میں کمال خاں۔ اور بھوج پور میں نیک نام خاں چیلہ شمس آباد کا داؤد خاں چیلہ۔ اور بدایوں اور سہسوان[۱۵] اور مہر آباد کا شمشیر خاں چیلہ۔

شمشیر خاں چیلہ نواب محمد خاں بنگش عامل بدایوں

سنہ ۱۱۴۲ھ مطابق ۱۷۲۹ء سے لغایت ۱۱۴۳ھ یعنی ایک سال تک منجانب نواب محمد خاں بنگش شمشیر خاں چیلہ حاکم پرگنات بدایوں و سہسوان[۱۵] و مہر آباد کا مقرر ہوا۔

اور واقع رہے کہ نواب محمد خاں کو محمد شاہ بادشاہ نے اپنے جلوس کے پہلے سال صرف پرگنہ بھوج پور اور شمس آباد بطور جاگیر کے دیا تھا اور وہی اصلی ریاست محمد خاں کی تھی مگر اُس نے بوجہ طوائف الملوکی اپنے زور بازو سے بہت سے علاقے قبضہ میں کر لیئے تھے۔ چنانچہ کسی شاعر نے یہ قطعہ اُسکی حدود حکومت کی بابت مرقوم کیا ہے۔

---

[۱۵] اب سہسوان بدایوں میں اور مہر آباد ضلع شاہجہاں پور میں شامل ہیں۔

قطعہ۔ میان دو آب و میانِ دو کاف * شدہ حاصل ملک جملہ معاف
شد و قبضت کول و کولہ حدود * بدریائے گنگ و جمن انصراف

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قریب نصف ضلع بدایوں اور ایک پرگنہ ضلع شاہجہاں پور یعنی مہر آباد اسکے قبضہ میں تھا۔ اور تاریخ فرخ آباد میں سر ولیم آروِن صاحب کلکٹر نے لکھا ہے کہ آنولہ جو جاگیر عمدۃ الملک امیر خاں میں تھا وہ بھی قبضہ حکومت محمد خاں میں آگیا تھا۔ شمشیر خاں چیلہ کے قبضہ میں کچھ دنوں قبل موسی نگر و بلور اکبر پور شاہ پور و قنوج بھی رہے تھے۔ ایک مرتبہ ابوالمنصور خاں صفدر جنگ فیض آباد سے دہلی کو جاتے ہوئے پاپا ستو گھاٹ واقع پرگنہ بلور سے گنگا اُترے۔ شمشیر خاں نے کہا کہ جبتک اُس نقصان کی بابت جو فصلوں کو پہنچا ہے معاوضہ نہ دیا جاوے تب تک میری حدود ریاست میں صفدر جنگ کے خیمے کھڑے نہوں یہ حکم شمشیر خاں کا صفدر جنگ کو بہت ناگوار گذرا اُس نے فوراً اس مضمون کا خط لکھکر فرخ آباد کو نواب محمد خاں کے پاس بھیجا

"نواب نامدار سلامت۔ شمشیر خود را درمیان بکن وگرنہ آب بخواہد ماند"

محمد خاں نے جواب ترکی بہ ترکی لکھا کہ "نواب نامدار سلامت۔ این شمشیر مرداں در معرکہ میدان بے غلاف چشیدہ بمیان نمی آید" صفدر جنگ نے یہ جواب پاکر شمشیر خاں سے مقابلہ کرنا چاہا لیکن اُس کے مشیروں نے رائے نہ دی اور کہا کہ بادشاہ کی ناخوشی کا سبب ہوگا۔ اور نیز آپ فتحیاب ہوئے تو مشہور ہوگا کہ ایک چیلہ سے لڑے تھے اور اگر شکست ہوئی تو ہمیشہ کے

بدنامی کلداغ رہیگا۔ چنانچہ وہ وہاں سے دہلی کو روانہ ہوگیا۔ شمشیر خاں کے اشارہ سے راہ میں اُسکی فوج کا اسباب لوٹ لیا گیا۔ اسیوجہ سے لکھنؤ کے حکام محمد خاں کے خاندان سے ملال رکھتے تھے اور شمشیر خاں کی مُہر پر یہ الفاظ کندہ تھے یگذارای محمد آب شمشیر۔ بعد وفات قایم خاں کے جو جھگڑے ہوئے اُن میں شمشیر خاں بھی شریک تھا۔ اور وہ منجملہ اُن پانچ چیلوں کے تھا جو گرفتار ہو کر دہلی بھیجے گئے تھے ۱۷۵۰ء میں شمشیر خاں دہلی میں مارا گیا۔ اُس کے پانچ بیٹے تھے۔

حسن علیخاں۔ رحم علیخاں۔ عمر علیخاں۔ کاظم علیخاں۔ رسول علیخاں۔
اُس نے ایک قصبہ شمشیر گنج اپنے نام سے بیور ضلع مین پوری میں آباد کیا۔

حالات حکومت افاغنہ روہیلہ

بعد شاہ جہان بادشاہ کے بعہد عالمگیر حکومت سرکار سنبھل و بریلی و بدایوں کی نواب عظمت اللہ خاں کو سپرد ہوئی تھی۔ اور یہ نواب خلف الصدق مولوی عصمت اللہ خاں بنیرہ عبید اللہ فاروقی لکھنوی کے تھے۔

اس خاندان میں حکومت عہد عالمگیر سے تا زمان محمد شاہ بادشاہ رہی۔ افاغنہ روہیلہ جو کوہستان شمالی کابل و نیتنا پور کے رہنے والے تھے وہ مدت سے ان اطراف و جوانب یعنی سرکار سنبھل و بدایوں میں آکر ملازمت زمینداران میں رہا کرتے تھے اور زر کثیر اور جم غفیر رکھتے تھے۔ القصہ بزمانہ حکومت نواب عظمت اللہ خاں میں افاغنہ

ملازمت نواب میں تھے - روہیلہ افغانان کا شجرہ اس طرح ہے -

شجرہ

سورث اعلےٰ شہاب الدین خاں

ابن
شاہ عالم خاں
حافظ الملک رحمت خاں

متبنے
داؤد خاں
متبنے
نواب علی محمد خاں

ابن
حسن خاں
نواب دوندے خاں
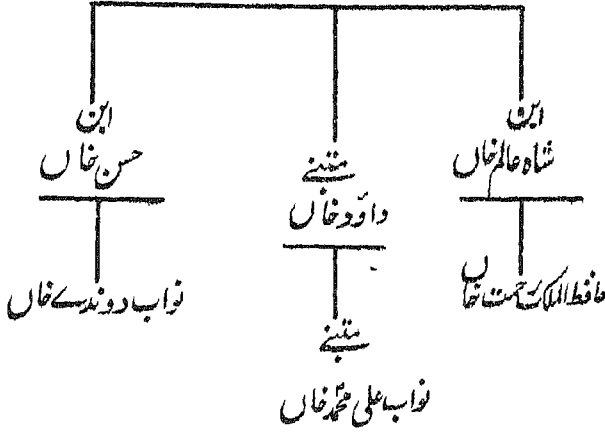
پس ناظرین پر واضح رہے کہ داؤد خاں متبنے شہاب الدین خاں کا تھا مگر اکثر اہل تواریخ نے اسکو متبنے شاہ عالم خاں پسر شہاب الدین خاں کا لکھا ہے - ہمارے نزدیک یہ کوئی اختلاف نہیں کیونکہ زمانہ ہر دو کا واحد ہے - اس لئے ملک کٹھیر میں آکر ملازمت راجہ کمایوں کی اختیار کی اسکے پاس واسطے پناہ و امن و راحت غول افاغنہ نے جنکو الوش کہتے ہیں بوجہ دباؤ نادری آنا شروع کیا اور ملک کو حسب عادت غارت گری سے تباہ کرکے روپیہ جمع کیا - چنانچہ داؤد خاں ایک جماعت کثیر کا سردار ہو گیا - اسکا متبنے نواب علی محمد خاں تھا اکثر تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ مولد اسکا موضع پانکولی واقع قصبہ کا بہمر توابع سرکار سنبھل تھا اور وطن سکنی اسکا موضع

بیولی تابع سرکار بدایوں تھا جو متصل بسولی پرگنہ ستاسی ہے۔
خدا کی قدرت ہے کہ اس لڑکے کو جو بہت کم سن تھا مگر اس کے چہرہ سے
آثار کیاست وجلادت نمایاں تھے اور مصداق اس شعر کے تھا۔ شعر
بالائے سرش ز ہوشمندی ٭ می تافت ستارۂ بلندی
داؤد خاں نے جسکی جاگیر میں چند دیہات پرگنہ ستاسی کے تھے اور اُسنے
ترقی حاصل کی تھی۔ اپنی تبنیت میں لیکر پرورش کیا اور علی محمد خاں نام
رکھا۔ اکثر مورخوں نے علی محمد خاں کو نومسلم لکھا ہے۔ مگر نواب کلب علیخاں
بہادر مرحوم ومغفور جنت آشیاں والیٔ ریاست رام پور نے جو اُسکی
اولاد میں تھے۔ اپنی کتاب میں سادات سے اسکا نسب ملایا ہے۔ واللہ
اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب۔
داود خاں برخلاف نواب عظمت اللہ خاں کے راجہ کمایوں کا ملازم ہوا
جب نواب موصوف نے مراد آباد سے واسطے گوشمالی راجہ کمایوں کے
عزم کرکے کاشی پور ورودرپور میں جو دامن کوہ میں علداری راجہ مذکور میں
واقع تھے لشکر پہونچایا اور لڑائی شروع ہوئی اُسوقت داؤد خاں وغیرہ
جمعداران قوم افاغنہ تاب مقاومت نہ لائے اور بھاگے راجہ نے یہ یقین
کیا کہ یہ لوگ نواب موصوف سے سازش کر گئے ہیں پس اُس نے مکروحیلہ
سے داؤد خاں کو مع ہمراہیوں کے بلائے کو طلب کیا اور دھوکے سے داؤد خاں
کو مع ہمراہیان کے مار ڈالا۔ علی محمد خاں اس عرصہ میں جو فوج وجمعیت داؤد خاں
اور دیگر پٹھانوں کی دامن کوہ میں باقی رہی تھی اُسکو اپنے ہمراہ لیکر نواب

عظمت اللہ خاں کی خدمت میں حاضر ہوا اور ملازمت نواب موصوف کی
اختیار کی۔ نواب نے بطور فرزند کے اُسکے ساتھ شفقت فرمائی اور ہر روز
اُسکا درجہ بڑھایا۔ کچھ عرصہ تک نواب موصوف کے ہمراہ رہا اور ہر روز اُسکی
ترقی ہوتی جاتی تھی اور افاغنہ کثرت سے اُس کے مطیع ہوتے جاتے تھے چنانچہ
اُس کے پاس اسباب امارت مہیا ہوگیا تو بعد ایک مدت حکومت پرگنہ
آنولہ وغیرہ منجانب عظمت اللہ خاں نواب علی محمد خاں کے سپرد ہوئی۔
جب نواب موصوف کا انتقال ہوگیا تو احمد خاں ہردی کو سرکار مراد آباد کی
حکومت تفویض ہوئی۔ اُسوقت بھی عامل موصوف کی طرف سے حکومت
پرگنہ جات آنولہ وغیرہ علی محمد خاں کی بحال رہی۔ رفتہ رفتہ چھوٹے چھوٹے
جاگیردار جو پرگنہ آنولہ وغیرہ میں تھے اُنکی املاک پر علی محمد خاں متصرف ہوا۔
اور آنولہ کو اپنا مسکن کیا دے۔ قدرے قلیل روپیہ جاگیرداروں کو دیتا تھا۔ تھوڑے
عرصہ میں بوجہ بدانتظامی سلطنت دہلی کی بہت سی سپاہ افاغنہ وغیرہ علی محمد خاں
کے پاس جمع ہوئی۔ اس عرصہ میں جب نادرشاہ بادشاہ ہندوستان پر
حملہ آور ہوا اور بعد فتوحات واپس گیا اُسوقت حکومت فوجداری مراد آباد منجانب
بادشاہ ہرنند نامی کے متعلق تھی۔ اُس نے چاہا کہ علی محمد خاں کی جمعیت کو پریشان
کرکے اُس کے اقتدار حکومت کو گھٹائے تو اولاً علی محمد خاں نے پیغام صلح
دیکر بہت کچھ عاجزی کی۔ چونکہ ہرنند کا پیغام اجل قریب تھا اُس نے غرور
و نخوت سے سخن صلح کو نہ سُنا۔ آخرالامر علی محمد خاں علی الصباح جنگ کے
لیئے ہرنند کے لشکر پر بمقام پرگنہ بلاری کنارہ دریائے ارل جا گرا چونکہ ہرنند

خواب غفلت میں تھا۔ علی محمد خاں نے ہرنند کو مع اُسکے ابیر کے دیرۂ خیمہ پر
قتل کیا۔ اور تمام لشکر اُس کا تباہ و غارت ہوگیا۔ دلیر خاں اور عبد النبی خاں
جو فوجدار بریلی کے تھے اور ہرنند کی کمک کو آئے تھے اُنہوں نے بڑی
مردانگی سے مقابلہ کیا اور علی محمد خاں کے لشکر سے بہت لوگوں کو مارا آخرش
یہ ہر دو بھائی اس معرکہ میں جاں بحق ہوئے۔ اب علی محمد خاں کو یہ فتح غیر مترقبہ
حاصل ہوئی۔ اُس کی شوکت و عظمت المضاعف ہوگئی اور تھوڑے دنوں میں
اس نے تمام اطراف و جوانب کو از سنگ تا بہ گنگ یعنی کوہ ہمالیہ سے لیکر
تا دریائے گنگ اپنے قبضہ قدرت میں کر لیا۔ اور تمام زمینداروں کو جو
دامن کوہ میں تھے برباد کر کے اور بتخانوں کو شکست کر کے اسلام کو شائع
کیا اور بہت سی مساجد و مدارس و خانقاہیں تعمیر کرائیں۔ اور ہر چہار طرف
سے گروہ علما و فقرا و صلحا وغیرہ اس کے پاس حاضر آتے اور پرورش و جاگیر پاتے
تھے۔ چنانچہ سب ملک کٹھیر اسکے قبضہ میں آگیا تب منجانب محمد شاہ بادشاہ کے
علی محمد خاں کو منصب ششش ہزاری اور خطاب نوابی و نقارہ عطا ہوا۔ اسوقت
تمام سرداران شاہی اور دیگر زمینداران اطراف و جوانب کو رشک و حسد
اُسکے جاہ و مرتبہ پر ہوا اور سب امرا اُسکے زوال امارت کی فکر میں رہتے
تھے لیکن کوئی تدبیر کارگر نہوتی تھی۔ آخر سال بست و ہفتم جلوس محمد شاہ
بادشاہ میں بہ تحریک نواب ابو المنصور خاں صفدر جنگ کے محمد شاہ بادشاہ
خود روہیلوں کو اخراج کرنے کی غرض سے روانہ ہوا اور دریائے گنگ
کو رام گھاٹ سے عبور کر کے قصبہ تندہ میں پہونچا اور علی محمد خاں اپنے مقام

آنولہ کو چھوڑ کر قلعہ بن گڑھ میں جو بدایوں سے چار یا پانچ کوس ہے مقیم ہوئے اس مہم میں وزیر اعظم قمر الدین خاں چین بہادر بھی بادشاہ کے ہمراہ تھا وہ صفدر جنگ کی کارروائی سے ناخوش تھا اور علی محمد خاں کا طرفدار تھا اور اس لڑائی میں امرا نامدار وزیر الملک نواب قمر الدین خاں اور نواب صفدر جنگ و نواب امیر خاں و نواب قایم خاں بنگش والی فرخ آباد لشکر شاہی کے ہمراہ تھے اور نواب فصیح الدین خاں عرف فصیح اللہ خاں مرحوم پردادا مؤلف رسالہ ہذا بھی جو منصب دوہزاری اور پانصد سواری کے تھے اس موقعہ پر بادشاہ کے ہمراہ دہلی سے اپنے وطن بدایوں کو تشریف لائے تھے۔ بدایوں پہونچکر امرائے موصوف معہ لشکر شاہی سوت ندی کے کنارہ پر خیمہ زن ہوئے اور علی محمد خاں سے مقابلہ ہوا نواب علی محمد خاں چندروز تک مقام بن گڑھ میں قلعہ بند رہے لیکن برابر توپ گولہ سے لڑتے رہے۔

آخرش پیام صلح کا نواب موصوف نے بھیجا اور وزیر الملک قمر الدین خاں چین بہادر نے اس کی سفارش کی اگرچہ نواب ابو المنصور خاں صفدر جنگ نہیں چاہتا تھا کہ علی محمد خاں کی خطا معاف ہو لیکن بادشاہ کو خاطر وزیر اعظم کی منظور تھی وزیر اعظم قمر الدین خاں چین بہادر نے علی محمد خاں کو اپنے ساتھ بادشاہ کے روبرو رومال سے ہاتھ باندھکر پیش کیا اور عفو تقصیر چاہی۔ بادشاہ نے قصور معاف کر کے بہت مہربانی فرمائی اور اپنے ہمراہ علی محمد خاں کو دہلی لے گیا اور اس ملک کی صوبہ داری پر نواب معین الدین خاں و فرید الدین خاں پسران نواب عظمت اللہ خاں مراد آبادی کو مقرر کیا

اس عرصہ میں کھیم کرن راجپوت جوکہ سرگروہ باغیان ملک کٹھر کا تھا بدر الاسلام خاں پسر نور الدین خاں گوپاموی کے ہاتھ سے جو بعہد معین الدین خاں ناظم بریلی کا ہوا تھا مارا گیا۔ القصہ جب بادشاہ دہلی پہونچا تو اُس نے بوجہ سفارش وزیر قمر الدین خاں کے نواب علی محمد خاں کو حاکم سرہند کرکے روانہ کیا۔ نواب ممدوح نے سرہند پہونچکر بہت سے مفسدوں کو تہ تیغ کیا اور بہت سی جمعیت فراہم کی اس زمانہ میں احمد شاہ دُرّانی ولایت افغانستان سے جانب سرہند پہونچا اور اُس نے اس نواح کو ویران کرکے قتل عام سرہند تک کیا۔ بادشاہ نے مصلحت وقت سے یہ خیال کرکے کہ افاغنہ باہم متفق نہوں علی محمد خاں کو سرہند سے دوسرے صوبہ کو بھیجدیا تھا۔ علی محمد خاں نے موقعہ پاکر اپنی پرانی ریاست آنولہ کی طرف رُخ کردیا اور سرہند پر احمد خاں دُرّانی سے اور فوج شاہی سے جو دہلی سے گئی تھی جسکے افسر قمر الدین خاں چین بہادر مع اپنے پسر میر منّو معین الملک اور نواب نظام الملک آصف جاہ صفدر جنگ کے تھے اور خود شاہزادہ احمد شاہ پسر محمد شاہ انکی ہمراہی میں موجود تھا متواتر لڑائیاں ہوئیں۔ چنانچہ بہت بڑی جنگ کے بعد اتفاقاً ایک روز جبکہ قمر الدین خاں بہادر بعد نماز مصلے پر بوجہ صدمہ گولہ مارا گیا۔ مگر اُس کے پسر معین الملک اور نواب آصف جاہ نظام الملک نے اُسی وقت ماہ ربیع الاول ۱۱۶۱ھ ایک سخت حملہ دُرّانی پر کیا جس میں احمد شاہ کو شکست ہوئی۔ مگر شاہ اپنے ساتھ وقت واپسی علی محمد خاں کے دو پسران مسمی عبد اللہ خاں و فیض اللہ خاں کو قندہار لیتا چلا گیا

اب یہاں علی محمد خاں نے سمجھا کہ لڑکے جو ضمانت میں قید تھے وہ بھی نکل گئے
پس اس نے سرچہار طرف اپنا سکہ جمانا اور ملک دبانا شروع کیا۔

اس اثنا میں محمد شاہ بادشاہ کا انتقال ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ میں ہوگیا۔ تب
نواب علی محمد خاں بفراغت تمام ملک کٹھر کا حاکم بنگیا۔ اور کچھ عرصہ حکمرانی کرکے
آخر عازم عالم جاودانی ہوا۔ اس نے اپنے مرنے سے پیشتر حافظ الملک حافظ رحمت خاں
کو بلاکر اپنے پسران نابالغ سعد اللہ خاں و عبد اللہ خاں کو اُن کے سپرد کیا اور
چاہا کہ حافظ الملک کام کرے اور لڑکوں کی پرورش کرتا رہے لیکن حافظ الملک نے
علی محمد خاں کی پگڑی سعد اللہ خاں اُسکے پسر کے سر پر جو ہشت سالہ تھا اپنے
ہاتھ سے رکھی اور اُس کو سردار بنایا۔ اس ایام میں روہیلوں کی حکومت
ملک کٹھر میں بدستور قایم رہی۔ جب محمد شاہ کا انتقال ہوگیا تو ۱۱۶۱ھ میں علی محمد خاں
کے مرنے سے کچھ قبل وزارت نے بھی پلٹا کھایا احمد شاہ بجائے محمد شاہ تخت
نشین دہلی ہوا اور نواب منصور جنگ بہادر اُسکا وزیر مقرر ہوا۔ نواب موصوف
کو افاغنہ سے قلبی نفرت اور قدیم عداوت تھی اُس نے واسطے استیصال اس
قوم کے یہ تدبیر سوچی کہ بنگش کو روہیلہ سے لڑانا چاہیئے ایک فرمان منجانب
بادشاہ بنام نواب قایم خاں پسر نواب محمد خاں بنگش متوفی کے بمقام فرخ آباد
بھیجا کہ تمکو حکومت ملک کٹھر عطا کیجاتی ہے تم روہیلہ افغانوں کو اس ملک کی
حکومت سے علیحدہ کرو اگرچہ قایم خاں دلسے اپنے ہم قوم پٹھانوں سے لڑنا
نہیں چاہتا تھا۔ مگر محمود خاں آفریدی نے جو مدار المہام ریاست نواب بنگش
کا تھا قایم خاں کو رائے دی کہ حکومت کٹھر ہاتھ میں لیجیئے اور روہیلوں کو نکالدیجیئے

اُس کے مشورہ سے نواب موصوف نے معظم خاں برادر محمود خاں موصوف کو
بطور نیابت روانہ آنولہ کو کیا۔

معظم خاں نے حافظ الملک حافظ رحمت خاں سے یہ پیغام نواب بنگش کا
پہونچایا کہ تم حکومت ملک کٹھیر سے دست بردار ہو جاؤ اور ہم اپنی طرف سے
شحنہ وغیرہ مقرر کرینگے اُسوقت حافظ رحمت خاں نے بمشورہ بخشی سردار خاں
و فتح خاں خانساماں و نواب دوندے خاں یہ مناسب سمجھا کہ منجانب بیوہ
علی محمد خاں ایک ملتمسہ نواب قایم خاں کو بھیجا جاوے اور سید احمد خاں المشہور
شاہ جیو میاں جو اولاد سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ مشہور بہ پیر بابا سے تھے
مع تین چار علماء وقت کے بطور سفارش اُس ملتمسہ کے ہمراہ جائیں اور معذرت
و الحاح واسطے چھوڑ دینے ملک کٹھیر کے کریں تاریخ فرخ آباد میں لکھا ہے کہ
سید صاحب موصوف نے قایم خاں کے روبرو یہ امر ظاہر کیا کہ ہم سید آل نبی
ہیں آپ ہماری وجہ سے بیوہ علی محمد خاں اور نابالغ لڑکوں پر حملہ نہ کیجیے اور ملک
اُن کا نہ لیجیے اور چادر اُس بیوہ کے پاؤں پر رکھی نواب قایم خاں نے یہ جواب
دیا کہ بخشی محمود خاں سے کہا کیجیے اُس کی جو رائے ہو گی عمل کیا جائیگا۔ جب
سید ممدوح مع علما کے بخشی محمود خاں کے پاس گئے اور اُس سے بھی پیغام
کہا تو اُس نے جواب سخت متکبرانہ دیا کہ تم فقیر اور عالم لوگ ہو معاملات ریاست
سے تمکو کچھ واسطہ نہیں

الغرض سید موصوف کمال غصہ سے بے نیل مرام واپس آئے اور انہوں نے
آنولہ پہونچکر حافظ الملک وغیرہ سے کہا کہ اب تم سامان جنگ کرو اللہ چاہیگا تو فتح پا

ہوگئے کیونکہ اتمام حجت ہو چکی۔ اُسوقت روہیلے خدا کا نام لیکر مع اپنی جمعیت قلیل کے آنولہ سے بدایوں کو چلے قایم خاں کے ہمراہ ساٹھ ہزار سوار اور پیدل بیشمار اور چار سو ہاتھی لائق کارزار تھے۔ اور موضع دونری[1] نزد تم اپور میں جو ملحق موضع رسول پور کے ہے اور شہر بدایوں سے تین میل جانب شرق وجنوب واقع ہی دونوں لشکر مقابل ہوئے۔ افغانان روہیلہ نے ایک خندق دریائے سوت کے کنارہ سے جنوباً وشمالاً کھودی جو متصل موضع سمہ[2] پا کے واقع تھی اس مقام پر دو جانب سے فوجوں نے مورچے جمائے۔ روہیلوں کا میمنہ اول دوندی خاں ولد حسن خاں کا تھا اور میمنہ ومیسرہ میں بخشی سردار خاں و فتح خاں خانساماں کے مورچے تھے اور قلب میں حافظ الملک حافظ رحمت خاں مع اپنے سپاہ کے صف آرا ہوئے آخر میں نواب سعد اللہ خاں پسر علی محمد خاں جو ہنوز طفل ناتجربہ کار تھا مع کسیقدر فوج جرار کے مستعد کارزار ہوا۔ اور اس فوج روہیلہ میں عبدالستار ولد صید خاں و سید احمد و سید معصوم خلف شاہ جیو میاں بطور رسالداران کے شامل جنگ تھے۔ دوسری جانب سے خود نواب قایم خاں اور بخشی محمود خاں اور اُسکا بھائی معظم خاں اور شجاعت خاں غلزئی وغیرہ قریب دوسو سرداران نامی گرامی اقوام بنگش وآفریدی وٹھاکران وقوم مرہٹہ سے جنگ کا اشتغال دے رہے تھے۔ روہیلوں نے

[1] یہ موضع پہلے ٹھاکروں کی زمینداری میں تھا اب کاتب الحروف کی زمینداری میں ہی صرف چوتھا حصہ منجملہ بست بسوہ کے ٹھاکروں کے پاس ہی [2] یہ موضع نصف القبضہ برادر کاتب الحروف محمد رشید الدین کے قبضہ میں ہی

کمینگاہ میں یعنی خندق میں اپنے آپ کو مخفی کر رکھا تھا۔ اور بعض باغ کلاں میں جو دونری نزد تمہ پور مذکور الصدر میں تھا درختوں پر بندوقیں لیکر گھات میں بیٹھے تھے۔

بتاریخ ۲۳ نومبر ۱۸۵۷ء قریب چار گھڑی دن چڑھے فوج بنگش نے بسرداری محمود خاں حملہ کیا اور اولاً ہر دو جانب سے توپ چلنا شروع ہوئی اور گولے برابر فوج پر گرنے لگے۔ ہر دو جانب کی افواج پنجۂ اجل میں گرفتار ہونا شروع ہوئیں۔ اسی اثنا میں محمود خاں نے حملہ کر دیا دوندے خاں دلیرانہ طور سے باوجود جمعیت قلیل کے ثابت قدمی ظاہر کرکے رزمگاہ میں فوج مخالف سے جنگ کرتا رہا اور آخرکار اپنے گھوڑے سے اُتر کر پیدل مقابلہ کیا اور اب نوبت شمشیر و خنجر کی دست بدست پہونچی اُسوقت بعض ہمراہیان دوندے خاں نے بزدلی و بے ہمتی ظاہر کرکے بھاگنا شروع کیا۔ اور بعض نے جنگ میں نام آوری حاصل کی قریب تھا کہ دوندے خاں کو شکست ہو اور بنگش مورچہ پر قابض ہو فوراً قلب سے حافظ الملک دوندے خاں کی کمک پر پہونچے اور اُس طرف سے شجاعت خاں غلزی اور معظم خاں برادر محمود خاں مقابل ہوئے اور محمود خاں کی مدد کو پہونچے۔

ہزارہا آدمی تھوڑے سے عرصہ میں جانبین کے تہ تیغ بیدریغ ہوئے۔ بخشی سردار خاں نے فوراً اپنی جمعیت سے حملہ فوج بنگش پر کیا۔ تب قایم خاں نے بنفس نفیس جمعیت کثیر کے ساتھ مع ڈھائی سو فیل سوار کے جنہیں جزایل وقرابین تھیں دفعتاً دو پیادوں پر حملہ کیا اُسوقت کشتوں کے پشتے لگ گئے۔

اسی چپقلش میں معظم خاں برادر محمود خاں قایم خاں سے علیحدہ ہوکر سعد اللہ خاں کی گرفتاری کے لیے بڑھا - اُسوقت سعد اللہ خاں کے پاس بہت تھوڑی جمعیت تھی جو اُس کے محافظ تھے اُن میں سے بعض مفرور تھے اور بعض مصروف جنگ تھے معظم خاں نے اپنا ہاتھی بڑھاکر سعد اللہ خاں کے ہاتھی کے برابر کیا اور چند مرتبہ پٹکا بطور کمند کے سعد اللہ خاں کی طرف پھینکا سید حسن شاہ نے بدفعات ضرب شمشیر سے اُس کو روکا - لیکن معظم خاں کے جسم پر بوجہ زرہ بکتر کے کچھ اثر نہ ہوا آخرش سید حسن شاہ کے دو زخم معظم خاں کے ہاتھ سے لگے جب سید موصوف زخمی ہوتے اور انہوں نے دیکھا کہ تلوار کام نہیں دیتی تو ایک ہندو پیادہ سے جو ہاتھی کے قریب سعد اللہ خاں کے تفنگ لیئے تماشا دیکھ رہا تھا سید موصوف نے بآواز بلند کہا کہ "بزن" اُس پیادہ نے بندوق سر کی اتفاقاً گولی سینہ پر لگی معظم خاں فوراً جاں بحق ہوا -

سعد اللہ خاں اُس کی گرفتاری سے رہا ہوا - ادہر حافظ الملک اور فتح خاں خانساماں سے بخشی محمود خاں و شجاعت خاں نمازی و غیرہ سرداران بنگش سے مقابلہ سخت و کشت خون کلہ بکلہ ہو رہا تھا -

بخشی سردار خاں جو عقب حافظ الملک کے تھے ایک باجرہ کے کھیت میں قریب تین ہزار آدمی کے لیکر کمینگاہ میں بیٹھے قایم خاں جسوقت بہ نفس نفیس مع فوج کثیر و فیلان بیشمار کے بطور یلغار حافظ الملک پر پہونچا اُسوقت حافظ رحمت خاں نے جنگ گریزانہ روئے حکمت عملی شروع کی حتےٰ کہ قایم خاں فرط نخوت سے بڑہتا ہوا اُس کھیت باجرہ میں گھس گیا کہ دفعتاً بخشی سردار خاں

سے بندوقوں کی سخت باڑھ ماری اور باغ کے درختوں پر سے۔ روہیلوں نے
گولیاں برسانا شروع کیں۔ عجب ہنگامہ رستخیز تھا کہ آسمان سے گولیاں برس
رہی تھیں اور زمین سے آتش فشانی ہورہی تھی لوگ بیان کرتے ہیں کہ
ایسا معرکہ کارزار شاید کبھی وقت میں ہوا ہو کہ ہزار ہا کشتوں کے پشتے لگے
ہوئے تھے۔ اور ہاتھیوں پر سے فیل سوار زمین پر صدہا گرتے تھے۔ ناگاہ
ایک گولی سردار فوج بنگش نواب قایم خاں کے لگی اور فوراً سردار موصوف
راہی ملک بقا ہوا۔ اب بنگش کی فوج میں بوجہ انتقال نواب کے درہمی
برہمی ہوگئی محمود خاں بھی زخمی ہوا۔ آخر اسی زخم کی وجہ سے وہ بھی عرصہ قلیل میں
فوت ہوگیا۔ حتیٰ کہ بنگش کی فوج پر شکست ظاہر ہوئی اور تمام اسباب
مع فیلان کوہ تمثال و اسباب پری مثال قبضہ میں نواب دوندے خاں
و حافظ الملک کے آیا۔ اور فوج بنگش بھاگی اور روہیلوں نے اُن کا
تعاقب کیا چنانچہ وہ دریائے سوت سے اُتر کر فرخ آباد بھاگ گئے جس ہاتھی کی
عماری میں قایم خاں کی نعش تھی اُس فیلبان نے بہت جرأت سے ہاتھی کو
بھگا کر اپنے سردار کی نعش کو نکال لیجانا چاہا مگر بوجہ زخمی ہونے ہاتھی کے آگے
نہ لیجا سکا۔ اس طرف کی روہیلہ فوج نے فیلبان کو مارنا چاہا فیلبان جان کے
خوف سے نیچے اُتر پڑا اور بھاگا دو جوان اُس فیلبان کے پیچھے دوڑے اور
ایک سپاہی نے ہاتھی کی مستک پر نیزہ لگا کر کھڑا کیا فیلبان گرفتار ہوا اُسنے
کہا کہ میرے مارنے اور پکڑنے سے کیا فائدہ۔ جس ہاتھی پر سے میں اُترا ہوں
اُس کی عماری میں نواب قایم خان کی نعش ہے۔ چنانچہ فیلبان کو قتل نہ کیا

اور یہ خبر سردار فوج حافظ الملک کو پہونچائی - فوراً حافظ الملک و دوندے خاں وغیرہ اُس ہاتھی کے قریب آئے اور دیکھا کہ ایک خواصی میں اُس ہاتھی پر قایم خاں کی نعش لیئے بیٹھا ہے مگر زخمی ہے - اُس کو وہاں سے نکلا اُسوقت تک قایم خاں کے سانس بھی ایک سپاہی نے اُس خواص کو بھی زخم شمشیر لگایا اور قایم خاں کا سر کاٹ کر سکرات موت سے نجات دی سر علیحدہ کر کے نعش کو نیچے ڈالدیا مالائے مروارید اور خنجر و شمشیر مرصع جو نہایت بیش قیمت تھے وہ سپاہی ہاتھی پر سے اُتر آ اور اپنے دوسرے رفیق کو جو نیچے کھڑا تھا دیا ہر دو نے مساوی حصہ کرنے کا وعدہ کیا اور یہ کہا کہ کسی سے قایم خاں کا مرنا ظاہر نہ کرو ورنہ ہم سے یہ اشیاء نواب لے لیگا - اسی اثنا میں شجاعت خاں غلزئی نے جب قایم خاں کا مارا جانا دیکھا تو اُس نے بجز اسکے کوئی چارہ نہ دیکھا کہ حافظ الملک کو سوار کیا و دینے آیا - دوندے خاں کے لشکر کے ایک سپاہی نے ایک بندوق اُس کے سینہ پر لگائی وہ ہاتھی سے نیچے گر پڑا - اور سرمست خاں ورک زئی بھی پناہ کے واسطے آرہا تھا کہ ایک سپاہی نے اُس کو مارنا چاہا حافظ الملک کی نگاہ جب اُسپر پڑی فوراً آپ سپاہیوں کو ڈانٹ کر کہا کہ خبردار اسکو نہ مارنا صحیح سالم ہمارے پاس لاؤ چنانچہ وہ جان سے بچ گیا باقی عمر اُس نے حافظ رحمت خاں کی ملازمت میں بسر کی -

معظم خاں و اعظم خاں و صلابت خاں و جلال خاں مع دیگر سرداران آفریدی اور محمود خاں بخشی عبد النبی خاں برادر نواب قایم خاں اور ہادی داد خاں و بہادر خاں و فرید خاں اور پسران نواب محمد خاں کے بعد دیگرے اور شیخ رحمت اللہ

اور افغانان دیگر مثل سنگل خاں دستے نگری و معظم خاں دریا بادی و خضر خاں اپنی
و خان بہادر خاں خواجہ سرا و رستم خاں چیلہ و کمال خاں چیلہ و روشن امام
و ابو الفضل امام و شجاعت خاں غلزئی یہ سب کے سب میدان جنگ میں بحالت
چپقلش و کشمکش مارے گئے اور زخمیوں اور مفروریں کا شمار نہیں مشاہیر
مفروریں و مجروحین میں نواب احمد خاں اور اُسکا پسر محمود خاں اور حسین خاں
و فخر الدین خاں و اسمعیل خاں و امام خاں و کریم داد خاں تھے جو قایم خاں کے
بھائی تھے اور شمشیر خاں و مقیم خاں و اسلام خاں جو چیلے تھے بحالت خستگی
و مجروحی فرار ہوئے۔ راجہ ہند و سنگھ و گنگا سنگھ و کسل سنگھ اور سردار ان
بیرٹھے کالپی کو عین جنگ میں منہ پھیر کر گریزاں ہوئے۔ اس لڑائی میں علاوہ
اشخاص مذکورہ بالا جو قتل ہوئے سرداران مفصلہ ذیل بزدلی سے اپنی اپنی
جان لیکر بھاگے منجملہ اُن کے راجہ ہند و سنگھ سجدئی کا۔ اور گنگا سنگھ شوراج پور
کا جو ضلع کانپور میں ہیں اور کشن سنگھ راجہ ارُدو کا جو ضلع اٹاوہ میں ہے تھے
یہ لڑائی ۲۲ر نومبر ۱۷۴۸ء کی صبح سے شروع ہوئی تھی اور شام کو ختم ہوئی۔
حافظ الملک حافظ رحمت خاں نے قایم خاں کی نعش بہت عزت کے ساتھ
فرخ آباد بھیجا دی۔ چنانچہ مقام حیات باغ میں نواب محمد خاں کی قبر کے قریب
مدفون ہوئے باقی حالات ان کے تاریخ فرخ آباد اور گزیٹیر فرخ آباد میں
مفصل مرقوم ہیں۔

قایم خاں مذہب سنّی رکھتا تھا اور پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کرتا اور ایک
سورۂ قرآن شریف کی روز اپنے ہاتھ سے لکھتا اور فن سپہ گری کا بہت شایق

تھا۔ نیزہ بازی میں مہارت کامل تھی اور توپ بھی اپنے ہاتھ سے عمدہ بنا لیتا تھا
ایک قسم کا چوبتہ قایم خانی ضلع فرخ آباد مقام قاسم گنج میں بناکرتا تھا وہ اسیکا
اختراعی تھا۔
الغرض بعد اس فتح کے تمام پرگنہ جات ضلع بدایوں کے جو گنگا کے اس طرف
تھے جنمیں بنگش کی عملداری تھی حافظ الملک کے قبضہ میں آ گئے۔ اب تمام ملک
کٹھیر یعنی روہیلکھنڈ پر قبضہ روہیلوں کا ہوگیا۔

بیان تقسیم ملک درمیان روہیلہ

اولاً فتح خاں خان ساماں گورنر بدایوں میں مقرر ہوا اس عرصہ میں فرخ آباد کو
صفدر جنگ نے بھی علاقہ اودہ میں شامل کر لیا تھا۔ مگر احمد خاں برادر قایم خاں
نے بعد بڑی جنگ وجدال کے پھر اپنا علاقہ واپس لیا اور صفدر جنگ کے افسروں
کو شکست دی پھر صفدر جنگ خانہ بنشا درجہ مجبور ہوا و پٹھانوں کی اطاعت
قبول کرنے پر عاجز ہوا اور مرہٹوں سے مدد طلب کی۔ اب ایک نیا جھگڑا شروع
ہوا جسکا ضلع بدایوں سے تعلق تھا یعنی سیندھیا اور ہلکر کی مدد اور جاٹوں کی
اعانت سے بہمراہی سورج مل جاٹ صفدر جنگ فرخ آباد تک جا پہونچا
تب احمد خاں بنگش اس خوفناک فوج کی آمد سنکر سعد اللہ خاں اور فتح خاں
کی مدد حاصل کرنے کو روہیلکھنڈ میں آیا۔ لیکن حافظ الملک اور دیگر سرداران
روہیلہ نے کچھ اُس کی مدد نہ کی اور فرخ آباد خالی پاکر صفدر جنگ نے ایک
رسالہ مرہٹوں کا دریائے گنگ تک بغرض قبضہ پل رام گھاٹ متصل اسلام پور

ضلع بدایوں روانہ کیا اور خود بھی اُس طرف چلا اور کئی روز تک اسد پور میں قیام کر کے اُس نے ایک تحریر سرداران روہیلہ کے نام اس مضمون سے روانہ کی کہ تین سال کا خراج شاہی بغیر کسی جواب دہی کے ادا کریں۔ روہیلہ مع احمد خاں کے شمال کی جانب چلے گئے۔ صفدر جنگ نے متصل اسلام نگر کے حملہ کیا جو تحصیل بسولی میں ہے۔

اُس وقت فوج روہیلہ اور بنگش بارہ ہزار سے زاید تھے۔ انہوں نے ایک سخت شکست ۱۷۵۱ء میں کھائی۔ حافظ رحمت خاں خوف زدہ ہمالیہ پہاڑ کی جانب روانہ ہوا۔ اُسی سال میں صفدر جنگ اور روہیلوں سے صلح ہو گئی یعنی سرداران روہیلہ نے دستاویزات ضمانت مشعر ادا کرنے خراج کے تحریر کر دیں صفدر جنگ نے وہ دستاویزات مرہٹوں کے حوالے کر دیں۔

دوسری مرتبہ احمد شاہ ابدالی نے جب پنجاب پر حملہ کیا۔ تو اُس نے بغرض اتحاد روہیلوں کے عبداللہ خاں اور فیض اللہ خاں پسران علی محمد خاں کو رہا کر کے جانب کٹھیر روانہ کیا اور لکھا کہ ان کو ان کے باپ کے ترکہ کی وراثت دیجاوے۔ حافظ الملک حافظ رحمت خاں اگرچہ اپنی اقتدار سے دست بردار ہونا خوشی سے نہیں چاہتے تھے مگر بنظر مصلحت وقت ۱۷۵۴ء میں اس طور سے ملک کٹھیر تقسیم کر دیا کہ جسکو ہم ذیل میں لکھتے ہیں

بریلی پیلی بھیت
رجپورہ۔ اسد پور۔ اسلام نگر۔ بسولی۔ ستاسی حافظ الملک کے بھائی دوندے خاں کے حصہ میں اور بدایوں واوسہت فتح خاں خانساماں کے حصہ میں اور اوجھیانی و سہسوان عبداللہ خاں پسر

علی محمد خاں کے حصہ میں اور پرگنہ کوٹ بخشی سردار خاں کو بصلہ اخراجات جنگ حال ملا اور سلیم پور۔ پیلی بھیت۔ بریلی حافظ رحمت خاں کے قبضہ میں رہے علاوہ اسکے خاص حکومت آنولہ کی بھی بسرپرستی بخشی سردار خاں کے فیض اللہ خاں نابالغ پسر علی محمد خاں کے قبضہ میں رہی۔

عبد اللہ خاں دوندے خاں و فتح خاں نے جنکا تعلق ضلع بدایوں سے تھا اپنی عمارات یادگار اپنے اپنے مقامات پر چھوڑیں۔

اب احمد شاہ بادشاہ اور نواب وزیر صفدر جنگ ۱۷۵۴ء میں فوت ہوگئے احمد شاہ کا جانشین دہلی میں عالمگیر ثانی اور نواب وزیر صفدر جنگ کا قایم مقام اسکا بیٹا شجاع الدولہ ہوا۔ ۱۷۵۵ء میں احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر مکرر حملہ کیا۔ اسکی واپسی پر روہیلکھنڈ مرہٹوں کے حملہ سے پامال ہوا لیکن خاص ضلع بدایوں پر ان حملوں کا کچھ اثر نہ پہونچا ۱۷۵۹ء میں تخت دہلی عالمگیر ثانی کے قتل سے خالی ہوگیا۔

پھر اسی سال میں حملہ چہارم احمد شاہ ابدالی کا ہوا۔ احمد شاہ ابدالی کی روہیلوں نے مدد کی حافظ الملک رحمت خاں اور دوندے خاں ایک اہم میں شریک تھے اس لیئے انکو بہت بڑی مدد فوج کی لیکر شامل ہونا پڑا اور روہیلوں نے ۱۷۶۱ء میں کوئی نام آوری خاص حاصل نہیں کی اس کے چھ ماہ کے بعد عبد اللہ خاں جو تارک الدنیا ہوگیا اوجہیانی میں بوجہ کاٹنے سانپ کے فوت ہوگیا اس کی جگہ اسکا بیٹا نصر اللہ خاں جانشین اوجہیانی میں ہوا پھر کئی سال تک کچھ حال بدایوں کا معلوم نہیں ہوتا الا اس عرصہ میں قحط شدید

نمودار ہوا پھر روہیلوں کی فوج نے بماتحتی حافظ الملک اور ہارکے انگریزوں
سے لڑکر میدان دواب میں شکست کھائی احمد خاں بنگش اور حافظ رحمت خاں
بدایوں اور اوسہت ہوکر دریائے گنگ کے کنارہ تا ورچوک تک پہونچے۔
لیکن کچھ خبر پاکر اپنا ارادہ پیش قدمی کا فسخ کیا اور کچھ روز تک سہسوان
میں قیام کیا۔ بعدہٗ دریا کے بائیں جانب کنارہ کنارہ روانہ ہوکر فتح گڈھ تک
پہونچ گئے۔ چونکہ دوندے خاں بمقام بسولی سنہ ۱۷۷۰ء میں فوت ہوگیا اب
روہیلوں کی قوت گھٹ گئی اور زوال کا وقت آیا۔

دوندے خاں کا مقبرہ بمقام بسولی بنا ہوا ہے دوندے خاں کے جانشین
اس کے بیٹے محب اللہ خاں اور فتح اللہ خاں بدایوں پر قابض ہوئے اور
مرہٹوں نے سارے ملک میں غارت گری شروع کی۔ حافظ رحمت خاں
و بخشی سردار خاں و فتح خاں خانساماں و فتح اللہ خاں و محب اللہ خاں
جانب شمال چلے گئے مگر سنہ ۱۷۷۲ء میں حافظ الملک نے ایک صلحنامہ نواب
شجاع الدولہ سے کیا جسکے ذریعہ سے یہ اقرار کیا کہ چار لاکھ روپیہ سالانہ خراج
ادا کرینگے بشرطیکہ شجاع الدولہ ان کی مدد کرے۔ اس صلحنامہ پر سر رابرٹ بارکر
کمانڈر انچیف فوج انگریزی کے دستخط تھے۔ بعد اس تحریر کے مرہٹوں نے
انحراف کیا۔ اب بخشی سردار خاں کا بھی انتقال ہو گیا اس کے جانشین
احمد خاں اور پیر محمد خاں اس کے پسر ہوئے۔ بڑے بیٹے احمد خاں نے جو بجائے
اپنے باپ کے بخشی ہوا اپنے چھوٹے بھائی پیر محمد خاں سے تنازع شروع
کیا۔ اور خیال کیا کہ حافظ رحمت خاں سے نجات ممکن نہیں پیر محمد خاں لیے

سامان جنگ کیا اور ادھر وکٹ دیہا پر قبضہ کر لیا یعنی پرگنہ اسد پور اور رچپورہ
لے لیا - تب حافظ رحمت خاں نے فتح خاں کو باغیوں کے مقابلہ کو بھیجا -
سیر محمد خاں نے شکست کھائی اور دریائے سوت کے کنارہ پہ قید کر لیا گیا۔
عنایت خاں حافظ الملک کے ایک بیٹے نے باپ سے بغاوت اختیار کی تھی
دھوکے سے باپ نے وعدہ معافی کا کرکے پرگنہ سلیم پور عطا کرنے کی امید
دلائی اور پھر اسکو قید کر لیا ۱۷۷۲ء میں اسکو جلاوطن کیا اب شجاع الدولہ
سے اور انگریزوں سے جو خلاف تھا وہ بذریعہ عہدنامہ جون ۱۷۷۲ء کے جاتا
رہا اور عہدنامہ مکمل ہوکر دستخط فریقین ہوگئے - اس کے بعد ایّام بارش میں
کس بیقدر کمی تھی اور مرہٹے دریائے گنگا کی جانب سے روہیلکھنڈ پہ حملہ
کرنے کی غرض سے بڑہے رام گھاٹ پہونچکر انہوں نے ایک پیغام حافظ الملک
کے پاس بغرض ادا کرنے کچھ روپیہ کے بھیجا جسکی بابت بیس برس پیشتر روہیلوں
نے دستاویزات نواب صفدر جنگ کے نام لکھی تھیں - یہ طلب فی الحقیقت
لڑائی کا مقدمہ تھا - اور پٹھانوں نے بھی ایسا ہی تصور کیا حافظ رحمت خاں
بسولی کو واسطے تہیہ سامان جنگ گئے اور بخشی احمد خاں کو بغرض روکنے
مرہٹوں کے رام گھاٹ پر روانہ کیا احمد خاں اسد پور کے پل کے پاس
روکا گیا اور مرہٹوں کے ایک رسالہ نے وقت عبور دریا کے اسپر حملہ کیا تب
احمد خاں نے بسولی سے مدد طلب کی - قبل اسکے کہ احمد خاں کو کچھ مدد پہونچے
مرہٹوں کی فوج کثیر نے احمد خاں کی فوج کو بے پا کیا اور احمد خاں نے مجبوراً
اطاعت قبول کی اب مرہٹے مرادآباد کی جانب بڑہے اور تمام ملک کو حسب بخواہ

لوٹنا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ایک بہت بڑا زبردست حریف اُن کے مقابل ہوا (یعنی انگریز) شجاع الدولہ نے اپنے دوست انگریزوں سے مدد چاہی ایک فوج بماتحتی سر رابرٹ پارکر اودھ میں پہونچے اور جب یہ خبر معلوم ہوئی کہ مرہٹے رام گھاٹ پر آگئے ہیں تو اودھ کی اور انگریزی افواج روہیلکھنڈ کی جانب روانہ ہوئیں۔ حدود پر پہونچکر انکو معلوم ہوا کہ احمد خاں نے ہلکر کی فوج کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ مرہٹوں کی فوج ایک وقت مناسب کے بماتحتی ویساجی پنڈت سے منتظر تھی۔ حافظ رحمت خاں ابتک بسولی میں مرہٹوں کے دفعیہ کی کوشش کر رہے تھے اور خراج کو ادا کرنے سے آپ کو بچا رہے تھے۔ انگریزی فوج مرہٹوں کی طاقت روکنے کو بڑھ رہی چار ہزار مرہٹہ سوار نے دریا کو سوم گھاٹ کے قریب عبور کر کے پانچ میل تک کنارہ کنارہ چلے آئے مگر انگریزی فوج کی آمد سُنکر وہ جنوب کی جانب ہٹے اور انگریزوں نے اسد پور تک اُن کا پیچھا کیا دریائے گنگ کے کنارہ متصل اسد پور کے انگریزوں پر مرہٹوں کی ایک فوج نے حملہ کیا۔ مگر انگریزوں کی توپوں نے بڑی مضبوطی سے جواب دیا اور مرہٹوں کو اپنا کیمپ ہٹانا پڑا۔ حافظ رحمت خاں نے حالت موجودہ دیکھکر شجاع الدولہ سے میل کر لیا اور اب یہ تجویز ہوئی کہ انگریز مرہٹوں کی فوج سے جو بماتحتی ویساجی تھے مقابلہ کریں اور شجاع الدولہ اور روہیلوں کی فوج ملکر ہلکر کا پیچھا کریں۔ سر رابرٹ پارکر کی فوج دریائے گنگ کو رام گھاٹ سے عبور کر کے آگے بڑھی مگر ویساجی نے لڑائی سے گریز کی اور بہت تیزی سے انگریزی فوج اُسی روز ضلع بدایوں میں پہونچی انہوں نے

دیکھا کہ جانبین میں تنازع خراج کے قصہ سے ہے (یعنی حافظ رحمت خاں اور شجاع الدولہ میں) شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خاں کی جنگ کا انتظار کیا اور خود جنرل پارکر نے ہلکر کو روہیلکھنڈ سے نکال دیا اور سنبھل کیجانب پہونچکر جنرل پارکر نے اس امر کی تکمیل کر دی کہ ہلکر کا لگاؤ تمام روہیلکھنڈ سے ۱۷۷۳ء میں جاتا رہا۔

روہیلوں کا زوال

کچھ عرصہ کے بعد فتح خاں خانساماں فوت ہوگیا۔ اُسکا بیٹا عظیم خاں پرگنہ جات بدایوں و اوسہت پر قابض ہوا فتح خاں مرحوم کے ہاتھی اور توپوں اور دیگر سامان پر باہم اولاد میں نزاع ہوا۔

ارشاد خاں آنولہ میں پہونچکر حافظ رحمت خاں کی مدد سے عظیم خاں سے نصف حصہ لیکر قابض ہوا بعد اسکے اپنے بھائی عظیم خاں کے ساتھ کچھ دنوں تک اچھا برتاؤ کرتا رہا بعدہٗ عظیم خاں کو علیحدہ کرکے اوسہت کی جانب کوچ کیا۔ اور تمام اسباب پر قبضہ کرلیا اور عظیم خاں فرار ہوگیا ارشاد خاں حاکم بدایوں و اوسہت ہوگیا۔ اور اپنے باپ کے لقب خانساماں سے اپنے آپ کو ملقب کیا۔ حافظ رحمت خاں سب روہیلوں میں معزز و دانشمند تھا روہیلوں کا سارا ملک نواب وزیر کے ملک سے متصل تھا اور مختلف حصوں میں منقسم تھا۔ ہر شخص علیحدہ علیحدہ حکمراں تھا ان سب کے پاس قریباً اسی ہزار سوار و پیادہ کے ہونگے جبتک ان میں اتفاق تھا سب رؤسا روہیلہ ملکر

دشمن کو روکتے تھے۔ سب سے پہلے روہیلوں میں ضابطہ خاں جاگیردار سہارنپور شکست کھاکر مرہٹوں کے ہاتھ سے مارا گیا اُسوقت سے روہیلے سمجھے کہ یہ آغاز ادبار کا ہے پھر سب نے متفق ہو کر یہ ارادہ کیا کہ شجاع الدولہ کو اپنا طرفدار بنا دیں۔ شجاع الدولہ بھی مرہٹوں سے خائف رہتا تھا شجاع الدولہ نے جنوری ۱۷۷۲ء میں جنرل رابرٹ بارکر سے جو الہ آباد کی راہ میں تھا ملنا چاہا۔ چنانچہ ۲۰ جنوری سنہ مذکور کو فیض آباد میں نواب شجاع الدولہ جنرل مذکور سے ملا۔ اور یہ مشورہ کیا کہ میں سخت مشکل میں ہوں اگر روہیلوں کو مرہٹوں نے روہیلکھنڈ سے نکال دیا تو ایک زبردست قوم سے سرحد ملجائے گی جس سے ہر وقت خوف رہیگا۔ اور اگر روہیلے مرہٹوں سے مل گئے تو میرا ملک ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ لہذا میں نے یہ سوچا ہے کہ سپاہ لیکر روہیلوں کی سرحد پر جاؤں اور وہاں کچھ اپنی سپاہ کا رعب داب دکھاکر حکمت عملی سے کچھ ملک روہیلوں سے واسطے نذر بادشاہ کے لوں اور کچھ ملک اپنی سرحد کی محافظت کے واسطے حاصل کر دوں اور کچھ زر نقد حاصل کرونگا۔ جس میں سے کچھ مرہٹوں کو دونگا تاکہ روہیلکھنڈ چھوڑکر چلے جاویں۔

اس کارروائی سے بادشاہ اور مرہٹے دونوں مجھسے خوش رہیں گے۔ مگر جبتک انگریز میرے ہمراہ نہوں گے روہیلے میرے قول کا اعتبار نہ کرینگے اور نہ میرا کہنا مانیں گے۔ جنرل موصوف نے گورنر جنرل کو شجاع الدولہ کے ارادہ سے اطلاع دی۔ ۱۳ فروری کو گورنر نے جواب دیا کہ درخواست شجاع الدولہ

کی منظور ہے۔ پھر شجاع الدولہ نے اپنے خطوط روہیلوں کے پاس بھیجے۔ روہیلوں کو اپنا ملک دینا تو پسند نہ آیا۔ مگر اس عرصہ میں جو عہد و پیمان کی گفتگو ہو رہی تھی مرہٹوں نے مراد آباد سے سنبھل و گنور ضلع بدایوں تک تاخت و تاراج کر دیا۔ اور ضابطہ خاں کے ملک پر تو پہلے ہی اُنکا قبضہ ہو چکا تھا۔ جنرل پارکر نے شجاع الدولہ سے کہا کہ روہیلوں کا ضعیف کرنا مرہٹوں کا قوی ہونا ہے۔ مگر شجاع الدولہ نے اسکا کچھ خیال نہ کیا۔ اور مرہٹوں سے عہد پیمان کی گفتگو شروع کر دی۔ جو شرائط نواب وزیر اور مرہٹوں کے درمیان ہوئیں وہ ایسی سخت تھیں کہ جنرل پارکر شنکر گھر آیا اور شجاع الدولہ کو لکھا کہ ان شرائط پر ہرگز صلح نہ کرنا چاہیئے۔ مرہٹے اُن میں کچھ اضافہ کرنا چاہتے تھے کہ اس عرصہ میں ایک چٹھی جنرل کے پاس آئی کہ کمیٹی کو معلوم ہوا ہے کہ برسات میں مرہٹے خود اپنے ملک کو واپس چلے جائیں گے اُن کو روپیہ دینا عبث ہے۔ غرض شجاع الدولہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی اور مرہٹوں نے اُس کے پیغام صلح کو قبول نہ کیا تو شجاع الدولہ نے روہیلوں سے مصالحت شروع کر دی۔

آخرش ایک عہد نامہ روبرو جنرل پارکر کے لکھا گیا جسمیں شجاع الدولہ اور روہیلوں میں یہ قرار پایا کہ وزیر تمام روہیلوں کے سرداروں کو اپنی اپنی ریاست پر بحال رکھیگا اور مرہٹوں کو صلح یا جنگ سے مجبور کریگا جو بالکل روہیلوں کے ملک سے نکل جاویں اسکے عوض میں روہیلوں کے سردار چالیس لاکھ روپیہ نواب وزیر کو اس طرح ادا کریں کہ جب نواب وزیر

شاہ آباد سے کوچ کر کے تمام اُن خاندانوں کو جو مرہٹوں کے ہاتھ سے
جنگلوں میں پھر رہے ہیں اُن کے گھروں میں آباد کر دے تو دس لاکھ
اُس کو دیا جاوے باقی تیس لاکھ روپیہ تین برس میں ادا کیا جائیگا۔
پہلا سال سنہ ۱۱۸۱ فصلی سے شروع ہوگا۔ سر رابرٹ بارکر نے سلیکٹ کمیٹی کو
۲۴ مارچ ۱۷۷۳ء کو چٹھی لکھی کہ میں حافظ رحمت خاں اور وزیر سے ملا میرے
روبرو تمام عہد و پیمان ہو کر حافظ رحمت خاں نے چالیس لاکھ روپیہ نواب وزیر
کو دینے کا وعدہ کیا کہ وہ مرہٹوں کو اُس کے ملک سے خارج کر دے اور
اُن کے تمام آوارہ گرد خاندان کو اُن کے گھروں میں آباد کریں۔ اور اسی رقم
چالیس لاکھ سے بیس لاکھ سرکار کمپنی کے ہاتھ آئیں گے اور شجاع الدولہ سے
یہ بھی ٹھہرایا ہے کہ اگر روہیلے اپنا ایفاء عہد نہ کریں تو وہ پچاس لاکھ
سرکار کمپنی کو اس بات کا دیگا کہ استعانت کر کے کٹھیر کے ملک پر نواب وزیر کو
قبضہ کرا دیں جو حافظ رحمت خاں کے ملک کے نام سے مشہور ہے اسپر سلیکٹ
کمیٹی نے ۱۳ اپریل ۱۷۷۳ء کو لکھا کہ بشرط ادا ہونے معاوضہ زر نقد کے اس بات
کو منظور کر لو کہ مرہٹوں کا اخراج روہیلوں کے ملک سے کر دیا جائے۔ اور دوسری
شرط شجاع الدولہ کی منظور نہ کرنا۔ یہ فقرہ گلستان رحمت مؤلفہ پسر حافظ
رحمت خاں مرحوم میں یوں درج ہے کہ مرہٹوں نے حافظ الملک سے
صلح اس شرط پر منظور کر لی کہ یہ لاکھ روپیہ اُن کو دیا جاوے اور اسکا ضامن
شجاع الدولہ ہو جاوے اور شجاع الدولہ نے اس شرط کو منظور کر کے تمسک
چالیس لاکھ روپیہ کا حافظ صاحب اور تمام سرداران روہیلہ سے لکھا لیا۔ تو مرہٹے

ملک کٹھیر کو چھوڑ کر چلے گئے۔ حافظ رحمت خاں بریلی میں آئے اور اپنے خزانہ سے پانچ لاکھ روپیہ شجاع الدولہ کے پاس بھیجا۔ اور جب اور سرداران روہیلہ یعنی آنولہ واوجہیانی بدایوں بسولی وغیرہ سے روپیہ طلب کیا تو سب نے عذر ناداری کرکے کچھ نہ دیا۔

مہاجی سندھیا اور تکوجی ہلکر کا سفیر آیا اور اُس نے حافظ رحمت خاں سے کہا کہ ہمارا ارادہ شجاع الدولہ کے ملک پر حملہ کا ہے اگر آپ ہمارے ساتھ ہو جاویں تو جو ملک ہاتھ آئیگا وہ نصف نصف تقسیم ہو جائیگا اور اگر ہمارا ساتھ آپ نہ دیں اور کسی کے طرفدار نہوں اور گنگا پار جانے کا راستہ دیدیں تو چالیس لاکھ کا تمسک جسکا ضامن شجاع الدولہ ہے ہم واپس دیدینگے اور اگر دونوں میں سے کوئی شرط منظور نہ ہو تو ہم آپکے ملک کو غارت کرینگے اور آبادی کو ویران کرینگے۔ اُسپر حافظ موصوف نے جواب دیا کہ میں نے یہ عہد کیا ہے کہ کبھی ہمراہی کفار مسلمانوں سے مقابلہ نہ کرونگا اور اس عہد کو نہ توڑونگا اگرچہ مجھکو نقصان ہو حافظ الملک نے شجاع الدولہ کو یہ سب ماجرا لکھا اور یہ بھی مرقوم کیا کہ میں سپاہ لیکر بہت جلد میدان جنگ میں جاتا ہوں اور یہ درخواست کی وہ چالیس لاکھ کا تمسک جسکا روپیہ ابھی تک مرہٹوں کو نہیں دیا گیا ہے واپس کریں۔ اور آیندہ بھی ایسی حالت میں روپیہ نہ بھیجا جائیگا۔

اسپر شجاع الدولہ نے سید شاہ مدن کو اپنا وکیل کرکے حافظ الملک کے پاس بھیجا اور شکر یہ ادا کیا کہ اپنے سب حال سے مجھکو اطلاع فرمائی اور لشکر سے میری امداد کو تشریف لائیے اور وعدہ کیا کہ مرہٹوں کی شکست دینے کے بعد تمسک

واپس کر دیا جائیگا۔ حافظ رحمت خاں مع اپنی سپاہ اور دیگر افواج سرداران کے میدان میں مرہٹوں کے مقابلہ کو پہونچے۔ اُسوقت بارہ ہزار پیدل و سوار اُن کے پاس تھے۔ باقی سرداران کو شجاع الدولہ نے تاکید لکھی کہ حافظ رحمت خاں صاحب کی امداد کو جاویں۔ غرضکہ بہت بھاری لڑائی مرہٹوں سے ہوئی اور مرہٹے شکست کھاکر فرار ہوئے۔ تب حافظ الملک نے اپنا سفیر واسطے واپسی تمسک اوده بھیجا۔ تو نواب وزیر نے کانوں پر ہاتھ دہرا کہ میں نے واپسی تمسک کا وعدہ نہیں کیا یہ مجھپر تہمت ہے سید شاہ مدن شہادت کو طلب ہوئے اُنہوں نے گواہی حافظ کے موافق دی لیکن نواب وزیر نے کچھ خیال نہ کیا۔ اور اب ایک دوسرا جھگڑا روہیلوں اور نواب وزیر کے درمیان شروع ہوگیا کہ جو پرگنہ جات اٹاوہ اور شکوہ آباد مرہٹوں کے ہاتھ سے نکالے گئے تھے۔ حافظ صاحب نے شجاع الدولہ سے اُسکی بابت دعوے کیا کہ یہ پرگنہ جات میری جاگیر میں تھے اور مرہٹوں نے غاصبا نہ اُنپر دخل کر لیا تھا۔ شجاع الدولہ نے کہا کہ اُنپر تمہارا کوئی دعوے نہیں ہیں انکو اپنے قبضہ میں رکھونگا۔ اس معاملہ میں تحریرات درمیان حافظ الملک و شجاع الدولہ کے ہوتی رہیں۔ شجاع الدولہ نے حافظ موصوف کو لکھا کہ بالفعل ۵۳ لاکھ روپیہ اپنے تمسک کے ادا کیجئے یہ تقاضا صرف حیلہ جنگ اور ملک کٹھر پر قبضہ کرنے کی نیت سے تھا۔ حافظ صاحب نے لکھا کہ جسقدر روپیہ آپ نے مرہٹوں کو دیا ہے وہ مجھ سے لے لیجئے نواب وزیر نے اُن کی درخواست نامنظور کی۔ حافظ الملک کی حالت اُسوقت نازک تھی کیونکہ وہ لڑائیوں میں بہت زیر بار ہو چکے تھے اُن کی مالی حالت قابل اعتبار نہ تھی۔

اب شجاع الدولہ اپنے ہمراہ انگریزی فوج اور اپنی فوج لیکر گنگا پار اُترا۔ کرنیل
چیمپن انگریزی فوج کا کمانیر تھا۔ بوہر سنگھ حافظ الملک کا دیوان تھا اُس نے
کہا کہ آپ روپیہ نذر بھیجئے اور بذریعہ کرنیل چیمپن کے صلح کیجئے۔ مگر حافظ نے اُسکے
کہنے پر عمل نہ کیا۔ وہ اپنی سپاہ لیکر لڑنے کو تیار ہوتے۔ شجاع الدولہ نے
کچھ سرداران روہیلہ سے مدد چاہی جنمیں محب اللہ خاں و احمد خاں و فتح اللہ خاں
بھی شامل تھے اور اُن کے قبضہ میں قریب نصف ضلع بدایوں کے تھا
شجاع الدولہ نے شروع سال ۱۷۷۲ع میں لطافت علی خاں اپنے جنرل کو
مع سامان جنگ کے حکم دیا کہ دریائے گنگا کی جانب فرخ آباد سے کوچ کرے
اور رام گھاٹ پر پل بنائے پھر اُس نے یہ ارادہ تبدیل کردیا اور روہیلکھنڈ پر
جانا ملتوی رہا۔ حافظ رحمت خاں نے جب یہ خبر پائی کہ رام گھاٹ پر سامان
جنگ جمع ہو رہا ہے مقابلہ کی تیاری کی اور بخشی احمد خاں اور ارشاد خاں کو
حکم بھیجا کہ بدایوں اور اوسہت میں تیاری کریں مگر ان سرداروں نے پیش قدمی
سے انکار کیا۔ الا احمد خاں جو بدایوں کے علاقہ کو حسد کی نظر سے دیکھتا تھا کسیقدر
حافظ الملک کی مدد پر مستعد تھا۔ محب اللہ خاں اور فتح اللہ خاں نے بوجہ لینے
کچھ رشوت کے مدد سے انکار کیا۔ تب حافظ رحمت خاں نے اُن کو ایک بڑی
رقم جو ارشاد خاں نے اُن سے قرض لی تھی بسولی میں بھیجی یہاں روہیلوں
میں یہ پھوٹ ہو رہی تھی کہ شجاع الدولہ نے بمدد جنرل انگریزی کے روہیلکھنڈ
کی طرف رُخ کیا۔ اور راہ کوریا گنج سے دریائے گنگا کو عبور کیا۔ اور حافظ الملک
کو کہا کہ آپ نے روپیہ بھیجنے میں تساہل کیا میں عنقریب پہونچتا ہوں۔

جلالی

حافظ الملک بھی اپنی جمعیت سے تیار ہوئے اور حکم دیا کہ آنولہ سے باہر خیمے استادہ ہوں اور سفر کی تیاری کیجاوے۔ جب سرحد پر حافظ الملک پہونچے تو معلوم ہوا کہ شجاع الدولہ کوڑہ یا گنج کو چھوڑ کر فرخ آباد کی راہ سے دریائے گنگ عبور کرکے مہدی گھاٹ سے شہر شاہ جہاں پور اور شاہ آباد پہونچکر اس طرف کا قصد رکھتا ہے حافظ رحمت خاں نے آنولہ سے کوچ کرکے موضع ٹانڈہ میں جو محمد یار خاں ولد علی محمد خاں مرحوم کا مسکن تھا پہونچے۔ اور وہاں سے موضع فرید پور ضلع بریلی میں جو بریلی سے سات کوس ہے پہونچکر خیمہ زن ہوئے۔

اس طرف شجاع الدولہ کو یہ اندیشہ تھا کہ شاہجہاں پور میں حکومت عبد اللہ خاں کی ہے اور وہ بھی روہیلہ ہے اور حافظ الملک اُسکا محسن ہے اور شاہجہاں پور میں قریب پندرہ ہزار افغان خونخوار کے ہیں شاید اپنے ملک سے راہ نہ دینگے اور یہ اُسکا خیال بوجہ ہم قومی حافظ الملک عبد اللہ خاں کی طرف ہوا یہاں عبد اللہ خاں نے مہمان ناخواندہ کی ایسی قدردانی کی کہ شاہ آباد تک خود واسطے استقبال شجاع الدولہ کے گئے اور اُن کو شاہجہاں پور لاکر مقیم کیا۔

شجاع الدولہ کی ہمراہی میں فوج بیشمار وسامان جنگ از قسم توپ وفیلان کوہ آثار بکثرت تھے۔ اسکے علاوہ جنرل چمپین صاحب بہادر کمانیر معہ سات ہزار فوج اور چار پلٹن تلنگہ و توپ خانہ بہ سرداری سید علیخاں و محبوب علی خاں خواجہ سرا و دیگر سرداران نامی بھی اُسکے ہمرکاب تھے جبکہ وہ قصبہ تلہر میں وارد ہوا اور حافظ الملک کے پاس جمعیت دس ہزار سے بھی کم تھی جسکو آصف الدولہ کی فوج کا آٹھواں حصہ سمجھنا چاہیئے۔ حافظ رحمت خاں دریائے بھگل کو عبور کرکے

میراں پور کٹرہ میں خیمہ زن ہوئے - ۱۱ صفر المظفر ۱۱۸۸ھ مطابق ۲۳ اپریل ۱۷۷۴ء
کو دونوں لشکر مقابل ہوئے - میدان میراں پور کٹرہ اور موضع کسرک میں
فریقین میں سخت جنگ ہوئی - فیض اللہ خاں و محمد یار ولد علی محمد خاں اور
محب اللہ خاں ولد دوندے خاں بڑی جرأت سے لڑے احمد خاں ولد بخشی
سردار خاں نے خواہ بسازش شجاع الدولہ یا اپنی فطری نامردی سے گریز
اختیار کی - مؤلف گلستان رحمت فرزند حافظ الملک نے اپنی تاریخ میں
اُس پر الزام سازش کا قائم کیا ہے - آخرش چار گھڑی دن چڑھے سے جنگ گولہ
و تفنگ شروع ہوئی دونوں فریق کی جانب سے بہت آدمی مارے گئے
قریب دوپہر حافظ رحمت خاں کے بائیں جانب بازو پر سینہ کے قریب گولہ لگا
اور وہ جاں بحق ہوئے - اُن کا سر[1] سلطان خاں کاٹ کر شجاع الدولہ کے سامنے
لے گیا نواب شجاع الدولہ کی فوج نے تمام سامان روہیلوں کا لوٹا فیض اللہ خاں
و محمد یار خاں وغیرہ سرداران حافظ الملک بمصلحت وقت بعد قتل اپنے افسر کے
واپس آئے اور اپنے اپنے مقامات کی طرف متوجہ ہوئے - بعد ازاں

[1] نواب شجاع الدولہ نے سلطان خاں کو اسپ و خلعت عطا کیا اور حافظ الملک کا سر سید شاہ ملت
کو دکھایا تاکہ وہ پہچانیں کہ یہ سر حافظ مرحوم کا ہے یا نہیں - چنانچہ انہوں نے پہچانا اور یہ شعر زبان پر
لائے شعر: کشتہ بر نیزہ میزد نفس * کہ معراج مرداں ہمیں است و بس - الغرض سید صاحب
موصوف کو بھی بسولی پہونچا کر قید کر دیا اور تمام اثاث البیت ضبط کیا اسی قید میں انہوں نے
رحلت فرمائی -

شجاع الدولہ نے نعش حافظ رحمت خاں کی تلاش کراکر مع سر کے اسی تاریخ روانہ بریلی کر دی۔ بریلی میں قاضی شہر علما اور حفاظ نے ۱۲ر صفر کو نماز جنازہ حافظ الملک بجمعیت کثیر پڑھی اور اُن کو بریلی سے جانب غرب جو مشہور ہے مدفون کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کسی شاعر نے سلطان خاں افغان کی نسبت جس نے حافظ الملک کا سر کاٹا تھا ایک قطعہ لکھا ہے جو حسب ذیل ہے۔ قطعہ

ہر کس کہ در جہاں کند از فہم خود بدی ✥ او با یزید در ہمہ اوقات ہمسر است
واری اگر بدل ہوس امتحاں بہ بیں ✥ سلطان خاں بہ شمر حرامی برابر است

جب حافظ الملک کا خاتمہ ہوا تو نواب وزیر روہیلکھنڈ کا مالک ہوا۔ احمد خاں پہاڑوں میں جاکر پناہ گزین ہوئے۔ اور محب اللہ خاں و فتح اللہ خاں جو آخری وقت جنگ کے پہونچے تھے بسولی میں آئے فتح اللہ خاں بمقام بریلی کمپ شجاع الدولہ میں داخل ہوا۔ اور اُسکو یہ امید تھی کہ مجھکو کچھ علاقہ نواب موصوف دیگا ۔ الا وہ گرفتار کیا گیا اور اُسیوقت نجف خاں مع ایک رسالہ کے بسولی پر قبضہ کرنے کو بھیجا گیا۔ نجف خاں نے محب اللہ خاں کو اُس کے مکان میں بسولی پہونچکر قید کر لیا۔ جب کچھ عرصہ کے بعد شجاع الدولہ خود بسولی پہونچا تو ان دونوں بھائیوں کو قید کرکے الہ آباد بھیجدیا اور پرگنات اُن کے ضبط کر لیئے۔

ایسا موسم برسات شروع ہو گیا تھا نواب وزیر اور انگریزی فوج متصل بسولی چھاؤنی میں مقیم ہوئی۔ فیض اللہ خاں کی پیشقدمی کی وجہ سے اُنکو مجبوراً ماہ

اگست میں پھر ایک مرتبہ میدان جنگ میں جانا پڑا بعدہ شمال کی جانب کوچ کیا۔ تین ماہ تک کچھ پتہ ان کی فوجوں کا نہیں ملا۔ بعد ازاں شجاع الدولہ وقت واپسی لکھنؤ میں ٹھہرا اور انگریزی فوج کچھ عرصہ تک رام گھاٹ پر مقیم رہی۔ اس مہم کے دوران میں شجاع الدولہ علیل ہوگیا اور تھوڑے عرصہ کے بعد اودھ پہونچکر اسی سنہ ۱۷۷۵ء میں انتقال کیا۔ اسکا بیٹا آصف الدولہ جانشین ہوا۔ یہ بیان ہمنے گلستان رحمت اور گزیٹیر سے لکھا ہے لیکن خان بہادر منشی ذکاءاللہ خاں نے اپنی تاریخ میں انگریزی تحریرات کی بنا پر اسکے خلاف رائے ظاہر کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ "شیدشاہ مدن کا شجاع الدولہ کے منہ پر یہ کہنا کہ واپسی تمسک کا وعدہ کیا گیا ہے سچ نہیں معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے یہ بھی سچ نہیں ہے کہ حافظ صاحب نے مصمم لڑنے اور مرنے پر عزم بالجزم کرلیا ہو کیونکہ کرنیل چمپین خود لکھتے ہیں کہ میرے پاس حافظ کا خط آیا کہ آپ صلح کرا دیجئے مگر جب شجاع الدولہ سے اسکا ذکر کیا گیا تو اسکے چالیس لاکھ روپیوں نے نچے دیدیئے اور اُس نے دو کروڑ روپیہ طلب کیئے"

سیرالمتاخرین نے اور ہی کچھ لکھا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ "شجاع الدولہ نے حافظ رحمت خاں وغیرہ کو بغرض اتمام حجت اول پیغام دیا کہ میں نے ہنگام اضطرار میں تمہاری اور مرہٹوں کی مصالحت مابین کی غرض سے زر کثیر اپنے پاس سے مرہٹوں کو دیا اور تمکو لوٹ مار سے بچایا۔ جو میعاد ادائے قسط کی مقرر تھی وہ منقضی ہوگئی اب تک وہ روپیہ نہیں بھیجا اب چاہیئے کہ وہ روپیہ بلا تامل ادا کردو ورنہ لڑائی کو مستعد رہو۔ حافظ رحمت خاں نے رؤسا را فاغنہ کو

جمع کرکے یہ حال بیان کیا کہ شجاع الدولہ مستعد کارزار ہے اُسکا مقابلہ اسوقت
مناسب نہیں ہے بہتر ہے کہ روپیہ دیکر اس بلا کو ٹالا جائے اور شجاع الدولہ نے
اولا دوندے خاں سے خفیہ سازش کرلی تھی - اور اُن کو یہ فریب دیا کہ میں تمکو
ملک تمہارا گنگا کے قریب کا دیدونگا اور اپنا قبضہ نہ کرونگا اور اگر تمنے حافظ الملک
کی اعانت کی تو تمکو بھی اُسی آگ میں جلاؤنگا - مگر وہ کم عقل طمع زر سے اُسکے
دام میں آگئے " یہانتک ہمنے دیگر مورخوں کے بیانات درج کیئے ہیں - اب
ہم شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خاں کا حال لکھتے ہیں - شجاع الدولہ حافظ
صاحب سے قول قرار کرکے جب واپس گیا تو اُس نے کچھ مرہٹوں کے نکالنے کی
پرواہ نہ کی مرہٹے ازخود برسات کے موسم میں گنگا پار چلے گئے بعد برسات کے پھر
مرہٹوں نے روہیلوں پر لوٹ مار بدستور شروع کردی حافظ رحمت خاں نے
کچھ روپیہ اُن کو دیا مرہٹوں نے ضابطہ خاں کو قابو میں کرکے روہیلوں کو ملانا
چاہا اور اودھ پر حملہ کا ارادہ کیا - اب روہیلوں کو یہ مشکل ہوئی کہ کسکے
ساتھ رہیں اور حافظ رحمت خاں شجاع الدولہ کو اپنا غدار نہیں جانتا تھا اور نہ
اُسکے قول پر اعتبار تھا اور مرہٹوں کو بھی بے ایمان سمجھتا تھا آخرش شجاع الدولہ
سے میل کیا - سلیکٹ کمیٹی نے ۷ جنوری ۱۷۷۳ء کو کلکتہ میں یہ رائے
ظاہر کی کہ شجاع الدولہ کو یہ خوف ہے کہ روہیلے مرہٹوں سے مل گئے ہیں
اور وہ نواب وزیر کا ملک چھین لیں گے - یہ رائے شجاع الدولہ کی صحیح نہیں
ہے - ظن غالب ہے کہ روہیلوں کے سردار کبھی مرہٹوں سے ملکر اپنی قوت
کو نہ گھٹائیں گے اسوقت مصلحت جانکر مرہٹوں سے صلح کرلی ہوگی -

بموجب عہدنامہ مقام بنارس یہ شرط قرار پائی کہ بوقت حملہ کسی غیر کے ایسٹ انڈیا کمپنی شجاع الدولہ کی مدد کرے اور اپنی سپاہ سے اعانت دے۔ اس لیئے مرہٹوں کے حملہ سرکاری فوج کے ذریعہ سے روکے گئے تھے۔ بماتحتی سر والٹر رابرٹ بارکر کچھ سپاہ انگریزی مرہٹوں کی سرکوبی کے لیئے روانہ ہوئی کیونکہ مرہٹوں نے گنگا کے اس پار بہت سے شہر مثل مراد آباد۔ سنبھل وغیرہ کے لوٹ مار کر کے تباہ کر دیئے تھے۔

جب مرہٹے حافظ رحمت خاں سے صلح کر کے لوٹ گئے تب نواب وزیر کے حواس درست ہوئے۔ پھر شجاع الدولہ نے گورنر سے بمقام بنارس سنہ ۱۷۷۳ء میں ملاقات کی۔ گورنر ہسٹنگز نے ۴ اکتوبر سنہ ۱۷۷۳ء کو کونسل کلکتہ کو یہ رپورٹ بھیجی کہ نواب وزیر کو جو عناد دلی روہیلوں سے ہے وہی اُس نے مجھسے وقت ملاقات بیان کیا۔ اور روہیلوں کا ملک لینے کے لیئے ہم سے مدد طلب کی ہے اور ہمنے اُس سے اقرار کیا ہے کہ وہ ہمکو روپیہ دے تو ہم اُسکی مدد کریں گے اسکی نسبت شمس العلما ذکاء اللہ خاں صاحب لکھتے ہیں کہ بیچارے روہیلوں نے کمپنی کو کبھی نہیں ستایا اور کوئی بات اُن سے بگاڑ کی نہیں کی مگر ضرورت ملکی کے لیئے سب کچھ جائز ہے۔

آخر وزیر اور سرکار کمپنی میں یہ معاہدہ ہوگیا کہ ۴۰ لاکھ روپیہ نواب وزیر نقد دیوے تو سپاہ انگریزی اُسکے کام میں رہیگی اور خرچ اُسکا اُسی کے ذمہ ہوگا گو سرکار کو روپیہ کا اور وزیر کو ملک کا فایدہ تھا مگر بنی نوع انسان کے ایک شریف گروہ کا برباد کرنا اپنے آرام اور فایدہ کے لیئے عدالت کا مقتضا نہ تھا۔ بڑے

حیف کی بات ہے ایسے ہی کام کے کرنے والے بڑے ظالم اور بے رحم کہلاتے ہیں - یہ الزام کہ حافظ رحمت خاں یعنی روہیلوں کو سردار نے روپیہ کے دینے میں حیلہ یا انکار کیا - محض ناانصافی ہے کیونکہ یہ زر موعود بشرط اخراج قوم مرہٹہ از روہیلکھنڈ مشروط تھا - جب وزیر نے ادنےٰ کوشش اس معاملہ میں نہ کی تو وہ زر موعود کس منہ سے مانگتا تھا - مرہٹے برابر ملک تاراج کرتے رہے جنس نہ دینا اور قیمت مانگنا کہیں بھی انصاف ہے -

دوسرا یہ الزام کہ روہیلوں نے مرہٹوں کی امداد کی محض غلط ہے وہ ساری سپاہ مرہٹوں سے لڑنے کو آمادہ رہتے تھے - مگر کہیں جب ایسی ضرورت آپڑی کہ وہ سمجھے کہ ہم بالکل مرہٹوں کے ہاتھ سے تباہ ہوئے جاتے ہیں تو اُنکی آتش غضب کو دھیما کردیا - انگریزوں کو روپیہ کی ضرورت سے یہ فرض نہ تھا کہ وہ استیصال روہیلوں کا جنگ سے کرنے ہیٹنگز صاحب گورنر یہ لکھتے ہیں کہ وزیر ایسا ضعیف و کمزور ہے کہ اپنے قدیمی ملک کی حفاظت بغیر استعانت سپاہ انگریزی نہیں کرسکتا - الغرض شمس العلماء موصوف نے نہایت صداقت و تحقیق و عدالت سے اس معاملہ کو لکھا ہے اور اُن کی بہرائے نہایت شرح و بسط سے اس معاملہ میں بطور محاکمہ اُن کی تاریخ میں مذکور ہے اب ہم اصل مطلب پر آتے ہیں - ۱۸ ارنومبر ۱۷۷۳ء کو شجاع الدولہ نے گورنر کو لکھا کہ روہیلوں کے استیصال کے واسطے جو وعدہ امداد کیا ہے اُسکا ایفا ہونا چاہیئے - چنانچہ حکم ہوا کہ سرکار کمپنی کی سپاہ بنگال کے ۳ برگیڈ سے جو دوسرا برگیڈ الہ آباد میں رہتا تھا وہ شجاع الدولہ کے لشکر سے جا کر ملے - کرنیل چمپین کمانڈر تھے وہ فوج لیکر وسط فروری میں روانہ

ہوئے اور ۲۴ فروری ۱۷۷۴ء کو ملک اودھ میں پہونچے - ۱۷ اپریل ۱۷۷۴ء کو فوج
انگریزی نے مع فوج نواب وزیر روہیلکھنڈ پر چڑہائی کی -

۱۹ اپریل کو کرنیل صاحب نے پریذیڈنسی کو چٹھی لکھی کہ روہیلوں نے نہایت عجز
سے یہ پیغام بہیجا ہے کہ ہم اطاعت کو حاضر ہیں مگر شجاع الدولہ اُن سے دو کروڑ
روپیہ طلب کرتا ہے اس لیئے وہ مجبور ہوکر (کپوتالہ) پر جسکو وہ بائے ہنگل کہتے
ہیں (اور جو درمیان میراں پور کٹرہ اور فیض گنج کی سرحد ضلع شاہجہاں پور
اور بریلی کے واقع ہے) اس ارادہ سے آتے ہیں کہ جبتک دم میں دم ہے لڑیں
اور میدان جنگ سے مر کر ٹلیں -

اب دونوں لشکر بمقام کسرک اور میرانپور کٹرہ کے درمیان جو ضلع شاہجہاں پور
میں ہیں مقابل ہوئے - میراں پور کٹرہ شاہجہاں پور سے ۱۸ میل کے فاصلہ
پر ہے (اور یہ قصبہ چند سال سے قریب نصف کے زمینداری میں مؤلف رسالہ
ہذا کے ہے) صبح کے وقت انگریزی فوج نے اُنپر حملہ شروع کیا کرنیل چمپین حافظ
رحمت خاں کی بہادری کی بڑی تعریف کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ ۴۰ ہزار اُسکی سپاہ
ہوگی اور نہایت مردانہ اور دلیرانہ ہم سے لڑا اور بہت دفعہ روہیلے ہمارے
لشکر میں گھس آئے اور اپنے علم گاڑ دیئے اور بڑی جرأت سے آگے حملہ کرتے
اور ہماری توپیں چھین لینے کا قصد کرتے تھے مگر ہماری توپوں نے اُن کو بڑہنے
نہ دیا جب وہ پاس آتے تھے اُنکو اُڑا دیتے تھے اُن کی بہادری کا بیان ہم سے ناممکن
ہے انہوں نے سب طرح سے فن حرب و سپہ گری دکہایا دو گھنٹہ ۲۰ منٹ تک
توپوں کی آگ اُن لوگوں پر برسنی رہی اور کئی منٹ تک گولیوں کی بوچھار رہی

دو ہزار روہیلے اور بہت سے سردار میدان جنگ میں مارے گئے۔ ایسا چونکہ روہیلو نکا
اوبار شروع ہو گیا تھا انگریزوں کی فتح کا باعث یہ ہوا کہ حافظ الملک حافظ رحمت خاں
کی جان حزیں نے میدان جنگ میں عزم سفر کیا اور وہ سردار فوج بڑی شجاعت
سے مارا گیا۔ اور ایک بیٹا بھی اُن کے ساتھ مقتول ہوا۔ اور دوسرا بیٹا مجبوس
کر لیا گیا اور تیسرا مفرور تھا تب انگریزوں نے میدان جنگ جیت لیا۔ ایسا
کرنیل صاحب نے جہاں دشمنوں کی بہادری اور دلیری بیان کی ہے اوپر مرقوم
کر دی۔ اب وہ اپنے دوست شجاع الدولہ کا حال جو لکھتا ہے وہ بھی قابل ذکر
ہے کہ میں حیران ہوں کہ کیا کروں شجاع الدولہ کو اس فتح کی تہنیت دوں
یا اُس کی نامردی پر لعنت و ملامت کروں۔ مجھے اُسکا حال بیان کرنا ضرور ہی
تاکہ گورنمنٹ انگریزی جان لے کہ ہمارا دوست ایسا ہے کہ ذرا بھی اعتبار کے
لایق نہیں۔ لڑائی سے ایک رات پہلے میں نے بار بار توپیں اُس کی مانگیں مجھے
اُن کی بڑی ضرورت جنگ میں تھی مگر اُس نے صاف انکار کر کے میرے کام میں
نہ آنے دیا وعدہ کیا کہ کل آپ کے ہمراہ سارا لشکر لیکر موجود ہونگا اور سواروں
کو لیکر موجود پاس کھڑا ہونگا اور جو ہدایت ہوگی اُسپر عمل کرونگا۔ مگر وہ لڑائی
کے پاس کیا آتا وہ کبھی آکر نہ کھڑا ہوا میں نے جہاں اُسکو صبح لشکر کے
سامنے دیکھا تھا وہ اُسی جگہ رہا۔ جب فتح کی خبر پہنچی تو اُسوقت فوج لیکر میدان
میں آکودا۔ اور لشکر کو حافظ الملک کے دل کھول کر لوٹا۔ اسپر سپاہ کمپنی نے
جو قواعد کے پابند تھے ایک اپنے افسر سے کہا کہ "فتح کی عزت ہمکو حاصل ہوئی
مگر ان کی منفعت ان لٹیروں کو ملی" اس فتح سے لڑائی کا خاتمہ ہو گیا۔

فیض اللہ خاں کچھ سپاہ لیکر پہاڑوں میں چلا گیا باقی سارا ملک نواب وزیر کی لوٹ مار کرنے کے لیئے پڑا تھا نواب وزیر نے سب ملک میں آگ لگادی اور سب شہروں پر جھاڑو پھیر دی ایک لاکھ سے زیادہ آدمی اپنا مسکن چھوڑ کر جنگل میں چلے گئے۔ اور یہ سمجھے کہ بھوک اور درندوں کی تکلیف سے مرنا اس ظالم کے ہاتھ میں پڑنے سے بدرجہا بہتر ہے۔

کرنیل چمپین نے جب یہ حال دیکھا تو گورنر کو لکھا مگر وہ اُسوقت مجبور تھا کہ نواب سے کوئی عہد اس بابت نہ ٹھہرا تھا کہ بعد فتح کیا کیا جاوے۔ کرنیل نواب کو سمجھاتا تھا کہ یہ ظلم نہ کر کیا افسوس کی بات ہے کہ وہ لشکر وافسر جو اپنی بہادری اور شجاعت کا دعوے کرتے ہوں اور وہ بے گناہوں کے گاؤں کے گاؤں اور اسباب آگ میں جلنا اور بچوں کو ماؤں کی چھاتیوں پر قتل ہوتے ہوئے اور صاحب عصمت عورتوں کے بے عصمت ہوتے ہوئے دیکھا کریں اور پھر حمایت کر کے ظالموں کے ظلم کو نہ روکیں۔ غرضکہ ان بہادروں نے آدمیوں کو شیروں کے ہمسایہ میں بھیجا اور شیروں کی جگہ بھیڑیوں کو بٹھایا۔ نتیجہ لڑائی کا یہ تھا کہ یہ ظالم بزدل روہیلوں کے ذبح کرنے میں قصاب ہوگیا۔ اُس نے اُن کے ننگ وناموس وجان ومال کو خاک میں ملایا۔ اُسکے سینہ میں اس قوم کی طرف سے ایسا کینہ تھا کہ گورنمنٹ انگریزی سے پہلے ہی کہدیا تھا کہ اس قوم کا استیصال چاہتا ہوں چنانچہ وہی اُس نے کر دکھایا۔ کوئی قطعہ زرخیز اس ملک کا نہ تھا کہ اُس نے اُس کو ویرانہ نہ بنایا ہو۔ مگر اسپر بھی انکا استیصال نہ ہوا۔ ابتک اُن کا ایک گروہ باقی ہے جو ہندوستان

ہیں شرافت وشجاعت میں ضرب المثل ہے۔

فیض اللہ خاں ایک سردار روہیلہ باقی رہگیا تھا جس سے لڑنے کو افواج
متفقہ چلی مگر فیصلہ بغیر جنگ کے اس طرح ہوگیا کہ ۱۴ لاکھ پچھتر ہزار روپیہ کی جاگیر
اُس کو روہیلکھنڈ میں شجاع الدولہ نے دیدی (یعنی مصطفیٰ آباد۔ رامپور)
اور باقی ملک روہیلکھنڈ اپنے قبضہ میں رکھا۔ اس جنگ روہیلہ پر مورخین
محققین نے بحث عظیم کی ہے۔ گلیچ صاحب لکھتے ہیں کہ ملک کی ضرورت کی
لحاظ سے دیکھا جاوے خواہ اخلاق انسانی کے اعتبار پر نظر کیجاوے تو
میرے نزدیک ہسٹنگز گورنر جنرل نے ایسا نہیں کیا کہ اُس کی پیشانی پر
بدنامی کا طغرا بنایا جاوے۔ لیکن ہمکو اگر کچھ سمجھ ہو تو یہ امر تسلیم کرینگے
کہ برا کام اُجرت پر بھی کرنا برا ہے۔ لڑائی ناحق کرنا جبتک دوسرا نہ چھیڑے
خراب کام ہے۔ اس لیئے روہیلوں سے لڑنا عبث تھا روہیلوں کیساتھ
لڑنے کا کوئی مطلب نہ تھا سوائے اسکے کہ ایک عمدہ انتظام ملکی کو شجاعت
شعار و معدلت آثار قوم سے لیکر ایک ظالم نامرد موذی کو دیدیں۔ گورنر
اس بات کو خوب جانتے تھے کہ میں یہ کیا کرتا ہوں۔ میجر سکسوٹ جو اس
بدکرداری کا عذر کرتے ہیں وہ بدتر از گناہ ہے کہ روہیلے کچھ اصلی متوطن
اس مقام کے نہ تھے۔ اُن کا ملک سے نکال دینا عین عدالت تھی صاحب
اسوقت شاید خود کو بھول گئے اُن کے نزدیک اگر کلکتہ یا مدراس سے
انگریزوں کو کوئی نکالتا تو بھی انصاف ہوتا۔ اسوقت تو ایسے غاصب
ہندوستان ہندیوں ہی کے تھے اوروں کی سلطنت کبھی غصب سے نہ پیدا

ہوئی تو کیسے ملی تھی۔ غرضکہ جو اس فعل کی زشت روئی کو

یہاں تک ہمنے حالات بے کم و کاست

کتاب شمس العلما منشی ذکاء اللہ خاں جلد سوم سے نقل کیئے ہیں۔

ہمارے نزدیک یہ مسئلہ ایسا پیچیدہ ہے کہ جب کوئی فریق الزام کسی فریق پر لگاتے ہیں۔ اسے نزاع کرنا عبث ہے۔ ہر ایک شخص اپنے نفع پر خیال کرکے کارروائی کرتا ہے۔ لہذا ہم اپنی رائے اس شعر پر ختم کرتے ہیں شعر

رموز مصلحت ملک خسروان دانند * گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

یہ تمام واقعات بعہد سلطنت شاہ عالم بادشاہ دہلی کے واقع ہوئے ہیں چنانچہ واسطے استیصال روہیلوں کے شاہ عالم نے نجف خاں کو مع سپاہ کے روہیلکھنڈ روانہ کیا تھا مگر یہاں انگریزی سپاہ روہیلوں کا پہلے ہی کام تمام کر چکی تھی۔ نجف خاں نے نواب وزیر سے ملک اور غنیمت میں بادشاہی حصہ مانگا تو شجاع الدولہ نے کہا کہ میری بادشاہ سے یہ شرط تھی کہ بادشاہ بذات خاص لشکر لیکر اُس کی کمک کو آئے چونکہ بادشاہ نے اس عہد کے تمام شرائط پوری نہیں کیں لہذا ملک سے کوئی حصہ نہ دونگا مگر کرنیل صاحب فوج انگریزی کے پاس ایک نقل اس عہدنامہ کا جو وزیر و بادشاہ سے ہوا تھا موجود تھا۔ اُس کو دیکھا تو اُس میں کہیں اسکا ذکر نہ تھا کہ واسطے استیصال روہیلوں کے بادشاہ بذات خود آئے۔ جب اسکی خبر گورنمنٹ انگریزی کو ہوئی تو اُس نے اپنے سپہ سالار کو لکھ بھیجا۔ ہدایت کی کہ فقط ہمارا کام روہیلوں کا ملک فتح کرنے کا ہے۔ اگر شجاع الدولہ نے اپنے عہد کو بادشاہ سے توڑ دیا

اور اُس کے سبب سے نجف خاں اور بادشاہ شجاع الدولہ سے لڑے تو تم کیسکی
طرف نہ بولنا - الغرض نجف خاں نے اُسوقت لڑنا مصلحت نہ سمجھا سرحد
بسولی ضلع بدایوں سے واپس گیا - اب ہم یہاں سے کچھ تھوڑا سا حال شاہ
عالم بادشاہ کا بھی لکھنا چاہتے ہیں ۔

۲۵ دسمبر ۱۷۵۹ء کو شاہ عالم جلوہ افروز تخت سلطنت ہوئے - اور اپنے ملک
کا انتظام کرتے رہے - اور بہت سے وزیران کے عہدہ میں بدلتے رہے -
جیپور بھی باغی ہوگیا تھا جہاں خود شاہ عالم فوج لیکر گیا اور وہاں کا فتنہ
فرو کیا -

۱۷۸۴ء میں شاہ عالم نے اپنا وزیر اور مددگار مادہوجی سیندھیا ملقب
بہ مہاراجہ پٹیل بہادر والیئے دکن کو مقرر کیا اور مہاراجہ پٹیل نے اپنی طرف سے
ایک شخص کو دربار میں حاضر رکھا - ۱۷۸۸ء میں غلام قادر خاں روہیلہ پسر
ضابطہ خاں بن نجیب الدولہ جسکا دادا یعنی نجیب الدولہ بادشاہ کے ہاں بہت
اختیار رکھتا تھا اور وزیر بادشاہی ہوگیا تھا مع چند دیگر امرا اور دو ہزار سپاہ
کے اپنے شہر نجیب آباد سے بغرض لوٹنے قلعہ معلّے کے دہلی چلا گیا - جمنا پار
آکر اس نے بادشاہ کے حضور میں کہلا بھیجا کہ یہ فدوی واسطے رفع کرنے شکوک
اور نمامی کے جو میرے دشمنوں نے حضور سے کی ہیں آیا ہے اگر حکم ہو تو دربار
میں حاضر ہوں - واضح ہو کہ یہ غلام قادر خاں نمک حرام اس بہانہ سے اہلکاران
قلعہ ناظر وغیرہ کی سازش سے اندرون قلعہ آنا چاہتا تھا -

جبکہ بادشاہ نے حکم اندر آنے کا دیدیا تو پھر نمک حرام ناظر قلعہ اسد الہیار اور سلیمان

اہلکاران قلعہ نے بادشاہ کو سمجھایا کہ اسکے دل میں دغا نہیں ہے یہ صرف حضور کی ملاقات کو آیا ہے تب بادشاہ نے اُن کے قول پر اعتماد کرکے غلام قادر کو حکم حاضری دربار دیا۔ غلام قادر خاں مع اپنے مشیروں اور سپاہ کے قلعہ معلےٰ میں داخل ہوا بادشاہ نے اُس کی بڑی تواضع کی اور اُس مکّار کو اپنے سینہ سے لگایا۔ اُس نے باہر آکر اپنی فوج کو جا بجا متعین کر دیا اور بادشاہی سپاہیوں کو نکال دیا جب بادشاہ نے یہ بات سُنی تو پھر غلام قادر کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ یہ تو نے کیا بلوہ مچا رکھا ہے اُس نے کچھ جواب نہ دیا اور تخت کے پاس جاکر بادشاہ سے یہ عرض کی کہ آپ لائق بادشاہی کے نہیں ہیں تخت سے اُتر جایئے۔ پھر بادشاہ نے یہ جواب دیا کہ برائے رسول ہمیں تخت سے نہ اُتار اسمیں ہماری بے عزتی ہے بلکہ تو ہمیں مار ڈال تو بہتر ہے۔ غلام قادر نے یہ بات سُنکر تلوار میان سے نکالی اُسیوقت ناظر قلعہ نے بیچ بچاؤ کرا دیا اور بادشاہ کو سمجھایا کہ آپ تخت سے اُتر جایئے ورنہ یہ بڑی بے عزتی کریگا۔ بادشاہ کا چونکہ اُسوقت کوئی مددگار نہ تھا ناظر وغیرہ سب نمک حرام غلام قادر سے ملے ہوئے تھے تخت سے اُتر کر محل میں چلے گئے۔ تب غلام قادر نے ایک شخص کو جسکا نام جہان شاہ تھا تخت پر بٹھایا اور اشتہار دیا کہ جہاں شاہ بادشاہ ہے اور حضرت شاہ عالم اور شہزادگان کو سلیم گڈھ کی طرف ایک مکان میں قید کر دیا اور قلعہ کے لوٹنے پر کمر باندھی۔ سات روز تک خوب قلعہ لوٹا۔ پھر ایک روز خود دربار کیا اور حکم دیا کہ آج شاہ عالم مع شہزادگان ہمارے حضور میں لائے جائیں۔ فی الفور شاہ عالم مع سب شہزادوں کے غلام قادر

کے دربار میں حاضر کیئے گئے۔ تب غلام قادر نے شاہ عالم کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ آپ زر و مال و جواہرات بتا دیجیئے ورنہ ہم آپکی دونوں آنکھیں نکال ڈالیں گے۔ بادشاہ نہایت مضطرب ہو کر محل میں گئے اور بہت سے جواہرات لا کر پیش کیئے غلام قادر نے کہا کہ اور لاؤ تمہارے پاس اور بھی ہے بادشاہ نے جواب دیا کہ اب میرے پاس اور کچھ نہیں ہے تب غلام قادر نے غصہ سے بادشاہ کو فرش پر گرا کر چھاتی پر سوار ہو کر اور اپنی کٹاری سے بادشاہ کی آنکھیں نکال ڈالیں۔ یہ وقت ایسا مصیبت کا تھا کہ خدا کسی پر نہ لاتے بعد نکال لینے آنکھوں کے غلام قادر نے اُن کو علیحدہ گوشہ میں قید کر دیا۔ اُسوقت سے شاہ عالم ایک گوشہ میں رہتے تھے اُن کو مذاق شعر کا تھا اور خود شعر کہتے تھے اور آفتاب تخلص کرتے تھے۔ اُسی حالت بیکسی اور تنہائی میں چند اشعار لکھے ہیں جنکو اکثر پڑھا کرتے تھے ہم اُن کو اسی موقع پر درج کرتے ہیں

اشعار

صرصر حادثہ برخاست پے خواری ما + داد برباد سر و برگ جہانداری ما

آفتاب فلک رفعت شاہی بودم + بود در شام زوال آہ سیہ کاری ما

چشم ما کندہ شد از جور فلک بہتر شد + کہ نہ بینم کہ کند غیر جہانداری ما

داد افغان بچہ شوکت شاہی برباد + کیست جز ذات منزہ کہ کند یاری ما

کردہ سی سال نظارت کہ ما داد بباد + زود دریافت تلافی ستمگاری ما

نازنینان پری چہرہ کہ ہمدم بودند + نیست جز محل مبارک بہ پرستاری ما

حق طفلاں کہ زمنی سال فدا ہم کردیم + کردہ تاراج نمودند سبکساری ما

عہد و پیمان بمیاں دادہ نمودند غا ✣ مخلیاں خوب نمودند وفاداری ما
شیر دادیم بہ افعی بچہ و پروردیم ✣ عاقبت گشت مجوزپے خونخواری ما
قوم افغان و مغلیہ ہمہ بازی دادند ✣ بسکہ گشتند مجوز بہ گرفتاری ما
آں گدازادۂ ہمداں کہ بدو رخ بردہ ✣ بانیٔ جور و ستم شد بدل افگاری ما
گل محمد کہ زمروان بشرارت کم نیست ✣ چہ قدر کرد وکالت بہ گرفتاری ما
ہم الہ یار و سلیماں بدل بیگ لعین ✣ ہر سہ بستند کمر بہر دل آزاری ما
شاہ تیمور کہ دادو سر نسبت بامن ✣ زندہ باشد کہ بیاید بمددگاری ما
مادھوجی سیندھیا فرزند جگر بند من است ✣ ہست مصروف تلافی ستمگاری ما
راجہ و راؤ زمیندار و امیر و چہ فقیر ✣ حیف باشد کہ نباشند بہ غم خواری ما
حال ماگشتہ بتر ہمچو اماماں زیزید ✣ کرد تقدیر ازل روزی ماخواری ما
بود جانکاہ زر و مالِ جہاں ہمچو مرض ✣ دفع از فضلِ الٰہی شدہ بیماری ما
آصف الدولہ و انگریز کہ دلسوز من اند ✣ چہ عجب گر بنمایند مددگاری ما

آفتاب از فلک امروز تباہی دیدے

باز فردا دہد ایزد و سروسرداری ما

اسکے بعد مہاراجہ پٹیل کو جب یہ خبر ہوئی کہ حضرت سلطان شاہ عالم پہ حادثہ ہوا ہے تو وہ بہت غصہ میں آیا اور اُس نے بہت سی فوج واسطے اخراج غلام قادر کے بھیجی۔ جب غلام قادر نے سنا کہ مہاراجہ سیندھیا الملقب بہ مہاراجہ پٹیل نے میرے مقابلہ کو فوج روانہ کی ہے اور نزدیک آپہونچی ہے تو وہ جمنا کو عبور کرکے میرٹھ کی طرف بھاگا۔ مہاراجہ کی فوج دہلی پہونچی اور

حضرت شاہ عالم کو دوبارہ تخت پر بٹھایا اور نذر بھی گذرانی اور فوج واسطے تلاش غلام قادر کے میرٹھ روانہ ہوئی اور اُسکو فوراً گرفتار کیا - لیکن وہ ایک موقع پاکر بھاگ گیا پھر دوبارہ بذریعہ ایک زمیندار کے گرفتار ہوا - مرہٹوں کے کیمپ میں حاضر کیا گیا - مرہٹوں نے اُس کے واسطے لوہے کا ایک پنجرہ بنوایا اور اُس کو بند کیا اور اس طور سے اُس کو ہلاک کیا کہ کبھی اُسکا ہاتھ کاٹ لیا اور کبھی ناک کاٹ لی - مہاراجہ پٹیل بہادر خود دہلی میں رونق افروز ہوئے اور بادشاہ کو نذر پیش کی اور نو لاکھ روپیہ سالانہ حضور کی تنخواہ مقرر کی اور اپنا ایک صوبہ دار جسکا نام نظام الدین تھا دہلی میں واسطے انتظام کے مقرر کر کے اپنے وطن کو لوٹ گیا - اور اس طریقہ سے مرہٹوں کی عملداری دہلی میں محکم ہوئی - سنہ ۱۸۰۳ء تک مرہٹوں کی عملداری رہی بعد از ان انگریزوں نے اسی سال مرہٹوں کو شکست دیکر دہلی کو فتح کیا اور شاہ عالم کے بارہ لاکھ روپیہ سالانہ بطور نذر کے مقرر کیا - اب یہ سمجھنا چاہیئے کہ سلطنت مغلیہ کا خاتمہ ہو چکا اور سلطنت ہندوستان سرکار کمپنی کی ہو گئی اور شاہ عالم نے سنہ ۱۸۰۶ء میں انتقال فرمایا - اُن کے جانشین اکبر شاہ ثانی نے قلعہ میں تخت پر جلوس فرمایا -

ہمنے اس موقع پر شاہ عالم کا حال مناسب سمجھکر لکھا ہے - اب پھر اصلی مطلب پر رجوع کرنے ہیں یعنی یہاں سے شجاع الدولہ کی حکومت روہیلکھنڈ تک بیان کرتے ہیں -

[illegible] تاکہ نواب شجاع الدولہ نے نظام بسولی کی طرف

کوچ کیا۔ جسوقت شجاع الدولہ بسولی کی چھاؤنی میں تھا اُسوقت ایک بید مسمّی بیاس رائے قوم فاتح کا لباس پہنکر مالگذاری روہیلکھنڈ کی وصول کرنے لگا اور عوام پر ظلم و تعدی زیادہ ہونے لگا۔ بعد وفات شجاع الدولہ کے نواب آصف الدولہ حاکمان بدایوں کو وقتاً فوقتاً تبدیل کرتا رہا۔ اگرچہ اُسکے عہد میں بہت سی املاک معافی وغیرہ اہل بدایوں کو معاف ہوئیں اور بعض کی جائدادیں ضبط بھی ہوئیں۔ مگر ۲۴ برس تک بدایوں ایک خراب حالت میں رہا۔ کسی گورنر یا عامل کا اس عہد نواب وزیر میں کوئی خاص دلچسپ واقعہ یا تذکرہ نہیں پاتے جو مفصل لکھا جاوے۔ صرف عمال بدایوں کی جو بزمانہ آصف الدولہ رہے ایک فہرست ذیل میں درج کرتے ہیں جس سے اُنکا نام اور زمانہ حکومت معلوم ہوجائیگا۔

نمبر	نام عامل	سنہ حکومت	مدت	کیفیت
۱	خواجہ آفتاب خاں	سنہ ۱۷۷۴ء	ایک سال	
۲	راجہ کندن لال	سنہ ۱۷۷۵-۷۶ء	ایک سال	
۳	راجہ سورج سنگھ	سنہ ۱۷۷۷ء	ایک سال	
۴	راجہ کندن لال	سنہ ۱۷۷۸ء	ایک سال	نمبر ۲ سنہ ۱۷۷۵ء میں بھی راجہ ایک سال حاکم رہا تھا دوبارہ سنہ ۱۷۷۸ء میں بھی حاکم مقرر ہوا۔
۵	راجہ دولت سنگھ	سنہ ۱۷۷۹ء	ایک سال	
۶	راجہ کندن لال	سنہ ۱۷۸۰ء	شش ماہ	یہ سہ بارہ آیا نمبر ۲ و نمبر ۴ میں درج ہے۔

کیفیت	مدت	سنہ حکومت	نام عامل	نمبر
	۴ سال ۶ ماہ	سنہ ۱۷۸۰ء لغایت سنہ ۱۷۸۴ء	خواجہ عین الدین	۷
	دو سال	سنہ ۱۷۸۵ء لغایتہ سنہ ۱۷۸۶ء	راجہ جگتا سنگھ	۸
	۳ ماہ	سنہ ۱۷۸۷ء	راجہ بھگوانداس	۹
	کچھ کم ایکسال	سنہ ۱۷۸۷ء	بیٹھا مل	۱۰
	۶ سال	سنہ ۱۷۸۹ء لغایتہ سنہ ۱۷۹۴ء	مہدی علیخاں	۱۱

اسکے بعد سنہ ۱۷۹۷ء میں آصف الدولہ کا انتقال ہوگیا - اُسکا پسر متبنّٰی وزیر علیخاں کچھ عرصہ تک مالک اودھ پر قابض رہا - پھر اُسی سال تخت سے اتار دیا گیا اُسکا قایم مقام نواب سعادت علیخاں ہوا - اُسکے زمانہ میں گورنران بدایوں حسب ذیل ہوئے -

کیفیت	مدت حکومت	سنہ حکومت	نام حاکم	نمبر
	ایک سال	سنہ ۱۷۹۴ء لغایتہ سنہ ۱۷۹۵ء	راجہ موہن لال	۱
	دو سال	سنہ ۱۷۹۶ء لغایتہ سنہ ۱۷۹۷ء	خواجہ الماس علیخان	۲
	۴ سال	سنہ ۱۷۹۸ء لغایتہ سنہ ۱۸۰۱ء	حسین علیخاں	۳

ان حکام کے حالات اور انکی سوانح عمری اسوجہ سے مفصل نہیں لکھی کہ بدایوں کے عہد حکومت میں کوئی کام نمایاں نہیں کیئے بجز اسکے کہ [illegible] اخذ کرتے رہے مسٹر کورٹ صاحب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں [illegible] ان عاملوں کے اختیارات بے انتہا تھے وہ جسقدر چاہتے محصول لیتے تھے اور جسقدر چاہتے خزانہ میں

جمع کرتے اور جو کوئی بولی زیادہ روپیہ کی بولتا اُسیکو دیہات ٹھیکہ میں دیدیتے تھے عاملان تشکمی اور آسامیان کے درمیان کوئی نیک نیتی کا برتاؤ نہ تھا۔ پٹہ دار جسقدر چاہتا تھا کاشتکار سے وصول کرلیتا تھا۔ مواضعات بالکل ویران ویران تھے۔ اور کاشت معدوم ہوتی جاتی تھی۔ اور آراضیات مزروعہ میں بالکل جنگل نظر آتا تھا۔

بہ تباہ حالت تھوڑی سال رہی خوش قسمتی رعایا سے نواب وزیر نے انگریزوں سے فوجی مدد بعد معاہدہ چاہی اور اُس فوج کو اپنے ملک میں قایم کیا۔ ۱۸۰۱ع میں خراج کی بقایا اسقدر بڑھ گئی کہ اُسکا ادا کرنا دشوار تھا۔ اس قرض کے ادا کرنے کی غرض سے نواب وزیر روہیلکھنڈ اور دیگر ممالک ایسٹ انڈیا کمپنی کو دینے پر رضا مند ہوگیا۔ یہ صلحنامہ ۱۲ نومبر ۱۸۰۱ع میں لکھا گیا۔ اُسوقت سے بدایوں تمام برٹش گورنمنٹ کے قبضہ میں آگیا۔

باب ۴
بیان سلطنت انگلشیہ

آخر ۱۸۰۱ع میں جبکہ ملک روہیلکھنڈ نواب وزیر نے برٹش گورنمنٹ کو تفویض کیا اُسوقت سے یہ ملک مفوضہ موسوم ہوا۔ جس میں بدایوں بھی شامل تھا۔ نواب گورنر جنرل بہادر نے بورڈ آف ریونیو کا محکمہ مقرر فرمایا اور آنریبل ایم ولسلی صاحب اُس کے پریسیڈنٹ مقرر ہوئے اُن کو

اجازت ملی کہ ان علاقوں کا بندوبست کریں - اسوقت موجودہ روہیلکھنڈ کا کل رقبہ صرف دو ضلعوں میں تقسیم تھا اور وہ ضلع بریلی اور مراد آباد کے نام سے موسوم تھے - ۱۳ اکتوبر ۱۸۲۳ء کو ایک جدید کلکٹری سہسوان میں مقرر ہوئی ہے جسکا ذکر ہم اوپر باب اول فصل ہفتم میں لکھ چکے ہیں اُسوقت ۱۵ پرگنے متعلق سہسوان کے کیئے گئے تھے جنکے نام نقشہ ہذا سے ظاہر ہوں گے -

نمبر	نام پرگنہ	نام ضلع جہاں سے منتقل ہوکر آیا	جمع سنہ ۱۲۳۱ ف
۱	رجپورہ	مراد آباد	[illegible]
۲	اسد پور	"	[illegible]
۳	اسلام نگر	"	[illegible]
۴	بسولی	"	[illegible]
۵	ستاسی	"	[illegible]
۶	کوٹ سالباہن	بریلی	[illegible]
۷	سہسوان	"	ایک لاکھ [illegible]
۸ و ۹	بدایوں و اوستہا	"	۲ لاکھ [illegible]
۱۰	اوجہانی	"	ایک لاکھ [illegible]
۱۱	سلیم پور	"	ایک لاکھ [illegible]

نمبر شمار	نام پرگنہ	نام ضلع جہاں سے منتقل ہو کر آیا	جمع سنہ [illegible] فصلی
۱۲	سرام پور	علی گڑھ	[illegible]
۱۳	فیض پور بدریا	"	[illegible]
۱۴	سورون	"	[illegible]
۱۵	مارہرہ	"	[illegible]
		میزان کل	[illegible]

تھوڑے دنوں کے بعد چار پرگنہ علی گڑھ سے منتقل ہو کر آئے تھے وہ اپنا
اس ضلع سے خارج ہو گئے۔

سہسوان میں کلکٹری قایم ہونے پر مسٹر سوینٹن نام صاحب سب سے پہلے
کلکٹر مقرر ہوئے جنہوں نے بندوبست کا کام بھی انجام دیا جیسا کہ حالات
بندوبست میں صفحہ ۱۱۵ پر لکھ چکے ہیں اور اسی سلسلہ میں مسٹر وایٹ جو
دوسرے کلکٹر تھے اور مسٹر بروُن صاحب جو تیسرے کلکٹر تھے اُن کا ذکر کیا
کر چکے ہیں اُن صاحبان ضلع کے وقت میں سوائے بندوبست کی تکمیل کے
اور کوئی واقعہ قابل تذکرہ کے نہیں ہے - ان کے بعد جو کلکٹر ہوئے اُنکی
فہرست حسب ذیل ہے -

نمبر شمار	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
۴	مسٹر الگزنڈر	۲۸ نومبر سنہ ۱۸۲۴ء	۲۶ دسمبر سنہ ۱۸۲۴ء	

نمبر	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
۵	مسٹر کلارک صاحب	۲۸ دسمبر ۱۸۳۶ء	۷ ستمبر ۱۸۳۷ء	
۶	مسٹر کریگی صاحب	۸ ستمبر ۱۸۳۷ء	۱۲ نومبر ۱۸۳۷ء	
۷	مسٹر ولیمٹ صاحب	۱۳ نومبر ۱۸۳۷ء	۱۳ دسمبر ۱۸۳۷ء	
۸	مسٹر کریگی صاحب	۱۴ دسمبر ۱۸۳۷ء	۳ جنوری ۱۸۳۸ء	
۹	مسٹر ٹمنس صاحب	۴ جنوری ۱۸۳۸ء	۱۷ جنوری ۱۸۴۱ء	ترمیم بندوبست کی اور انہیں کے وقت میں مئی ۱۸۳۸ء میں صدر مقام ضلع کا سہسوان سے بداؤں کو منتقل ہوا۔
۱۰	مسٹر کاکس صاحب	۷ جنوری ۱۸۴۱ء	۲۶ فروری ۱۸۴۱ء	
۱۱	مسٹر الوین سلسی صاحب	۲۷ فروری ۱۸۴۱ء	۱۲ دسمبر ۱۸۴۱ء	
۱۲	مسٹر آر بی مارگن صاحب	۱۳ دسمبر ۱۸۴۱ء	۵ مئی ۱۸۴۳ء	
۱۳	مسٹر ولیم صاحب	۶ مئی ۱۸۴۳ء	۶ اکتوبر ۱۸۴۴ء	
۱۴	مسٹر ٹیلر صاحب	۷ اکتوبر ۱۸۴۴ء	۱۳ فروری ۱۸۴۵ء	
۱۵	مسٹر ڈگن صاحب	۱۴ فروری ۱۸۴۵ء	۳ جولائی ۱۸۴۵ء	یہ کلکٹر بہت تیز مزاج تھے بہ نسبت کلکٹران سابق کے زیادہ مد صفائی میں رہے انہوں نے شہر میں پختہ کھرنجہ نالی وغیرہ بنوانے کا حکم دیا

نمبر	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
				اور رعایا سے اس کا صرفہ وصول کیا گیا جو اکثر اشخاص کو ناگوار گذرا چنانچہ انہیں کے زمانہ کے ایک فارسی شاعر نے ایک قصیدہ اسوقت کے حسب حال لکھا تھا جسکے مطلع کا پہلا مصرعہ یہ تھا۔ ؏ فلک بہ شہر بدایوں بلا فگن آمد ۔ اور اسکا ایک شعر جو اب تک زبان زد خاص و عام ہے یہ ہے ؎ ہنوز بیخ کھر بچہ رفت بود از دل / کہ شور نالہ بالی ز ہر دہن آمد
۱۶	مسٹر کوٹس صاحب	۵ جولائی ۱۸۴۸ء	۱۰ جولائی ۱۸۴۸ء	
۱۷	مسٹر سور لیفٹ صاحب	۱۱ جولائی ۱۸۴۸ء	۱۳ اپریل ۱۸۴۹ء	
۱۸	مسٹر ہارگن صاحب	۱۴ اپریل ۱۸۴۹ء	۱۸ اپریل ۱۸۵۰ء	
۱۹	مسٹر کیمبل صاحب	۱۹ اپریل ۱۸۵۰ء	۵ مئی ۱۸۵۵ء	
۲۰	مسٹر ایڈوارڈس صاحب	۵ مئی ۱۸۵۵ء	یکم جون ۱۸۵۷ء	

حالات غدر ۱۸۵۷ء

مسٹر ایڈوارڈس صاحب کلکٹر اور مجسٹریٹ کا

زوال نہ وہ زمانہ تھا جبکہ باغیوں نے ملک میں بد امنی پھیلا رکھی تھی۔ اس
ضلع میں سب سے پہلے ۱۹ مئی ۱۸۵۷ء[سلہ] کو آثار بغاوت نمایاں ہوئے
اور لاقانونی علی الصبح پرگنہ گوشا ہیں تحصیل بسولی میں شروع ہوئی۔ ایک گاڑی
خزانہ کی بھری جاتی تھی اس کو لوگوں نے لوٹ لیا۔ جب عہدہ داران
پولیس تحقیقات کو گئے تو اُن کو مار کر بھگا دیا۔ مسٹر ایڈورڈس صاحب
بہادر مجسٹریٹ موصوف نے ہنگامہ فرو کرنے کی کوشش کی اور پولیس دو چند
کر دیا اور جا بجا ملازم رکھے ہر چند وہ کوشش کرتے تھے کہ ضلع میں امن ہو لیکن

سلہ اس وقت یعنی ۱۸۵۷ء میں مؤلف کتاب ہذا کی عمر دس سال کی تھی میرے جد امجد مولوی اساس الدین
صاحب حافظ ابو المؤید ... مغفور بقید حیات تھے اور اُن کے مکانات زنانہ و مردانہ و دیوان خانہ
و دکانات ... واقع ... خاں اور املاک معافی و از مواضعات ... پور وتانار پور جوار
... واقع تھیں اور میرے عم بزرگوار مولوی محمد عزیز الدین صاحب مرحوم اُس زمانہ میں
وکالت ججی دہلی میں کرتے تھے جناب دادا صاحب مرحوم و مغفور مع قبائل کے وہاں مقیم
تھے ... صاحب ... کے وطن میں اور رامپور میں رہتے تھے
... بوجہ ... طبابت جناب حکیم محمد سعادت علیخاں بہادر مرحوم سابق وزیر
ریاست رامپور کے ... اضلاع ... میں مقیم تھے۔ باقی سب اہل و عیال خاندانی دہلی
... اپنے ... برادر خورد مولوی ابو الناصر محمد رشید الدین سلمہا اور ہمشیرہ
... والدہ اور ... سب بھی گئے اپنے جد امجد کے پاس دہلی میں تھا اور وہاں
... سلمہا ... تھا

(بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

کامیابی نہوتی تھی۔ اُنہوں نے اپنے روزنامچہ میں لکھا ہے وہ کہ جسقدر
میں انتظام کرتا تھا بلوہ فرو نہوتا تھا۔ غارتگری روز بروز ترقی پذیر تھی۔"
جب صاحب ممدوح نے یہ کیفیت دیکھی تو اُنھوں نے فوراً اپنی بی بی اور
بچوں کو مقام نینی تال کو روانہ کر دیا اور وہاں وہ حفاظت سے پہونچ گئے

تاریخ ۱۶ رمضان المبارک ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء یوم دوشنبہ کو میرے عم مکرم صبحکو
سوار ہو کر کچہری تشریف لے گئے تھے۔ چونکہ مہینہ جیٹھ کا تھا کچہری عدالت دیوانی صبح سے
ہوتی تھی میں ایک مکان سے بالاخانہ پر جو قاسم جان کی گلی کے کنارہ پر جانب شرق
لب سڑک مقابل کوچہ ادینہ بیگ خاں کے چھوٹے مرزا صاحب کا مشہور تھا اور
اسوجہ سے کہ دیوان خانہ جناب دادا صاحب میں ایک بیگم صاحبہ جو چھوٹی بیگم کر کے مشہور
تھیں اور وہ کسی یوریپین کی بیاہتا تھیں اور اُن کی لڑکی عیسائی کسی عہدہ جلیلہ پر مامور تھے اور
اُن کو دو سو روپیہ ماہوار کی پنشن یا کسی بنک سے جیب خرچ ملتا تھا اور وہ نہایت
بوڑھی بیگم تھیں بہت روزوں سے رہتی تھیں۔ جبکہ دادا صاحب اپنے وطن قدیمی
بدایوں میں تشریف لائے تھے اُن کو کرایہ پر دے دیا تھا اس لیئے چچا صاحب نے
وہ بالاخانہ نشست کو لے لیا تھا۔ اور میرے اُستاد محمد حسین صاحب جو نگینہ ضلع بجنور کے
رہنے والے تھے وہاں طالب علمی کے طریقہ پر گئے تھے مقیم تھے اور مجھکو پڑھایا کرتے تھے
اتفاقاً اُس تاریخ پر میں مع اپنے چھوٹے بھائیوں کے اُن سے سبق پڑھتا تھا اور نواب
ولی دادخاں صاحب جاگیردار مالی گڈھ ضلع بلندشہر جو رئیس دہلی تھے اُسوقت۔
جدامجد کے پاس تشریف لائے تھے اور چھوٹے مرزا صاحب بھی (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

اُس کے ایک ہفتہ کے بعد ضلع میں بلوہ اور خونریزی کھُلّم کھُلّا شروع ہوگئی گنگا پار ہٹکر بدایوں کے محاذ ضلع ایٹہ میں زیادہ بد انتظامی تھی اور اُسی طرف سے یہ بد انتظامی پرگنہ اسدپور ضلع بدایوں میں پہونچی۔ آگرہ۔ اور کلکتہ کی ڈاک بالکل مسدود ہوگئی۔ ضلع مراد آباد میں رجمنٹ کے

موجود تھے بازار کی طرف کھڑکی میں نواب ولی داد خاں بھاگنے سے تھے قریب نو یا دس بجے دن کے ہمکو میرے اُستاد نے چھٹی دی میں اپنے بھائیوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے کہ وہ چھوٹے تھے قاسم جان کی گلی کے پھاٹک سے ثنا ء اللہ جی عرف صفو جی کے مسجد کے قریب تھا اور رودگروں کی گلی میں جانا چاہتا تھا کہ اپنے زنانہ مکان کو جاؤں جہاں میری والدہ و دادی وغیرہ تھیں کہ کیا دیکھتا ہوں کہ جانب شرق قاضی کے حوض کیجانب سے دو یا تین سوار گھوڑے سرپٹ بھگاتے ہوئے جانب غرب لال کنوئے کی طرف کو جاتے ہیں اور وہ خیال نہیں کرتے کہ بازار میں کوئی دبجا جائیگا مجھکو خوب یاد ہے کہ نواب ولی داد خاں نے اُسوقت کھڑکی بالاخانہ سے سر باہر کرکے بہ آواز بلند مجھے کہا کہ (لڑکے بچ) میں ہٹکر اپنے بھائیوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے ایک دیوار سے لگ گیا اور وہ سوار میرے قریب سے نکل گئے اور دفعتاً دکانیں بازار کی بند ہونا شروع ہوگئیں اور لوگ یہ کہتے تھے کہ روم وروس کی فوج قاضی کے حوض تک آگئی میں بھاگ کر اندر زنان خانہ کے پہونچا اور اپنی جدہ ماجدہ سے یہی کہا کہ بازار بند ہوگیا اور روم وروس کی فوج آگئی وہ مجھپر بہت خفا ہوئیں اور فرمانے لگیں کہ ہمارے خاندان میں کوئی جھوٹ نہیں بولا کرتا ہے تو کیا ابھی اس عمر میں جھوٹ بولنا سیکھتا ہے میں نے قسم سے کہا کہ (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

سپاہیوں نے جیلخانہ کو توڑ ڈالا - مسٹر کمپل صاحب جائنٹ مجسٹریٹ
ضلع مراد آباد نے مجسٹریٹ بدایوں کو اطلاع دی کہ بجو خاں قیدی جو ضلع
بدایوں کا تھا اس جیلخانہ سے گروہ قیدیوں کے ساتھ فرار ہو گیا ہے - یہ
بجو خاں وہ شخص تھا کہ جس نے مسٹر کورٹ صاحب جائنٹ مجسٹریٹ بہادر بدایوں کو

سوار جاتے ہوئے ہیں نے ہی دیکھے اُنہوں نے باور نہ کر کے میرے ایک ہلکا سا طپا پچہ مارا کہ
اب جھوٹی غپیں بھی کہتا ہے - الغرض اسی عرصہ میں میرے جد بزرگوار بھی تشویش کی حالت میں
تشریف لائے اور اُنہوں نے فرمایا کہ (عزیز) یعنی میرے چچا کو بتایا کہ وہ باہر شہر کے کچہری میں
ہیں اور شہر میں غدر ہو گیا - سُنا ہے کہ میرٹھ کی فوج کے کچھ سپاہی باغی ہو کر یہاں آ گئے
ہیں اور قتل و غارت گری ہوتی ہے - راستہ آمد و رفت شہر کے آنے جانے کے بند ہیں -
اسی عرصہ میں بحکم صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع ڈھنڈورا پٹا یعنی منادی ہوئی کہ سب لوگ
دکانیں کھولیں چند باغی میرٹھ سے آئے ہیں اُن کا انتظام ہو جائیگا اس کے دس یا پندرہ
منٹ کے بعد میرے چچا کچہری سے پالکی میں تشریف لائے تو اُنہوں نے بیان فرمایا کہ کچہری
میں جب خبر بلوائیوں کی ہوئی تو مفتی صدر الدین صاحب آرزو تخلص جو اسوقت بعہدہ
صدر الصدوری ممتاز تھے فوراً اپنا اجلاس برخاست کر کے چلے گئے وکلا نے مسٹر لباس صاحب
بہادر جج سے اس خبر کو کہا وہ انفصال مقدمات میں مصروف تھے اُنہوں نے بھی اجلاس
برخاست کیا اور سب وکلا و عمال روانہ ہوئے وہ پالکی تھی کہ جب شہر پناہ کی کشمیری دروازہ
پر آئے تو وہاں کواڑ بند تھے اور تلنگے فوج سرکاری کے پہرے پر تھے وہ کواڑ نہیں کھولتے
تھے - کہتے تھے کہ باغی گھس آئینگے اُن سے بہت منت سماجت کی کہ ہم (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

قبل غدر زخمی کیا تھا - اور دو برس تک مفرور رہا تھا - آخر مسٹر
ایڈوارڈس صاحب مجسٹریٹ ضلع کی کوشش سے گرفتار ہوا اور مقید بہ
حبس دوام ہو کر ضلع مراد آباد کے جیلخانہ کو بھیجا گیا تھا ہنوز عبور دریائے شور
نہوا تھا کہ جیلخانہ مراد آباد کے ٹوٹنے سے بدایوں کی طرف بھاگ آیا - یہ جبر

کچہری کے ملازم و وکلا ہیں ہمکو جانے دو لیکن وہ کب سنتے تھے اتفاقاً مسٹر لباس صاحب جج بہادر
اپنی بگھی بھگائے ہوئے پریشان حالت میں اُس طرف سے گذرے اور اُنہوں نے کواڑ
کھلوا کر اندر شہر کے کرا دیا - پھر صاحب بہادر اپنی اور ایک میم کی جان بچا کر علی پور کی راہ چلے
گئے بعنایت الٰہی صحیح و سلامت بچ گئے اگر وہ شہر میں آتے تو ضرور مارے جاتے یہاں تک
میرے چچا صاحب نے قصد اپنے شہر میں آنے کا کیا کہ اب شہر میں لوٹ مار کا بازار گرم
ہوگیا اور بازار بالکل بند ہوا بلوائی اور اُن کے ساتھ شہر کے چند اوباش اکٹھے ہو گئے
اور انگریزوں کی تلاش جا بجا شروع ہوئی اور شہر کی لالٹینیں جو کھمبوں میں لگی تھیں وہ
توڑ تا شروع کردیں اور لکڑیاں اُکھاڑ ڈالیں کہ یہ بھی انگریزوں کی بنائی ہیں پھر اُسی روز
قریب سہ پہر کے کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ہاتھی پہ مرزا ابو بکر شاہزادہ کم عمر کو باغیوں نے سوار
کرا کے اور ایک منادی نواز آگے آگے یہ منادی کرتا ہوا کہ ملک بادشاہ کا حکم بادشاہ کا
کہ اب سرکار کمپنی کی عملداری گئی کوئی دکاندار دکان بند نہ کرے اور دکانیں کھولے ورنہ
سزا ہوگی خدا کی شان کا ایسا نمونہ نظر آیا ایک دن میں دو ڈھنڈورے چند گھنٹوں کے
اندر دو حکمرانوں کے نام سے پٹتے ہوئے دیکھے کیا انقلاب ایک دم میں ہوگیا - اب یہ سُنا
کہ صاحب کمشنر بہادر مارے گئے باوجودیکہ اُنکی اردلی میں چند سوار (بقیہ نوٹ بصفحۂ آئندہ)

سنکر مجسٹریٹ ضلع بدایوں نے اپنی حفاظت کا بندوبست کیا۔ مگر کسی پولیسمین
پر اُن کو اطمینان نہ تھا۔ نہ یہ وقت اطمینان کا تھا۔ ضلع کے مغربی حصہ میں
عام طور پر خلاف ورزی قانون شروع ہوئی اور لوٹ مار ہونے لگی۔ دو
زمیندار پرگنہ اسد پور کے جو قوم کے ٹھاکر تھے۔ موضع پترایا میں اہیروں کے ہاتھ سے

نواب جھجر کے اُن کی سواری کے وقت اکثر ہوتے تھے اُسوقت بھی تھے لیکن ان نمک حراموں
نے کچھ نہ کیا دو باغی سوار صاحب بہادر کی بگھی کے پیچھے گھوڑا دوڑا کر بارادہ قتل متعاقب
ہوئے صاحب بہادر نے ایک سوار اردلی کی بندوق لیکر فیر کی ایک سوار گولی کھاکر گر گیا
دوسری بندوق صاحب کو بھری ہوئی اُن کے سوار اردلی نے نہیں دی اُنہوں نے
اپنی بگھی بھگائی قلعہ کے نزدیک آکر اُتر کر قلعہ کے اندر گئے اور پوربیہ سپاہیوں نے جو
گارد فوج کا تعینات رہتا تھا اُن سے کہا کہ دروازہ قلعہ کا بند کرو باغی آتا ہے اُس نے
دروازہ بند نہیں کیا صاحب بہادر قلعہ دار انگریز کے پاس جو قلعہ کے دروازہ پر رہتا تھا
اوپر چڑھکر چلے گئے سنا ہے کہ وہ سوار قلعہ کے دروازہ پر آکر اُترا اور شاید اور بھی اُسکے
ساتھی اُس کے اوپر چڑھ گئے اور صاحب بہادر اور قلعہ دار کے بال بچوں کو اُن بیرحموں
نے قتل کیا۔ اب جا بجا قتل شروع ہو گیا لوگوں نے اپنے اپنے دروازے بند کر لیئے اور
اپنی حفاظت کے لیئے گھروں میں بیٹھے پھر قریب شام کے ایک بہت بڑی آواز مہیب ہوئی
اور سیاہ گرد آسمان پر چھا گئی لوگ حیران تھے کہ یہ کیا آفت آئی معلوم ہوا کہ میگزین
سرکاری اُڑ گیا ایک جوانمرد انگریز اُس میگزین کے اندر محبوس ہو گیا تہا۔ اُس نے دیکھا
کہ میری جانبری کی کوئی صورت نہیں ہے۔ تب اُس نے (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

مارے گئے۔ تیسرے شخص مسلمان مسمٰے یوسف خاں کو راجپوتوں نے تھانہ بناور میں قتل کر دیا۔ ۲۵ رمئی ۱۸۵۷ء کو مسلمانوں کی عیدالفطر کا روز تھا اُس دن مجسٹریٹ ضلع کو یہ غلط اطلاع کسی نہ کسی طرح پہونچی کہ یہاں کے اہل اسلام بعد نماز عید بلوہ کرینگے۔ صاحب مجسٹریٹ نے یہ خبر سُنکر

میگزین میں آگ دیدی اور اپنے کو ہلاک کیا اور جو باغی اُس کے نزدیک تھے وہ اور بہت سے تماشائی اور اشخاص راہ گیر بھی اُڑ گئے بلکہ گرد و نواح کے مکانات کو اُس میگزین کے اُڑنے سے صدمہ پہونچا۔ الغرض وہ دن اور رات جس مصیبت سے گذری کچھ بیان نہیں ہو سکتا ہے۔ اب گویا بالکل عملداری سرکار کمپنی بہادر کی شہر سے اُٹھ گئی دوسرا دن ہوا تو باغیوں کو انگریزوں کی تلاش درپیش ہوئی شہر میں جو ملازم یا خیر طلب سرکار تھے یا جن لوگوں کے نام مخبروں نے لیئے کہ اس کے گھر میں کوئی یورپین مرد یا عورت یا بچہ یا عیسائی ہے اُس کے گھر پر دوڑ آتے اور خانہ تلاشی اور لوٹ شروع ہو گئی ہمارے دادا اور چچا پر بھی ایک آفت دوسرے روز آئی اور وہ یہ تھی کہ چودھری بیگم جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں ہمارے دیوانخانہ میں عرصہ دراز سے کرایہ پر رہتی تھی اُسکے قتل اور لوٹ کیلیئے باغی آئے اور دادا صاحب اور چچا صاحب سے کہا کہ تمنے انگریزوں کو چھپایا ہے اور تمہارے اس دیوان خانے میں جو انگریز آ گئے ہے اُسکو بتاؤ اُنسے کہا کہ وہ تو مسلمان ہے اور اپنے لڑکوں سے علیحدہ رہتے ہوئے مدت ہوئی وہ اپنی جان کے خوف سے کل کے دن سے بیچاری کہیں چلی گئی ہے اور اُس کے نوکر چاکر بھی بھاگ گئے اسباب اور لڑکا اور دو ملازم باہر اور ہمارے پاس کوئی نہیں ہے (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

مشاہیر مسلمانوں کو اپنے بنگلہ پر طلب کیا اُن کا مشورہ شہر میں امن قایم رکھنے کی بابت لیا۔ اور اُن کو اُسوقت تک بنگلہ سے جانے نہ دیا جبتک کہ عید کی نماز کا وقت نہ گذر گیا۔ اُن میں سے بعض اشخاص کو یہ امر ناگوار گذرا کہ ہمکو نماز عید ادا نہیں کرنے دی۔ اسبات پر عام جماعت میں ایک سخت شورش

وہ حرامزادے کب مانتے تھے پھر سب محلہ والے اور دیگر محلوں کے عمائد لوگ دادا صاحب کے کہنے سے جمع ہو گئے اور اُن مفسدوں میں بعض اہل شہر ہی ایسے تھے جو ہماری خاندانی حالت اور ہمارے دادا صاحب مرحوم سے واقف تھے بعض اُن کے ملازم رہے تھے۔ تب سب مجمع نے بالاتفاق شہادت دی کہ وہ بیگم مسلمان ہے اُس کے اسباب کو نہ لوٹو اور ان مالکان مکان سے کچھ باز پرس نہ کرو۔ بارے خدا خدا کر کے ہمارے بزرگوں اور عزت دار عورات کی جان و مال کو ان ظالموں کے ہاتھ سے نجات ملی۔

اب جا بجا سے فوجیں جو باغی ہو گئیں تھیں دہلی میں آنی شروع ہو گئیں۔ قریب پچاس ہزار سپاہ پیدل و سوار شہر دہلی کے اندر و باہر جمع ہو گئے اور انگریز لوگ کچھ روزوں کالی پہاڑی پر جو شہر کی جانب غرب و گوشہ شمال ہے اور کشمیری دروازہ و لاہوری دروازہ سے بہت فاصلہ نہیں ہے اپنا لشکر جمع کر کے مقابلہ کو مورچہ قایم کر کے مستعد جنگ ہوئے ہر روز صبح سے فوج مقابلہ کو شہر سے جایا کرتی تھی اور پہاڑی پر سے فوج انگریزی اُتر کر مقابلہ ہوا کرتا تھا اور دونوں جانب سے آدمی قتل ہوتے تھے انگریزی فوج نے چند مورچہ پہاڑی پر توپوں کے قایم کیئے تھے اور شہر کی فصیل پر کشمیری دروازہ و لاہوری دروازہ وغیرہ پر اور ثمن برج پر فوج باغی نے توپوں کو لگایا تھا تمام رات ہر دو جانب سے گولہ باری ہوتی تھی (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

اندر بےہمی پیدا ہوگئی مگر عمائدینِ مسلمانوں نے عوام کی اس بےہمی کو فرو کردیا اور کسی قسم کا ہنگامہ نہ ہونے دیا۔ مجسٹریٹ ضلع کو اس امر کی نہایت فکر تھی کہ ایسا نہ ہو شہر میں بلوائی بلوہ کریں اور خزانہ لوٹ لیں۔ خزانہ کی حفاظت پر گارڈ فوج دیسی پلٹن نمبر ۲۸ بریلی کا متعین تھا مگر وہ بزدل تھا اور اُنپر کوئی

شہر کے اندر کے مکانات جو پہاڑی کے قریب واقع تھے وہ سب شکستہ ہو گئے تھے اور بازاروں اور گلیوں میں جب بم کے گولے پھٹ کر اور ٹکڑے ہو کر گرتے تھے تو اکثر اشخاص زخمی ہوتے تھے چنانچہ ایک روز قریب نمازِ مغرب کے اُس بالاخانہ پر جسکا میں اوپر ذکر کرچکا ہوں ایک گولہ بم کا آکر پھٹا میں بھاگ کر مع اپنے چچا صاحب کے اندر چلا گیا اور میرے اُستاد مولوی محمد حسین صاحب بدحواسی میں چارپائی کے نیچے جو صحن میں پڑی تھی چھپے اس حرکت پر انکی سب لوگ ہنستے رہے کہ چارپائی اُن کو کیا پناہ دیسکتی تھی اگر گولہ یا کوئی ٹکڑہ گرتا۔ بارے خیر گذری کہ وہ بچ گئے اور ایک ٹکڑا گولہ کا ہمارے ایک دوسرے مکان میں ایک تیلی رعایا رہتا تھا اُس کے گھٹنے کے پاؤں میں لگا فوراً پاؤں ٹوٹ گیا۔ چار مہینے تک یہ حال تھا کہ شہر کے اندر کوئی فرد بشر اطمینان سے نہیں رہتا تھا ہر وقت ملک الموت کا سامنا تھا مکان میں روئی کے لحاف گودڑیاں پانی میں تر کیے رکھی رہتی تھیں۔ جسوقت گولے قلعہ شکن آکر گرتے فوراً اُسپر یہ چیتھڑے تر ڈالدیئے جاتے تھے تاکہ وہ سرد ہو کر اُسی جگہ رہجائیں۔ الغرض چار مہینے کوئی دن اہالیان شہر پر بہت سختی سے گذرے۔ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو دس یا پندرہ روز بعد ایک اور واقعہ پیش آیا۔ حکیم محمد احسن اللہ خاں وزیر ابوظفر بادشاہ پر تلنگوں کو شبہ اس امر کا ہوا کہ یہ انگریزوں سے ملے ہوئے ہیں۔ (بقیہ نوٹ بصفحۂ آئندہ)

زیادہ اعتماد مجسٹریٹ ضلع کو نہ تھا۔ الغرض ۲۵ مئی ۱۸۵۷ء سے ۲۷ مئی تک دو روز ایسی نازک حالت میں گذرے۔ تیسرے روز شام کو مسٹر فلپ صاحب مجسٹریٹ ضلع ایٹہ جو اپنے ضلع کا ہنگامہ فرو کرنے کے لیئے بریلی کو فوجی امداد لینے کی غرض سے جا رہے تھے راستہ میں بدایوں ٹھہرے

دفعتًا فوج باغیوں کی اُن کے مکان پر چڑھ آئی حکیم صاحب اُس سے پہلے قلعہ کو جا چکے تھے۔ اُن کے محلسرا جو دہلی میں ایک اعلےٰ درجہ کا مکان تھا اور عمدہ اسباب فرش وغیرہ سے آراستہ اُس میں تلنگوں نے اپنی رہائش کی۔ ہمارے دوست خاں صاحب حکیم ظہیر الدین صاحب نے جو راقم کے ہم عمر ہیں بہ ہیبت عوام کے مستورات کو مکان زنانخانہ سے بالاخانہ کی راہ سے ہمسایوں کے مکان میں اُتار دیا اور خود بھی چلے گئے۔ حکیم غلام نجف خاں صاحب پدر حکیم ظہیر الدین صاحب قریب موصوف کے بہنوئی تھے بعض صاحب باہر دیوانخانہ میں حکیم صاحب کے رہتے تھے۔ اور ہمارے خاندان کے ایک معمر شخص صاحب بھی وہیں مقیم تھے جب بلوائی اندر مکانات حکیم صاحب کے آئے اُن کی ہمراہی میں شہر کے لوٹیرے بھی تھے اُسوقت ایک لوٹیرے نے ان سے یہ کہا کہ اگر تلنگوں کو یہ معلوم ہوا کہ تم حکیم صاحب کے رشتہ دار ہو فورًا قتل کر ڈالیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم لوگوں کے ساتھ میں تم بھی کچھ اسباب مثل حقہ وغیرہ کے ہاتھ میں لیلو تاکہ تلنگے تمکو ہمارا ساتھی سمجھیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا کسی نے قالین بغل میں دبایا اور کسی نے حقہ ہاتھ میں لیا اور پھاٹک سے باہر نکل آئے۔ اب تلنگوں نے تمام اثاث البیت حکیم صاحب کا لوٹ لیا اور تمام شیشہ آلات کو توڑ ڈالا اور مکانات کو برباد کیا۔ حکیم صاحب کی جان بسفارش (بقیہ نوٹ صفحہ آیندہ)

اور تنہا مجسٹریٹ ضلع بدایوں کے بنگلہ پر آئے اُنکو بھی بدایوں کی کیفیت دیکھکر نہایت مایوسی ہوئی وہاں سے اُنہوں نے ایک چٹھی کمشنر بریلی کو لکھی۔ کمشنر بریلی نے یہ جواب دیا کہ ہم بدایوں اور نواح بلسی کے بلوہ فرو کرنے کے واسطے ایک دیسی فوج انگریزی افسر کی ماتحتی میں بھیجتے ہیں

ابوظفر شاہ کے چچی اب لڑائی کا عجیب انداز تھا صبح کے وقت سے فوجیں شہر کے اندر سے لاہوری دروازہ اور کشمیری دروازہ سے باہر جاتیں اور دن بھر باڑہ بندوقوں کی چھانیں نے چلتی اور شام کو پھر فوج واپس آتی ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شخص مرزا اختار بیگ نامی جو کوچہ رودگران میں رہتے تھے اور ہمارے چچا صاحب کے بہت دوستوں میں تھے وہ اور چند اور لوگ لاہوری دروازہ کے متصل ایک مکان کو جو اُن کے دوست کا تھا اور اُس مکان پر سے میدان لڑائی کا نظر آتا تھا تماشا دیکھنے جاتے تھے۔ میں بھی اُن کے ساتھ ہولیا۔ ہر چند وہ مجھکو بھگاتے رہے مگر میں نے اُن کا پیچھا نہ چھوڑا۔ آخرش وہ اپنے دوست کے مکان کی چھت پر جو شہر پناہ سے ملی ہوئی تھی چڑھکر تماشا لڑائی کا دیکھنے گئے وہاں فصیل شہر پناہ کے روزنوں سے ایک عجیب ہنگامہ جنگ نظر آتا تھا۔ اتفاقاً اُس روز نصیر آباد کی چھاونی کی پلٹن نمک حرام جو باغی ہوکر آئی تھی اور نہایت جنگجو مشہور تھی مقابلہ کے لیئے پہاڑی کی طرف چلی۔ فوج انگریزی پہاڑی پر نظر آتی تھی ہر چہار طرف پہاڑی کے ایک نہر دریا سے کاٹ کر انگریزوں نے نکالی تھی تاکہ غنیم اس طرف دفعتاً نہ آسکے۔ البتہ ایک راستہ اپنی فوج کی آمد رفت کے لیئے ایک جانب رکھا تھا اور اس طرف مورچہ مستحکم تھے شہر سے جو پلٹن کے سوار دروازہ سے باہر نکلتے اُنپر حملہ کرتے (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

اس خبر سے دونوں صاحب بہت خوش ہوئے تھوڑے عرصہ میں اُنکی خوشی مفقود ہوگئی کیونکہ یکم جون ۱۸۵۷ء کو جبکہ فوج کی آمد کی امید تھی یہ خبر بریلی سے ہر دو صاحبان کو ملی کہ وہاں کی فوج نے بغاوت اختیار کی اور کچھ انگریز مارے گئے کچھ جان بچاکر نکل گئے - اب باغی بدایوں کی طرف بڑھ رہے ہیں ہر دو

توپ کے پہاڑ کی جانب سے آکر گرتے فوج غنیم پسپا ہوکر بہین ویسار کو بھاگ جاتی اور خالی بندوقوں کی باڑھ پہاڑی کی جانب کو فیر کرتی - لیکن نصیر آباد کی پلٹن کا صوبہ دار بہت جری اور بہادر شخص تہا اور قواعد جنگ سے خوب واقف تھا - جسوقت شہر پناہ سے وہ فوج لیکر باہر نکلا تو اُسپر گولہ باری ہوئی مگر اُسکا قدم برابر سڑک کے ادہر اُدہر نہ ہوا اور سیدہا پہاڑ کی جانب چلا گیا اور اُس کی فوج برابر اُسکے پیچھے قدم بقدم جاتی تہی اور جو سپاہی مرتا تھا یا زخمی ہوتا تہا اُس کو پیچھے سے اور فوج والے ڈولیوں میں ڈالکر شہر کے اندر لاتے تھے اور سقوں کی قطار بہی پکہالوں میں پانی لئے پیچھے پیچھے فوج کے جاتی تہی - الغرض وہ دامن کوہ کے نیچے تک پہونچ گیا تو اب زد گولے سے اُسکی فوج محفوظ رہی کیونکہ گولہ آگے بڑہکر گرتا تہا وہاں اُس نے اپنی پلٹن کے دو حصے کیئے اور بگل بجایا - نصف حصہ اُس کی پلٹن کا جانب جنوب بہاگتا ہوا چلا گیا - لوگوں نے یہ خیال کیا کہ شکست فاش ہوئی اور نصف فوج کا مقابل کھڑا رہا - جو نصف حصہ بھاگ کر جانب جنوب گیا تہا وہ دفعتاً زمین میں گر ااور اپنے آپ کو چھپایا - اب فوج گورہ اور سکھ سرکار کی پہاڑی پر سے اُترے اور دونوں جانب سے ایک ایک باڑھ بندوقوں کی سر ہوئی آپس میں فریقین کے کچھ آدمی مارے گئے - پھر دفعتاً تلنگوں کا وہ حصہ فوج جو لڑ رہا تہا وہ جنوب کی جانب کو ہٹنا (بقیہ نوٹ بصفحہ آئیندہ)

مجسٹریٹ صاحبان کو یہ تشویش ہوئی کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ مسٹر فلپ صاحب
فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے ضلع کی جانب جنوب یعنی گنگا کنارے کی
طرف کو کوچ کر گئے اسوقت تک راستہ بند نہ تھا۔ مسٹر ایڈوارڈس صاحب
مجسٹریٹ بدایوں۔ بدایوں میں مع اشخاص ذیل کے یعنی مسٹر ڈونلڈ صاحب

شروع ہوا اور متفرق بندوقوں کی آوازیں ہٹنے میں کرنے جاتے تھے فوج سرکار بڑھتی جاتی
تھی اور اُن کو دباتی تھی جب لڑنے والے اپنے اُس حصہ فوج کے قریب پہونچے جو گھات میں
بیٹھا ہوا تھا تب اُس پلٹن کے صوبہ دار نے ایک بگل بجوایا کہ جس سے اُسکا وہ حصہ فوج جو
مقابل میں لڑتا ہوا ہٹتا آتا تھا اک بارگی یمین ویسار کو ہٹا چونکہ فوج انگریزی سامنے تھی وہ حصہ
فوج تازہ دم تھا اُس نے کھڑے ہو کر ایک باڑہ بندوقوں کی چلائی اسمیں فوج سرکاری کا
نقصان زیادہ ہوا مگر وہ اپنی جگہ پر قایم رہے اور مدد پہاڑی سے اُن کو آگئی اب لڑائی
اُس روز کی ختم ہوئی اور دونوں طرف کی فوجیں اپنے اپنے مرکز اصلی پر واپس گئیں یہ قواعد
دان فوج سرکار انگریزی کی نہایت عمدہ تھی لیکن ان نمک حراموں نے اپنے محسنوں پر
اُس داؤ کو جو انہیں سے سیکھا تھا چلایا بقول شیخ سعدی علیہ الرحمۃ ؎

کس نیاموخت علم تیر از من + کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

اب شہر میں یہ کیفیت ہوئی کہ اگر اس عرصہ میں کوئی ہندو یا مسلمان مرگیا تو اُس کو باہر شہر کے لیجانا مشکل
تھا۔ تلنگوں کو یہ بدگمانی تھی کہ شہر والے پہاڑی پر رسد جنازہ بنا کر پہونچاتے
ہیں جو جنازہ شہر سے باہر لیجاتے اُسکا منہ کھولکر دیکھ لیتے تھے۔ اتفاقاً ہمارے ہاں ایک
اصیل جسکا نام ماما بتّو تھا اُن کو بھی اسی زمانہ میں پیام اجل آیا وہ ایک (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

اور اُن کالڑکا جونیل کی تجارت ضلع بدایوں میں کرتے تھے اور مسٹر گبسن صاحب گرد اور پرمسٹ جو چند روز سے کسی کام کو بدایوں آئے تھے اور آکر مصیبت میں پھنس گئے تھے اور مسٹر اسٹوارٹ سر دفتر کلکٹری بدایوں معہ اپنی بی بی اور بچوں کے صاحب مجسٹریٹ کے بنگلہ پر موجود تھے یکم جون ۱۸۵۷ء کو مسٹر ایڈوارڈس نے اپنے ان مہمانوں کو علیحدہ کمرہ میں اکٹھا کیا اور اپنی حفاظت جان کے واسطے ملکر سب نے دعا کی - ہر چند صاحب بہادر نے مسٹر اسٹوارٹ صاحب اور مسٹر گبسن صاحب اور ڈونلڈ صاحب نے بہت کہا اور سمجھایا کہ تم لوگ مجھکو چھوڑ کر بھاگ کی راہ لو ابھی موقع ہے - اکٹھے ہو کر رہنے میں نہایت خطرہ ہے میں اپنے ضلع کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا ہوں - تم لوگوں کو کیا ضرورت ہے جو میرے ساتھ رہکر اپنی جان کو خطرہ میں ڈالتے ہو - اور میرا فرض منصبی اپنے ضلع کو چھوڑنے کا نہیں ہے کیونکہ میں ذمہ دار ہوں - لیکن وہ لوگ مسٹر ایڈوارڈس کا پیچھا نہیں چھوڑتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہاں سے زیادہ اور کہیں امن کی صورت نہیں ہے - اُسی روز مجسٹریٹ کو یہ خبر ملی کہ بریلی سے باغیوں کی جماعت آتی ہے - چار بجے شام تک گارڈ کا افسر صلاحیت خزانہ کی رپورٹ کرتا رہا کو

بڑھی عورت تھی ہمارے قبرستان موروثی جہاں ہمارے جد دفن ہیں حضرت محبوب الٰہی میں ہیں - چونکہ وہاں سے فاصلہ بعید تھا اسواسطے قدم شریف کے حظیرہ میں اول ماما کا دفن کرنا تجویز کیا گیا اُن کا جنازہ لیکر فراش خانہ کی کھڑکی سے جب لوگ باہر ہوئے تو قدم شریف کے میدان میں پہاڑی پر سے جسوقت فوج انگریزی نے (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

مجسٹریٹ کے پاس آیا۔ مجسٹریٹ نے اُس سے علیحدہ لیجا کر پوچھا کہ سچ بتاؤ کیا
حال ہے۔ اُس نے قسم کھا کر کہا کہ بریلی کے بلوہ کی خبر ہمارے کسی سپاہی کو
نہیں ہے۔ مگر شہر کی نازک حالت دیکھکر ہمارے جوان ڈر رہے ہیں اُس نے
صاحب سے یہ منت کی کہ آپ چلکر گارڈ والوں کے پاس رہیئے تاکہ اُن کو
اطمینان ہو۔ اولاً صاحب مجسٹریٹ بہادر کو اُس کی قسموں پر یقین ہوا کہ یہ سچا
آدمی ہے اور اُنہوں نے اُس کو جواب دیا کہ تم چلو میں پیچھے سے آتا ہوں۔ اپنی
بگھی منگوائی اور قریب تھا کہ وہ سوار ہو کر روانہ ہوں لیکن وزیر سنگھ اردلی جو
بڑا خیر طلب تھا اور قوم کا سکھ تھا اور عیسائی ہوگیا تھا مانع ہوا اُس نے کہا کہ یہ
افسر گارڈ دغا باز ہے آپ کو دھوکہ سے بلا گیا ہے۔ آپ ہرگز نہ جائیے۔ صاحب
نے اُس کی نصیحت مان لی اور بگھی واپس کی۔ خدا نے اُن کی جان اس موقع پہ
بچائی۔ ۲ جون کو صبح کے چار بجے یہ خبر لی کہ اب باغی بریلی سے قریب بداؤں
کے آگئے اور خزانہ کے گارد نے کھلم کھلا بغاوت شروع کردی اور خزانہ لٹنے لگا
اور جیلخانہ توڑ ڈالا گیا مار پیٹ شروع ہوگئی پولیس والے وردی پھینک پھینک کر
بھاگ گئے۔ اسوقت صاحب مجسٹریٹ بہادر ایک بابو جو اُن کی میم صاحبہ کا ہتا

دیکھا کہ کچھ آدمی اکٹھے جاتے ہیں توپ کا منہ اُس طرف کو پھیر کر گولے برسانا شروع کیئے مگر
خدا حافظ تہا کسی نے گولی یا گولا نہ لگا اور اُن ماما کو دفن کر کے سب لوگ واپس آتے۔ اب یہاں
تانگوں نے بادشاہ ابوظفر کو مغل کا کٹھ پتلے کے برائے نام حکمراں بنا رکھا تہا۔
بخت خاں بریلی سے فوج لیکر دہلی میں آگیا تہا چونکہ اُس کے ساتھ (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر)

اور نہایت تیز رفتار تھا سوار ہوئے اور مسٹر ڈونلڈ اور کپتن صاحب بھی اُنکے
پیچھے ہوتے۔ یہ ارادہ کیا کہ مرادآباد کی سڑک پر ہو کر پہاڑوں پر چلے جائیں۔
لیکن وہ سڑک مفسدوں کے مجمع سے گھری ہوئی تھی۔ تب صاحب راستہ
کترا کر شیخوپور کے راستہ کو چلے۔ وہاں اثناء راہ میں اُن کو شیخ محمد شرف الدین
رئیس و زمیندار شیخوپور ملے۔ اور مسٹر ایڈوارڈس مع اپنے ہمراہیوں کے
شیخ صاحب کے ساتھ ہو کر شیخوپور پہونچے۔ شیخ صاحب موصوف نے مجسٹریٹ
صاحب بہادر سے یہ کہا کہ میں صرف آپ کو تنہا پناہ دے سکتا ہوں اور کسیکو نہیں۔
لیکن صاحب کی حمیت قومی نے یہ گوارا نہ کیا کہ صرف اپنی جان بچائیں اور اپنے
بھائیوں کو ہلاکت میں چھوڑ دیں۔ غرض سب صاحب لوگ شیخوپور پہونچے۔ صاحب
کا بنگلہ اور دیگر بنگلہ جات بدایوں میں باغیوں نے جلا دیئے اور لوٹ لیئے۔ ان
حالات کو مسٹر ایڈوارڈس صاحب نے اپنے روزنامچہ میں جسکا اردو ترجمہ شمس العلماء
مولوی نذیر احمد صاحب نے کیا ہے اور مصائب غدر کے نام سے نولکشور پریس
میں چھپا ہے بتفصیل لکھا ہے۔
جب صاحب موصوف شیخوپور پہونچے تو شیخ حمید الدین برادر عم زاد شیخ شرف الدین نے

جمعیت کثیر تھی اُسکا کہنا سب باغیوں میں زیادہ چلتا تھا۔ کیا خوب فغاں دہلی میں ایک شاعر نے
لکھا ہے۔

اہل دہلی نہ کریں بخت کا شکوہ کیونکر ہ بخت خاں جی جو ہوئے باج ستاں دہلی میں

اب اس کمبخت نے روپیہ کی تحصیل کی یہ صورت نکالی کہ جو لوگ ملازم سرکار انگلشیہ تھے یا وکیل تھے
(بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

اُن کو یہ رائے دی کہ آپ لوگوں کا یہاں مقیم رہنا مناسب نہیں ہے کیونکہ باغی شہر سے خبر پاکر فوراً شیخوپور پر حملہ کرینگے اور ہم کچھ حفاظت اپنی اور آپ کی نہ کر سکیں گے۔

الغرض صاحب مجسٹریٹ کو شیخ شرف الدین اپنے ساتھ لیکر اپنے موضع لکھوڑہ کو جو شیخوپور سے قریب چار کوس کے جانب جنوب گنگا کے کنارہ پر ہے لیگئے۔ اس کی تھوڑی دیر بعد رسالہ کے باغی شیخوپور کے راستہ پر اور شیخوپور پہونچ گئے۔ لیکن وہاں اُن لوگوں کو مجسٹریٹ صاحب نہ ملے۔ اگرچہ شیخ حمید الدین کے کہنے سے صاحب کو ملال ہوا تھا کہ ہمکو اپنے گھر سے نکالتے ہیں لیکن بعد کو صاحب کو پورا یقین ہو گیا کہ اُس بڈھے شیخ کی رائے صائب تھی مسٹر اسٹوارٹ اور اُن کے بچوں کو صاحب نے راستہ میں چھوڑ دیا تھا کیونکہ اُن کے پاس صرف ایک بگھی تھی جو سڑک خام پر نہیں چل سکتی تھی وہ کھیتوں میں چھپ رہنے کے سوا اور کوئی تدبیر نہ کر سکے وزیر سنگھ اور سلطان محمود خاں جو ملازم سرکاری تھے اور آخر تک نمک حلال رہے وہ صاحب کے ساتھ تھے۔ پھر لکھوڑہ سے وہ گنگا پار بٹیالی وغیرہ کو چلے گئے۔

باقبال دہاجن۔ اُن لوگوں سے تاوان لیا جاوے اس معاملہ میں ہمارے چچا مرحوم بھی کئی مرتبہ قلعہ میں بلائے گئے اور بطور نظر بندوں کے بٹھائے گئے اُن سے اول ایک ہزار روپیہ طلب کیئے گئے پھر پانچسو روپیہ مانگے گئے اُسوقت سب اہل والوں کو تشویش تھی کہ روپیہ پانچسو نہیں ہے کیونکہ مفلسی ہوگئی۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب مرحوم نے ایک رقعہ مفارشی (؟) میں عم مرحوم کے مرزا خضر

(بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

اب ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر شہر بدایوں کے مسلمانوں کی نسبت یہ خیال کیا جائے کہ انہوں نے بغاوت میں کوئی حصہ لیا تو یہ غلط ہے جیسا کہ اس امر سے ثابت ہے کہ باوجود اسکے کہ بعد رمضان المبارک کے عید الفطر کی نماز مسلمانوں کے مذہب میں واجب ہے لیکن اپنے مجسٹریٹ ضلع کے کہنے سے عمائد مسلمانان شہر نے تا وقتیکہ صاحب اجازت نہ دیں اُن کے بنگلے پر اپنے آپ کو حاضر رکھا اور نماز کو نہ گئے اور اُنکی حفاظت کے واسطے مشورہ کرتے رہے اور پھر جبتک باغی بدایوں میں بریلی سے نہ آ گئے کسی قسم کا بلوہ شہر بدایوں میں نہیں ہوا اور بلوائیوں کو صاحب کے بنگلہ پر جانے سے باز رکھا ورنہ کئی روز تک جو صاحب مجسٹریٹ تنہا اپنے بنگلہ میں رہے۔ اگر شہر والوں کا ارادہ بد ہوتا تو اُن کو نقصان پہونچانے کا بہت موقع تھا۔

ہماری اس رائے کی تائید خود روزنامچہ صاحب مجسٹریٹ بہادر سے ہوتی ہے۔ ودیم مسلمانوں نے صاحب مجسٹریٹ کے ساتھ نہایت ہمدردی کی اور مسلمانوں کا

سلطان شہزادہ کو کہ جو خلف ابوظفر شاہ کے تھے اور مرزا غالب کے شاگردوں میں تھے اس مضمون سے لکھا کہ میں آپ سے یقیناً کہتا ہوں کہ یہ سال بھر سے یہاں وکالت کرتے تھے ان کے پاس کچھ نہیں ہے نہ انہوں نے استفادہ وکالت میں پیدا کیا آپ ان کو معاف کرا دیجئے۔ یہ حافظ ابو المویدخاں کے پوتے ہیں میرے شاگرد ہیں اور میں ان کو اپنا عزیز سمجھتا ہوں۔ قصہ کوتاہ شہزادہ صاحب نے ہمارے چچا کو اس نظر بندی سے نجات دلائی اور یہ بلا دینے کسی تاوان کے گھر کو آئے۔ اب یہ فکر درپیش تھی کہ بقول مرزا غالب (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

ایک مشہور خاندان شیوخ فاروقی اُنکی جان بچانے کا باعث ہوا جیسا کہ اوپر ہم
لکھ چکے ہیں اور اہل ہنود شہر نے بھی کوئی بغاوت اختیار نہیں کی -
عوام الناس جو قیدی کی حیثیت سے جیلخانجات بریلی بدایوں اور مراد آباد سے
چھوٹے تھے اور جو فوج سرکاری باغی ہوکر آئی تھی اُنہوں نے بنگلوں اور
خزانہ سرکاری کو لوٹا اور اس ضلع میں جو کچھ غدر کا اثر ہوا وہ زیادہ تر ساکنان ضلع
کے آپس کے عناد کی وجہ سے ہوا - اور بعض اشخاص بوجہ رنج و عناد سابقہ
مرتکب نقصان ایک دوسرے کے ہوئے اور قوم اہیر و ٹھاکر وغیرہ سے بعض
لوگ جنکی جائدادیں مہاجنوں کے ہاتھ سے تلف ہوئیں تھیں باعث بدامنی
ضلع کے ہوئے - پھر جو لوگ چوری پیشہ اور ڈاکو تھے اُن کو بدانتظامی سے
نفع اُٹھانے کا موقع ملا اس موقعہ پر ہم یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ کچھ خلاصہ
مسٹر ایڈوارڈس مجسٹریٹ بہادر کے روزنامچہ سے درج کریں جس سے
یہ ظاہر ہوگا کہ بدایوں میں بغاوت کے کیا اسباب تھے - ہمکو صاحب بہادر

مرحوم عم ہیچ تو بیدل ہیں رہیں اور ہم کھائیں جگے کیا + کیونکر کوئی سرمایہ پاس نہیں رہا جو کچھ
تھا وہ اس بیکاری میں صرف ہوا - کتابیں جو ہمارا اصلی سرمایا تھیں اُن کی آمدنی مسدود
کیونکہ وہ پہاڑی کی جانب واقع تھیں اور وہاں جانا محال تھا - وطن یعنی بدایوں سے روپیہ
کا منگانا بھی دشوار تھا ڈاک اور ہنڈی وغیرہ کا سلسلہ بند تھا خیال کیا گیا کہ بہتر ہوگا کہ
جو اس شہر پر آشوب سے نکل جائیے اور اپنے وطن چلو پہنچیں
ابتدائے ستمبر [illegible] مطابق [illegible] موقعہ دہلی کو ہم اس حالت میں چھوڑ کر [illegible] (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

کی اطلاعات سے کلیتًا اتفاق ہے کہ ضلع بدایوں یا دیگر حصص روہیلکھنڈ میں جو غدر ہوا وہ ابتداءً کسی مذہبی جوش یا کارتوس وغیرہ کے استعمال کا نتیجہ نہ تھا بلکہ صاحب ممدوح اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ۔

جب نیل والے صاحب یعنی ڈونلڈ صاحب اور ان کا لڑکا مجھ سے آملے یہ لوگ پرگنہ اجھیانی میں رہتے تھے وہاں ان کو جان کا خوف ہوا اور بچاؤ کے لیئے یہاں چلے آئے گبسن صاحب گرداور پرمٹ نے بھی میرے گھر پناہ لی یہ بیچارے چند روز کے واسطے کسی کام کے لیئے اس ضلع میں آئے تھے آکر پھنس گئے اسی طرح سٹوارٹ صاحب میرے دفتر کے کرانی بھی اپنی بیوی اور بچوں کو لیکر میرے یہاں آرہے ان لوگوں کو یہ خیال تھا کہ میں ان کو بچا سکتا ہوں حالانکہ کئی انگریزوں کے اکٹھے ہو کر رہنے سے خواہ مخواہ لوگوں کو بھرم ہوا اور ہمارے لیئے خطرہ زیادہ ہو گیا اور ساتھ ہی میری نقل و حرکت کو

تلنگوں کو روز بروز لڑائی میں شکست فاش ہوتی تھی اور وہ بھاگتے نظر آتے تھے سرکار انگلشیہ کے فتح کے آثار نمایاں تھے۔ فوج سرکاری شہر پناہ کے نیچے تک آچکی تھی ہمکو بدایوں جانے کے واسطے سواری کی تدبیر درپیش تھی کہ اتفاق سے ایک بہلی دہلی سے بلند شہر تک بتیس روپیہ کرایہ پر دستیاب ہوئی۔ ۱۳ ستمبر ۱۸۵۷ء بوقت صبح مستورات اور ہم بچے اس میں سوار ہوئے اور ایک گھوڑی ساتھ میں تھی اسپر ہمارے دادا صاحب مرحوم سوار تھے ایک شخص حسین بخش نامی ساکن بدایوں جو مولوی فیض بخش صاحب و علی بخش صاحب کے ہمنام تھے (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

رہا میں تو مطمئن تہا کہ جہانتک میں اکیلا ہوں اپنی امن کیلیئے تدبیر کرسکتا ہوں کیونکہ ضلع میں ایسے بہت لوگ میرے دوست تھے جو مجھکو پناہ دیسکتے تھے بلکہ یہ لوگ خود اسکے آرزومند تھے لیکن بہت سے آدمیوں کو پناہ دیکر اپنی امن کو تذبذب میں ڈالدینا کسی طرح پسند نہیں کرتے خصوصًا اس سبب سے کہ ان میں بعض لوگوں نے ایسی زمینداریاں مول لی تھیں جو ہماری دیوانی عدالتوں کی ڈگریوں میں سختی کے ساتھ نیلام ہوئی تہیں اور اسی سبب سے ضلع کے لوگ ان سے عداوت رکہتے تھے پچھلے بارہ یا پندرہ برسوں میں ایسے نیلام بڑی کثرت سے ہوئے اور تحصیل مالگزاری کے ایسے طریقے جاری ہوئے کہ ملک کے رئیس لوگ برباد ہوگئے اور دیہات کے جتھے لوٹ گئے ہیں تو انہیں وہ باتوں کی طرف اپنے ضلع اور دیگر اضلاع ملحقہ کی بے بندوبستی منسوب کرتا ہوں اکثر ذی رتبہ اور مقتدر خاندانوں کے

اس ہنگامہ میں وہ بہی سوئے اتفاق سے دہلی میں گہر گئے تھے۔ ساتھ میں تھے جب ہم سب لوگ مکان سے روانہ ہوکر متصل لال قلعہ شہر پناہ کے دروازہ سے باہر جانے کے واسطے پہونچے تو ایک ہنگامہ عجیب قیامت خیز نظر آتا تہا یعنی ہزارہا آدمی سکنائے شہر اور تلنگوں کی فوج باہر شہر سے جانے کے واسطے شہر پناہ کے دروازہ سے خاص بازار تک قلعہ کے نیچے جمع کیئے ہوئے کہڑی تہی اور دروازہ شہر پناہ کا بند تھا جو تلنگے فوج کے دروازہ پر متعین تھے وہ دروازہ نہیں کہولتے تھے اس خیال سے کہ شہر والوں سے اور ... تلنگے بہاگتے ستے جو فوج مقابلہ کررہی تہی وہ بہی بے دل

علاقے فریب یا دغابازی سے چھن گئے اور اجنبی لوگوں مثلاً مہاجنوں
یا سرکاری ملازموں نے جنکا پاس یا دباؤ رعایا پر مطلق نہ تھا خرید لیے
یہ لوگ خود بھی اپنے خریدے ہوئے علاقوں سے علی الاکثر غیر حاضر رہا
کرتے ہیں یا تو وہاں رہنے سے ڈرتے ہیں یا وہاں کا رہنا ان کو خوش
نہیں آتا کیونکہ ان کو وہاں کے لوگ غاصب اور دخیل بیجا کی طرح
دیکھتے ہیں پھر ان چھنے ہوئے علاقوں کے مالکان قدیم اُس آراضی
پر جو پہلے کبھی اُن کی اپنی تھی کاشتکارانہ قابض ہیں اور اپنی حالت
کا انقلاب اُنکو نہایت رنجدہ ہوتا ہے گو قبضۂ مالکانہ آراضی ان کے
ہاتھ سے نکل گیا لیکن رعایا کی محبت اور ہمدردی پر ویسا ہی مستقل موروثی
قبضہ رکھتے ہیں جیسا ہمیشہ سے چلا آتا ہے اور رعیت بھی آمادہ و مستعد
ہے کہ جب کبھی اُن کے کھویا کھویا ہوا درجہ یا اپنے علاقوں پر قبضہ حاصل
کرنے کا ارادہ کریں اُن کا ساتھ دے ضلع بدایوں میں اس طرح

ہوکر بھاگ جائیگی اور صاحبان انگریز کی فوج داخل ہو جائیگی - اب جس جگہ کہ مجمع کثیر تھا وہ جگہ آماجگاہ
گولہ توپ کی تھی - پہاڑی پر سے بلا مبالغہ صدہا گولہ قلعہ کی طرف آتا تھا اور قلعہ کی دیوار میں لگ کر ایک
سیاہ دھبہ سنگ خارا پر بناکر خندق کے اندر یا سڑک کے اوپر گر کر لڑھکتا تھا اور اُسی سے صدہا
آدمی زخمی ہوتے تھے - اب ہماری گاڑی بھی اُسی مجمع میں کھڑی ہے نہ آگے جا سکتی ہے نہ پیچھے
ہٹ سکتی ہے . اُسوقت مولوی محمد عزیزالدین صاحب میرے چچا مرحوم نے یہ تدبیر سوچی کہ وہ
خود قلعہ کے اندر گئے اور میں اُن کے ساتھ تھا قریب چار گھڑی یا پہر بھر دن کے (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

مالکان قدیم ابتک موجود ہیں لیکن کاشتکاری کی حالت میں نہ مالکیت کی جو لوگ ان کی جگہ زمین کے مالک ہوئے ہیں اُنمیں سے کسی کو وہ قوت اور دبائو حاصل نہیں کہ امن خلایق کے قایم رکھنے میں کچھ میری مدد کرسکتا بلکہ برخلاف اسکے رعیت میں سے جو لوگ کہ سب سے پہلے مجھ سے مدد مانگنے آتے ہیں یہی مالکان جدید تھے جنسے مجھکو یہ اُلٹی امید رکھنی چاہیے تھی کہ بندوبست کے قایم رکھنے کے لیئے یہ لوگ وسایل کافی وذرائع وافی ہیں علاوہ بریں جو لوگ درحقیقت دہقانی لوگوں کے بڑے گروہوں کو زیر کرسکتے ہیں ہنگامہ اور شورش برپا ہونے میں فایدہ سمجھتے تھے۔

بلوے سے ایک برس بلکہ آگے میں نے حکام اعلے سے صاف صاف بیان کردیا تھا کہ دیوانی عدالتیں اپنے اختیارات بہت بُری طرح عمل میں لاتی ہیں اُن کا یہ طریقہ نہایت بے ٹھور ٹھکانے ہے کہ

پھر ہاتھا جب قلعہ کے اندر پہونچے تو شاہزادہ مرزا خضر سلطان کے دید دولت پر وہ حاضر ہوئے اور اُن کے چوبدار و عصابردار سے یہ کہا کہ اسوقت صاحب عالم کہاں تشریف رکھتے ہیں چوبدار نے جواب دیا کہ ابھی خواب راحت میں ہیں - انہوں نے اُس چوبدار سے کہا کہ ہماری اطلاع کردو کچھ ضروری عرض کرنا ہے - وہ انکار کرتا تھا یہ ردوبدل دونوں میں ہورہی تھی کہ اس عرصہ میں سُرخ پردہ کے قریب سے ایک خادم نے آواز دی کہ صاحب عالم دریافت فرماتے ہیں کیا گفتگو ہے - الغرض اُس چوبدار نے اطلاع (بقیہ نوٹ صفحہ آیندہ)

تھوڑے تھوڑے قرضوں کے لیئے منافع و مرافق آراضی نیلام کروا ڈالتی ہیں اور اس سبب سے انتظام تمدن میں خطرناک ردوبدل پیدا ہوتا ہے میں نے یہ بھی جتادیا تھا کہ اگرچہ پرانے خاندان جلد بیدخل کر دیئے جا سکتے ہیں لیکن ہم پچھلی باتوں کی یاد تو نہیں مٹا سکتے یا اُن میں اور رعایا میں جو قدیم کا تعلق ہے اُسکو تو ناپید نہیں کر سکتے میں نے صاف صاف پوست کندہ کہدیا تھا کہ ہم جوان لوگوں کے آپس کے روابط توڑ دینا چاہتے ہیں اسکے برخلاف جب کبھی کوئی بلوا ہو پڑا تو ہم پائیں گے کہ ملکان قدیم کا یہ بڑا اور دباؤ والا گروہ کہ اُسی کے ذریعے سے ہم لاکھوں آدمیوں کی دہقانی جماعتوں کو زیر اور مطیع کرنے کی امید رکھتے ہیں ہمارے مقابلے میں دشمن کی طرف اپنے موروثی ہمراہیوں اور ساتھیوں کو لیئے صف باندھے ڈٹا ہوگا میری جتانے پر کچھ التفات نہ ہوا اور میں ڈرپوک سمجھا گیا کہ تمنے اب تک

اطلاع کی اور نام بتلا کر کہا کہ ایک صاحب مولوی عزیز الدین نامی کچھ عرض کیا چاہتے ہیں۔ اُسوقت باریابی کا حکم ہوا اور یہ اندر تشریف لے گئے اور شاہزادہ صاحب سے عرض کی کہ میں مع قبایل و اطفال اپنے وطن کو جانا چاہتا ہوں۔ سپاہ فوج نے دروازہ بند کر لیا ہے اور میری گاڑی اور گھوڑے مع سواریوں کے قریب دروازہ شہر پناہ کے کھڑی ہے میں حضور سے یہ گذارش کرتا ہوں کہ آپ حکم دیجیے کہ وہ ہمکو باہر جانے دیں۔

اُسوقت صاحب عالم نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ اسوقت شہر پناہ سے (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

صرف ملکی صیغے میں نوکری کی ہے معاملات مالی میں بالکل ناآزمودہ
کار ہو اور اس باب میں رائے صائب نہیں دے سکتے اُسوقت
مجھکو یہ تھوڑا ہی خیال تھا کہ میرے اندیشے اور پیشین گوئیاں ایسی
جلدی سچی ہو جائینگی اس بلوائے عظیم کے پیشوا اور ترقی دینے والے
کوئی لوگ ہوں پر تو اُن کو پہلے سے معلوم تھا کہ ممالک شمال و مغربی
میں یہ دیہاتی لوگ ان سببوں سے نہایت برافروختہ حالت میں
ہیں اور اسی لیئے اُنھوں نے بجلی کی طرح لپکتی ہوئی چپاتیاں آمادہ
کر دیے گاؤں میں دوڑائیں یہ روٹیاں اس جلدی سے کہ عقل
حیران ہوتی ہے طول و عرض زمین پر ہو کر گذر گئیں یہ کہدینا تو
ناممکن ہے کہ یہ پہلے کہاں سے آئیں لیکن مجھکو یقین ہے کہ بارک پور
سے چلیں کہ وہاں سپاہیان باغی کے انبوہ کثیر جمع تھے چپاتیاں
میرے ضلع میں ضلع شاہجہان پور کے ایک دیہہ ملحقہ سے آئیں

باہر جانا چاہتے ہیں ۔ کیا آپ کو ہلاکت میں پڑنا ہے ۔ باہر دہاقین لوٹ لیں گے اور قتل کر ڈالینگے
شہر کے اندر آپ کو امن ہے ۔ اگر شہر کے اندر ہنگامہ رستخیز ہوا تو سب لوگوں کا حال
کیا ہوگا ۔ اُنھوں نے عرض کی کہ حضور آپ کی بندہ پروری یہ ہوگی کہ آپ مجھکو شہر سے باہر
کرا دینگے ۔ خدا حافظ اور نگہبان ہے ۔ اُس شہزادہ نیک سیرت نے ازراہ شفقت فرمایا
کہ اچھا تمکو ایک پروانہ راہداری لکھدی اور دستخطی دیں گے کہ یہ شخص ہمارے بھیجے ہوئے بریلی
کو خان بہادر خاں کے پاس جاتے ہیں کوئی مزاحم نہو ۔ جناب چچا صاحب (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

وہاں کے ایک گانوں کے چوکیدار نے ضلع بدایوں کے پاس والے
گانوں کی چوکیدار کو دو روٹیاں حوالہ کیں اور یہ حکم سنا دیا کہ چھ تازی
روٹیاں پکا کر دو تو اپنے لیئے رکھ چھوڑ اور باقی دوسرے گانوں کے
چوکیدار کو جا کر دے اور وہ بھی ایسا ہی کرے اور بحیثیت تقسیم اسی طرح
ہوتی چلی جاوے مجھکو یقین واثق ہے کہ سب قسم کے دیہاتی لوگ جنہیں
یہ روٹیاں پھیلیں اُنکے اصلی مطلب سے ایسے ہی ناواقف تھے
جیسا میں لیکن یہ تو کھلی بات ہے کہ یہ ہوشیار کر دینے کے لیئے مخفی
نشانی تھی اور لوگوں کے دل ان کے ذریعہ سے ہوشیار اور
برانگیختہ ہو گئے جب میرٹھ اور دہلی میں بلوا ہوا روٹیوں کے
معنے کھل گئے اور خلقت نے جان لیا کہ ان سے کیا مراد تھی بدایوں
میں لوگ گروہ بن بنکر اُٹھ کھڑے ہوئے اور تمام ضلع تماشا گاہ شور و
ہنگامہ ہو گیا مالکان قدیم کو جو بیدار ان نیلام کے مارڈالنے یا بیدخل

مرحوم نواب صاحب دادا نے عرض کی کہ حضور پروانہ لکھنے میں دیر ہوگی پروانہ لکھنے کی ضرورت نہیں
ہے ۔ میں حضور کے ملازم خاص اور جوگار و کے سپاہی حضور کی اردلی میں رہتے ہیں وہ
جا کر صوبہ دار سے کہکر ہمکو شہر پناہ سے باہر کرا دیں چنانچہ یہ التماس قبول ہوئی اور اللہ جلشانہ
نے اُس پروانہ سے محفوظ رکھا ورنہ وہ بھی بعد غدر عموی صاحب کا محضر قتل تصور کیا جاتا
اور ہمارے خاندان کی تباہی کا باعث ۔ قصہ مختصر دو سپاہی اُن کے ساتھ آئے اور اُنہوں
نے محافظان دروازہ شہر پناہ سے شاہزادہ صاحب کا پیام کہا ۔ اور لاجوتلنگے پھاٹک پر متعین تھے

کر دینے کا موقع ملا اور اپنے موروثی علاقوں پر پھر قابض بن بیٹھے
اب یہ اندیشہ ہے کہ ہماری رعیت کا بہت بڑا گروہ جو کشتی ہیں ہزاروں
ہی ہوں گے اور یہی لوگ حقیقتاً شخصی سلطنت کے اعضا رئیسہ ہیں
سرکار نے ہمارے ساتھ سختی کی اسی کے آئین نے ہمکو مغلوب اور
بے دخل کیا یہ لوگ تصور کرتے ہیں کہ امن کے ہوتے ہی سرکار
پہلا کام یہی کریگی کہ خریداران نیلام کو پھر قبضہ دلائے اور ہم لوگوں
کو خارج کرے مجھکو تو یقین واثق ہے کہ فوج کتنی ہی کثیر ہو ہماری
عملداری پھر نہیں بیٹھا سکتی جبتک کہ پچھلی برائیوں کی تلافی کا کچھ بندوبست
نہ کیا جائے اور کچھ ایسی قرار داد نہو جس سے پرانے خاندان بحال
کیے جائیں اور لوگ اسقدر ہم سے مانوس ہو جائیں کہ ہمارا ساتھ دینے
میں ہمدردی کریں اور اپنا فائدہ سمجھیں اور ساتھ ہی خریداران نیلام
کی بھی کما حقہ خبرگیری کی جائے مجھکو پورا بھروسا ہے کہ اگر ناراضی

انہوں نے سخت جواب دیا کہ صاحب عالم یوں ہی کہتے ہیں شہر کی خلقت بھاگنا شروع ہو گئی
ہے - فوج بد دل ہو کر ان کے بھاگنے سے بھاگتی ہے - مگر پھر تو خدا اٹھالے لئے ان کے دل
میں کچھ ایسا رحم پیدا کر دیا کہ انہوں نے شہر پناہ کا دروازہ کھولا - یکبارگی ہماری گاڑی کے
ساتھ قریب دو ڈھائی سو آدمیوں کے جو پھاٹک کے قریب تھے باہر نکل آئے اور پھر دروازہ
بند ہو گیا - اب آگے کا حال سنئے جیسے ہی ہم لوگ جمنا کی کشتیوں کے پل کی طرف بڑھے اور وہاں
سے پہاڑی نظر آتی تھی - فوج سرکاری نے ایک مجمع کثیر دیکھکر (بقیہ نوٹ بعد کو آئیگا)

نہ پائے جاتے تو دیہات کے لوگ بلوا کرتے ہیں کبھی
ں سے نہ ملتے کیونکہ وے سپاہیوں کو بُرا سمجھتے تھے
کارتوس یا اس آٹے کی طرف جسکو لوگ کہتے تھے کہ
ی ہڈی سے بنتا ہے کچھ بھی خیال نہ کیا اور نہ یہ غوغا
ا ہوا کہ دین میں کچھ رخنہ پڑنے والا ہے بہاں تو اُنکے
ا ضع اراضی اور موروثی قبضوں کا ذکر ہے جنکو وے
ن سے زیادہ عزیز رکھا کرتے ہیں اور انہیں باتوں سے
سمجھتے ہیں۔ غرض انہیں اسباب سے بلوہ شروع ہوا ۔
ں کا بنگلہ - خزانہ تحصیل بسولی کا لوٹا اور بقایا اُنسے روپیہ لیا
زائی لڑی - اور مال چھینا - پھر وہ بھاگ کر خان بہادر خاں

.

عبد الرحمن خان - خان بہادر خاں کی طرف سے ناظم

ی رُخ کر دیئے اور گولہ ہماری طرف آنا شروع ہوئے - غالباً کچھ آدمی
ہوئے لیکن حافظ حقیقی خدائے تعالی نے ہم سب لوگوں کو بچایا اور ہم
ں آباد کی سڑک پر چلے -
لئے چھوٹے واقعات کو چھوڑ کر جو اثنار راہ میں پیش آئے اُن واقعات
دہ تذکرہ کے قابل ہیں -
ہو پہنچے تو وہاں ایک ہندو کا مقام تھا - وہ قصبہ (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

بدایوں ہوئے - اور شیخ فصاحت اللہ وکیل نائب ہوئے - جسدن وہ آئے
اسی دن راجپوتوں نے قلعہ شیخوپور پر حملہ کیا اور ناکامیاب ہوئے - تھوڑے
دن کے بعد اور باغیوں نے شہر پر حملہ کیا - نئے ناظم کو امن قایم رکھنا بہت
مشکل تہا اُس نے گورنمنٹ کے ملازمان سابق کو حکم دیا کہ وہ بدستور ہماری
طرف سے کام کریں اور سب نے باستثنار چند اشخاص کے خوف جان سے
تعمیل ناظم کی کی - لیکن بہت لوگوں نے موقعہ پاکر فرار اختیار کیا - سررشتہ دار
فوجداری ڈپٹی مجسٹریٹ بنائے گئے - دو تحصیلدار پنشن یافتہ ڈپٹی کلکٹر کئے
گئے -

فوجی حالت یہ تھی ایک برگیڈیر یعنی سپہ سالار نیاز محمد خاں جنرل اور ایک
بخشی فوج کے بنائے گئے - لیکن اختلاف قومیت کی وجہ سے اہل ہنود
نے اس حکومت میں اختلاف کیا - جولائی میں بوجہ کمی روپیہ کے ناظم نے
روپیہ کی تحصیل شروع کی اور کچھ روپیہ وصول کیا - لیکن موضع کھنگ اور

تمام دہاتین نے لوٹ لیا تہا شام کو سرائے میں پہونچکر دیکھا کہ ایک بوڑھا سپاہی ہتیاری اہلیہ
جسکو بھاگنے کی طاقت نہ تھی اُس کاروان سرائے میں پڑی تھی اور کوئی شخص نہ تھا
اور اُس رات کو ایک یہ تماشا نظر آتا تہا کہ قرب وجوار کے بعض دیہاتمیں آگ لگی ہوئی
تھی اور غارتگروں نے اُن کو لوٹ لیا تہا - خدا خدا کرکے وہ رات گذری جسکو بلندشہر کی
طرف کوچ کیا اور بخیریت تمام بلندشہر میں شام کو پہونچے -
یہاں نواب ولی داد خاں کی حکومت غدر میں ہورہی تھی شہر میں امن تہا (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

رفیع آباد کے راجپوتوں نے انکار کیا تو اُن کے گاؤں جلائے گئے اسی مہینہ میں
شان بہادر خاں نے زمیندار بھٹولی کو تحصیل داتا گنج کا روپیہ وصول کرنے کو
تحصیلدار مقرر کیا لیکن قرب و جوار کے زمینداروں نے اُس کی حکومت
نہ مانی۔ اور ہرلال سنگھ ٹھاکر ساکن بکسینا کو اپنا سردار مقرر کیا۔ اُس نے اپنا
نام و ہپو دھام رکھا اور اپنی مہر میں یہ سجع کندہ کرانا چاہا۔
"پیچھے دھرتی اوپر رام * مہر کچہری دھپو دھام" ہرلال سنگھ مذکور راجپوتوں
کو لیکر بدایوں کی غارت گری کے لیئے حوالی شہر تک آیا۔ شہر کی سرحد پر
لڑائی ہوئی اور وہ شکست کھاکر بھاگ گیا۔ اگست کے مہینہ میں بنی خاں
باغیوں کی طرف سے بسولی کا تحصیلدار مقرر ہوا بسولی کے زمینداروں نے
باغی تحصیلدار کی حکومت سے انکار کیا۔ تب شیخ فصاحت اللہ فوج لیکر
اُن کی سزادہی کے واسطے روانہ ہوئے۔ راستہ میں وزیر گنج کے قریب
رہریا پرگنہ ستاسی کے راجپوتوں نے اُن کی فوج کو برباد کیا اور فصاحت اللہ

نواب صاحب اُسی روز گاؤں کے دہقین کو سزا دینے کی غرض سے مع اپنی فوج کے گئے تھے
ہم لوگ سرائے میں مقیم ہوئے جس روز ہم بلند شہر پہونچے اُس سے ایک روز پہلے دہلی میں
فوج سرکار بہادر انگلشیہ کی داخل ہوگئی تھی۔ غالباً وہ تاریخ ۱۵ ستمبر ۱۸۵۷ء مطابق ۲۸ محرم الحرام
تھی چنانچہ مرزا غالب نے اپنی کتاب دستنبو میں وہ مہینہ درج کیا ہے جیسا کہ ان
اشعار سے ظاہر ہوگا۔ ؎ اشعار

سے گر زدہلی بروں برد داد * ستمبر ستم برد آورد داد

(بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

زخمی ہوئے - لیکن نئی فوج کے اور توپ کے آنے سے جو نیاز محمد خاں بریلی سے لائے تھے - پھر لڑائی ہوئی اور انہوں نے زہریا کے راجپوتوں پر فتح پائی - موضع زہریا کو جلا دیا اور لوٹ لیا - کثیر رقم بطور جرمانہ وزیر گنج اور بسولی کے تاجروں سے وصول کی - پھر اسی مہینہ میں داتا گنج کے علاقہ کے راجپوتوں نے بدایوں پر حملہ کرنے کا قصد کیا - لیکن بدایوں جدید فوج اور توپوں سے آراستہ تھا اُس کو دیکھکر راجپوتوں کی ہمت ٹوٹ گئی تھی اُن کا پھر حملہ نہ ہوا - تحصیل گنور کے اہر اشتاب نواب کے زیر حکومت نہ تھے اُن کی مدد سے کل تحصیل گنور و بسولی کے ملازم سرکاری جنہوں نے وفاداری سے باغی گورنمنٹ کی ملازمت قبول نہ کی تھی - اپنے اپنے عہدہ کا کام نومبر ۱۸۵۷ء تک کرتے رہے -

اگست کے مہینہ میں ایک شخص عزیز احمد خاں نامی نے پرگنہ سہسوان کی مالگذاری کا ٹھیکہ خان بہادر خاں سے لیا - وہاں اس نے فوج و توپخانہ

پس از چار ماہ و پس از چار روز ✦ فروزندہ شد مہر گیتی فروز
تہی گشت دہلی ز دیوانگاں ✦ بہ ردی گرفتار شد ازنجا ں

اب فوج تلنگوں کی جوق جوق بھاگ کر بریلی جانے کے واسطے دہلی سے بلندشہر کی جانب آئی کیونکہ بریلی میں اُسوقت تک عملداری گورنمنٹ انگلشیہ نہیں ہوئی تھی - اتفاقاً قریب دو سو یا ڈھائی سو تلنگوں کے اُس رات سرائے بلندشہر میں مقیم ہوئے اُسوقت ہمارے عم بزرگوار نے مدیہ وارسے یہ خواہش ظاہر کی کہ ہم بھی آپ کے ہمراہ بریلی تک (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

رکھا اور اپنی حکومت قایم رکھی ستمبر کے مہینہ میں ایک اور ناظم بدایوں میں محمد یار خاں نامی مقرر ہو کر آیا اُسی مہینہ میں رحیم علیخاں باغی کو خان بہادر خاں نے ٹھیکہ دار سنبھلی اور سہسوان کا مقرر کیا تھا اُس نے ڈاوی اشرف علی کو نائب ٹھیکہ دار اور حسین علی کو تحصیلدار مقرر کر کے کام تحصیل کا جاری کیا۔ احمد اللہ خاں ساکن مراد آباد نے گنور کا ٹھیکہ لیا لیکن گنور کی تحصیل میں یہ کوشش ناکامیاب ہوئی باغی ٹھیکہ دار کو اہیروں نے مار کر نکال دیا۔ اکتوبر میں خان بہادر نے پرگنہ سلیم پور کا ٹھیکہ بھورے خاں کو دیا جو مالگذاری کے وصول کرنے میں ٹھاکروں سے مدد لیتا تھا۔ نیاز محمد خاں کے سپاہیوں نے اپنے رعب بٹھانے کے واسطے موضع کھرکھولی کو لوٹا اور ظالم سنگھ زمیندار کے بیٹے کو مار ڈالا۔ اپنی فوج کا دبدبہ دکھانے کو نیاز محمد خاں اوسہنٹا و سہسوان خود گیا اور سہسوان کے تاجروں پر جرمانہ کئے۔ اور اکتوبر کے شروع میں باغی سفروران کا گروہ کچھ سوار اور کچھ پیدل بالا راؤ جو بھتیجہ نانا راؤ کی ماتحتی

جاوینگے اگر آپ اپنے ساتھ لیجانے میں مزاحم نہوں۔ اُس نامرد نے درشتی سے جواب دیا کہ ہم ہرگز آپ کو اپنے ساتھ نہیں لیجاوینگے۔ آپ کے ساتھ عورتیں ہیں۔ آپ کی وجہ سے ہم بھی لوٹ لیئے جاوینگے۔ ناچار مایوس ہو کر وہ واپس آئے اور یہ ارادہ تھا کہ پیچھے سے چلے جاوینگے۔ چار پانچ سپاہی جہانگیرپور میں تحصیل میں نوکر تھے اُنکو کچھ اجرت مناسب دیکر بغرض حفاظت ہمراہ لیا اُن سے دریافت اُس پرگنہ کے بخوبی واقف تھے۔ اب یہاں سر آئے چار بجے شب چلے تلنگوں مفروروں نے اپنا رخت ادبار اٹھا کر کوچ کیا اور بہاری گاڑی اُس رات (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

ہیں مالاگڈھ سے انوپ شہر کے گھاٹ کو اُترکر اس ضلع میں گذرتا ہوا
شاہجہاں پور کے ضلع کو گیا - اسی مہینہ میں مسٹر ولسن نے موضع نگریا پرگنہ
سوروں پر واسطے رہائی کپتان گون کے معہ فوج کے قیام کیا جو داتاگنج میں
کچھ ٹھاکروں کی حفاظت میں پوشیدہ تھے اور اُنھوں نے مسٹر ولسن
سیولین جج مرادآباد کو جو ایک بہادر شخص تھے اور اسپشل کمشنر ہوگئے تھے
چٹھی لکھی تھی کہ تم ضلع بدایوں کی طرف فوج لیکر میری رہائی کے لیئے آؤ وہ
علی گڈھ سے کچھ سوار و پیدل باضابطہ - اور ۱۵۰ بلا ضابطہ فوج لیکر متصل
موضع کچھلا گنگا کے کنارہ پر آئے - یہاں فوج نیاز محمد خاں جرنیل کی پڑی تھی
اور مقابلہ ہونے والا تھا کہ ایک بقال نے ناظم کی فوج کو یہ دھوکہ دیا کہ
فوج کثیر انگریزوں کی آگئی ہے - پس ناظم کی فوج اپنا کھانا پکتا ہوا چھوڑکر
فرار ہوئی اُسوقت تک مسٹر ولسن کو یہ خبر نہ تھی کہ فوج غنیم سے میدان صاف
ہے مسٹر ولسن نے کپتان گون کو ایک چٹھی زبان یونانی میں لکھی - چٹھی مسٹر

جہانگیرآباد تک کرایہ کی تھی اُس کی یہ کیفیت ہوئی کہ جب صبحکو اُس گھاٹیبان کے مکان پر گاڑی لینے
کے واسطے گئے تو معلوم ہوا کہ کوئی چور اُس کی دھوری پہئے لے گیا ہے - اس عرصہ میں اُس نے
دوسری دھوری تلاش کی اسمیں کچھ وقفہ ہوا - قریب ۴ گھڑی دن چڑھے کے وہ گاڑی درست
ہوئی اور اب ہم سب لوگ بلندشہر سے جہانگیرآباد کو روانہ ہوئے - اثنا رراہ میں یہ دیکھا کہ وہ
تلنگے جو صبح سرائے سے گئے تھے وہ لنگوٹی باندھے ہوئے لوٹتے ہوتے واپس آتے ہیں
اُنھوں نے کہا کہ آپ لوگ کہاں جاتے ہیں - یہاں سے تھوڑی دور پر ایک (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

گون کے پاس تک نہ پہونچی تھی کہ مسٹر گون نے پہلی چٹھی مسٹر ولسن کا جواب لکھا تھا کہ تم موضع میاؤ کو ۲۹ راکتوبر کی صبحکو مجھکو ملو لیکن میاؤ کچھلا گھاٹ سے قریب بتیس میل کے تھا۔ اتنی دیر کا وقت نہ تھا اُنہوں نے تیس سوار اور ایک ہاتھی لاکر ارادہ چلنے کا کیا اور گیارہ بجے رات کے دریا کے کنارہ پر پہونچ گئے یہاں اُسوقت دریائے گنگا میں صرف چار کشتیاں متفرق تھیں لیکن یہ معلوم ہوا کہ نیاز محمد خاں نے اٹھائیس کشتیاں کچھلا پر جمع کی ہیں اُنھوں نے فوراً سوار بھیجکر وہ کشتیاں کھچوا منگوائیں۔ اس عرصہ میں تمام بدایوں میں خبر پہونچی کہ فوج کثیر انگریزی آرہی ہے۔

۳۰ راکتوبر کی شام کو کپتان گون کا آدمی یہ جواب لایا کہ ہم لوگ دریا پر اُترکر موضع جائی کے پار اُتر بینگے۔ آپ قادر گنج کے مقام پر ہم سے ملیئے مسٹر ولسن فوراً چلدیئے بیس میل گھوڑے پر چڑھکر تین بجے صبح کے ۳۱۔ اکتوبر کو قادر گنج پہونچے اور ایک آدمی موضع جائی کو روانہ کیا کہ وہ کپتان کو ہمارے آنے کی خبر کردے۔ چند گھنٹہ تک نتیجہ کا انتظار رہا

جمع کثیر دہاقین کا دو چار ہزار کے قریب جو دیہہ اُنہوں نے ہمکو لوٹ لیا اور ہمنکو بھی لوٹ لیں گے اُسوقت بہت مایوسی ہوئی لیکن اُن سپاہیوں نے جو ہمارے ساتھ تھے یہ کہا کہ آپ اندیشہ نہ کریں ہم آپکو بخیر و عافیت جہانگیرآباد تک پہونچا دینگے یہ زمیندار ہمارے سابق کے آشنا ہیں (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

تین گھنٹے کے بعد آدمی لوٹا اور کہا کہ وہ لوگ قریب آگئے ہیں پردہ نشین
عورتوں کے حیلہ سے گاڑی میں آتے ہیں تھوڑی دیر کے بعد گاڑی آئی
تو اوس سے کپتان گورن سرجن سیجر بل کم اور انکی میم اور ان کے تین بچے
برآمد ہوئے - اب مسٹر ولسن اپنی تدبیروں میں کامیاب ہوئے -

یکم نومبر ۱۸۵۷ء جب باغیوں کو معلوم ہوگیا کہ مسٹر ولسن کی فوج بہت کم
ہے تو انہوں نے چار ہزار آدمیوں کی جماعت اور چار توپیں کچھلا کو
روانہ کیں -

جسوقت جنرل نیاز محمد خاں گنور کے اہروں کو پسپا کرنے کی تدبیر کر رہا تھا
خود عبدالرحمن خاں ناظم نے کمان فوج بمقام کچھلا اپنے ہاتھ میں لی
پندرہ یا بیس روز تک اس سے اور برٹش فوج سے گولہ باری ہوئی دریا
کے اس کنارہ سے فوج برٹش گولہ چلاتی تھی اس طرف سے ناظم کی
فوج جواب دیتی تھی - بعدہ فوج ناظم کی اُجھیانی کی طرف بے اطمینانی
سے واپس آئی - عبدالرحمن خاں کی واپسی پر مبارک شاہ خاں ناظم
مقرر ہوا اسکا نائب احمد شاہ خاں ہوا - اس عرصہ میں نیاز محمد خاں

اور آپ سے ہرگز مزاحم نہ ہونگے چنانچہ ایسا ہی ہوا - اور ہمنے خدا کے بھروسہ پر قدم آگے
بڑھایا - آگے بڑھکر یہ دیکھا کہ سڑک کی ہر دو جانب بندوقچی بکثرت جمع ہیں اور دیہاتین
سڑک کے ادہر اور ادہر بیٹھے ہوئے ہیں ہمارے محافظ سپاہی آگے بڑھکر ان کے پاس
گئے اور ان سے کچھ گفتگو کی اور پھر وہ ہر ایک سے باتیں کرتے ہوئے (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

اہروں پر چڑھ گیا۔ ضلع مرادآباد کے راجپوتوں کی مدد سے اہروں کو شکست بمقام بھراوٹی ہوئی بعد اسکے پولیس اور تحصیل گنور کے اہلکار جو کام کر رہے تھے وہ بھی بھاگ گئے اب کل ضلع خان بہادر خاں کی حکومت میں آ گیا۔

نیاز محمد خاں جنرل نے فتحگڈھ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور چالیس ہزار روپیہ بطور چندہ کے ضلع بدایوں سے تحصیل کیا اور عبدالرحمن خاں کو ٹھیکہ سلیم پور اور بدایوں کا دیا۔ لیکن بنیئے بقال سے روپیہ تحصیل کرنا آسان تھا بہ نسبت اس کے کہ عبدالرحمن خاں کو ٹھیکہ دیکر روپیہ وصول کیا جاتا۔ باوجود اسکے کہ عبدالرحمن خاں کے مددگار نیاز محمد خاں کی فوج تھی مگر بھورے خاں چکلہ دار سابق نے مقابلہ کیا اور نیا سال ۱۸۵۸ء عبدالرحمن خاں کے لیئے مبارک نہوا یعنے وہ اور اُسکا لڑکا شکست کھا کر مر گئے۔

نیاز محمد خاں نے اب زیادہ ترقی کرنا چاہی فوج بدایوں سے جمع کی اور بریلی سے مدد لی فتحگڈھ پر حملہ کرنے کو روانہ ہوا۔ جب لکرالہ پہونچا تو بہت سے پٹھان اُس کے ساتھ ہو گئے اور سورج پور کے گھاٹ پر گنگا کو

ہمارے ساتھ ساتھ چلے آئے یہاں تک کہ اُس ہنگامہ سے ہم نکل آئے اُن سپاہیوں سے جب ہم نے دریافت کیا کہ کیونکر اس گروہ مفسدان سے ہمکو نجات ملی تو اُنہوں نے کہا کہ ہم نے اُن سے یہ بات کہدی کہ نواب ولی داد خاں کے ہاں کی سواریاں ہیں نواب جہانگیرآباد کے ہاں جو اُن کے رشتہ دار ہیں جاتی ہیں نیچے (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

عبور کرکے فرخ آباد کے ضلع میں داخل ہوا۔

۲۷ جنوری ۱۸۵۸ء جبکہ بدایوں چھوڑے ہوئے ایک ہفتہ ہوا تھا جنرل مسٹر ہوپ گرانٹ نے دفعتًا چھاپا مارا اور پوری شکست دیکر اسکا سامان سب چھین لیا پھر بہ استقدر جلدی واپس گئے کہ اُن میں سے بعض اُسی شام کو بدایوں پہونچ گئے۔

شروع فروری ۱۸۵۸ء کو اپنا نجار ہندوؤں پر نکالنا شروع کیا ایک پولیس کا ہندو افسر جس نے کپتان گوں کے ساتھ مہربانی کی تھی بندوق سے اڑا دیا گیا ایک اور اچھوت کے استقدر کوڑے مارے کہ وہ مر گیا۔ فروری و مارچ کے مہینہ میں اسی طرح لوٹ و مار جاری رہی۔ قادر گنج کا حصہ اسوجہ سے کہ کپتان گوں کو اُنھوں نے اماں دی تھی جلا دیا گیا اب اس باغیانہ حکومت کے خاتمہ کے دن قریب تھے۔ بدایوں کے ناظم کو اور اضلاع کے باغیوں کی شکست کی خبریں ملتی تھیں اس سے وہ اپنی شکست کا بھی خیال کرتے تھے۔

شروع اپریل میں ایک تازہ خبر تنبیہ کرنے والی اُن کو ملی کہ محسن علیخاں جسکو مسٹر ہوپ گرانٹ نے شکست دی تھی بریلی کو جاتے ہوئے ضلع بدایوں میں گذرا

نواب صاحب بھی مع فوج اور توپ کے آتے ہیں اُن لوگوں نے یہ خیال کیا یہ بات سچ ہے ورنہ اس نازک وقت میں چند آدمی زنانی سواریاں لیکر نہیں نکل سکتے ہم شام کے قریب دو گھڑی دن رہے جہانگیر آباد پہونچ گئے۔ اب یہاں قصبہ کے باہر نواب مصطفےٰ خانصاحب رئیس جہانگیر آباد کے سپاہی متعین تھے اُنھوں نے ہمارے دادا (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

اب باغیوں نے اس حالت کو قوی کرنے کی غرض سے اشتہار جہاد کا دیا ڈاکٹر وزیر خاں جو ایک قابل آدمی تھا دوسرے درجہ کا کمانیر بنایا گیا اور ۱۸ اپریل کو تین سو آدمی کی جماعت بریلی سے طلب کی گئی یہ انتظام درست کرکے باغیوں نے اُس حملہ کا ارادہ کیا اور اُن کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔

۲۷ اپریل ۱۸۵۸ء کو جنرل سی صاحب معہ مسٹر ولسن کے نولی تانار پور گھاٹ دریائے گنگا کو عبور کرکے ادسہنت کی طرف آئے اُن کے پاس سات ضرب توپ اور ایک دستہ فوج نمبر ۶ دری گو لبس اور ایک رجمنٹ دلیسی سواروں کا اور ایک بازو نمبر ۴۲ رجمنٹ اور ایک بازو توپ خانہ کا اور ۴۲ سیکشن رجمنٹ اور قریب آدھی گیارہویں دیسی پلٹن بہ ماتحتی کپتان تھی اس ضلع کی سرحد میں آئے۔ کپتان گون کو روانہ کیا گیا کہ وہ ککرالہ سڑک سے چار میل کے فاصلہ پہ جو اُن کے دشمن پڑے ہیں اُن کو گرفتار کرلیں یا بھگا دیں اور سہنت میں دوسری فوج بھی جسمیں ایک ہزار آدمی اور ایک توپ تھی اور یہ اُسوقت تک کام کرتے رہے جبتک کہ جنرل بدایوں کو پہونچیں - اس لیئے یہ ارادہ کیا تہا کہ اول ادسہنت کو چلنا چاہیئے جنرل کا یہ خیال تھا کہ سپاہیوں کو

اور چچا صاحب نے کہا کہ تلواریں اپنی پھاٹک پر رکھدو تب اندر داخل ہونے دینگے - تھوڑی دیر تک باہم یہ بحث ہوتی رہی - پھر عموی صاحب وہاں اپنی تلوار رکھکر اندر گئے اور حکم لائے کہ ان لوگوں کو معہ ہتیار دں کے آنے دو تب ہم لوگ جہانگیر آباد میں داخل ہوئے وہاں مولوی محمد نثار الدین صاحب مرحوم عثمانی ہمارے ہموطن (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

صبح اور شام کو کوچ کرنا چاہیئے یورپین سپاہیوں کو دھوپ میں چلنا نہیں چاہیئے۔
۲۹ اپریل ۱۸۵۸ء کی رات کو جب ماہ کامل روشن تھا اور اندھیری رات
سے خطرے کم تھے۔ یہ بوڑھا جنرل بجز یہ کار بلا اس خیال سے کہ یہ شب ماہ
پھر مجھکو نصیب نہ ہوگی مع فوج کے چلا اور ادھر ایک میل رہ گیا تو انکو
یہ خبر ملی کہ علاوہ دشمنوں کی فوج کے ایک بکٹ دشمنوں کا ادھر میں مقرر
کیا ہے بعد دوپہر کے وہ داتا گنج کی طرف چلے اول اُن کا ایک قاصد دشمنوں
کے ہاتھ سے مارا گیا جو کہ جنرل مبنی کا پیغام کمانڈر انچیف کی طرف لیئے جاتا تھا
جو شاہجہاں پور کی طرف بڑھ رہے تھے۔ آدھی رات کے وقت لکرالہ
کی طرف کوچ ہوا جو بدایوں سے آٹھ میل کے فاصلہ پر جانب شرق
واقع ہے لکرالہ آدھی دور رہا تھا کہ فوج کا (ہالٹ) کر دیا۔ یعنی روک
دیئے گئے تاکہ پیدل بھی آجاویں۔ اُن کے آنے پر جنرل سی نے کمانیر فوج
پیدل کو حکم دیا کہ فوج کو جلدی نہ چلاؤ آرام سے ٹھہرا ٹھہرا کر لے چلو۔ یہ حکم
اُس کی زندگی جانیکا باعث ہوا۔ جنرل نے سواروں اور توپ خانہ کے
ساتھ اپنا کوچ جاری رکھا لیکن پیدل فوج کے حکام نے اُسکو زیادہ آرام کی

حسن اتفاق سے نواب محمد مصطفےٰ خاں صاحب کے یہاں موجود تھے اور اُن سے خاندانی
ارتباط تھا اور جناب دادا صاحب کے دوست تھے۔ نہایت خاطر سے پیش آئے اور
دعوت کی وہاں دو روز آرام کیا۔ پھر وہاں سے نواب محمد مصطفےٰ خاں صاحب مرحوم نے جو گورنمنٹ
کے خیر طلب تھے دریں رہنے اور باغیوں کے شریک نہ ہوئے (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

اجازت دیدی اب گکرالہ ایک میل کے فاصلہ پر تھا جنرل سی اور اُس کے
ساتھی معہ ہراول سواروں کے پہونچ گئے تھوڑے فاصلہ پہ اُن کے
پیچھے توپ خانہ اور فوج سواروں کی تھی - لیکن پیدل فوج بہت پیچھے
تھی اب صبح صادق نمودار ہوئی کہ یکایک کپتان سمن کی آواز نے جگا دیا جو
اسسٹنٹ جنرل تھا اس نے کہا کہ سامنے سوار نظر آتے ہیں - سوار واقعی تھے
لیکن وہ واپس جاتے تھے اور جنرل کو گکرالہ پہونچنے کی صبح ہونے سے پہلے
جلدی تھی اس لیئے اس نے اس طرف بہت کم توجہ کی لیکن جبکہ گکرالہ دو فرلانگ
رہگیا اور معاملات سخت لڑائی کے نظر آتے تھے اور چار توپیں گراب کی
غنیم نے چلائیں لیکن اتفاقیہ فوج انگریزی میں کوئی زخمی نہ ہوا اُدہر سے بھی
فوج انگریزی نے توپوں سے جواب حتی المقدور دیا لیکن بوجہ ریتلی زمین کے
اور قبل اسکے کہ دشمن پر توپ چلائی جاوے باغیوں کے فیر ہو چکے تھے -
اس عرصہ میں غازی لوگ دو دو تلواریں لیئے ہوئے نظر آئے اور انگریزوں
کے توپ خانہ اور
قرابینیں فوج انگریزی نے اور توپیں بھی چلائیں گئیں پھر کلہ بکلہ دست بدست

اُنہوں نے دش بندوقچی سپاہی ہماری محافظت کے واسطے مقام انوپ شہر تک کردیئے
اور وہاں سے انوپ شہر کی طرف چلے - چارکس قوال بریلی یا مراد آباد کے رہنے والے
بھی اس طرف آنے والے تھے وہ بھی ساتھ ہو لیئے -
اثنائے راہ میں وہی گروہ منافقین کے جو واسطے غارت گری (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

نوبت جنگ بہ شمشیر پہونچی اور غازی مارے گئے اور غنیم یعنی جنرل کی سپاہ پورب کی طرف سڑک سے معہ توپوں کے آ گئی اُن کے تعاقب میں درختوں کی آڑ سے توپیں فوج انگریزی نے چاروں طرف چلائیں جنرل سی کا پتہ اُسوقت نہیں معلوم ہوا بہت تلاش کے بعد اُن کی نعش ملی اُس جگہ سے کچھ آگے بڑھکر جہاں پہلے لڑائی ہوئی تھی گولی سے اُن کا بایاں بازو ٹوٹ گیا اور باگ اُن کے ہاتھ سے نکل گئی تھی اس لیئے اُن کا گھوڑا دشمن کے گروہ میں لے گیا اُنہوں نے جلدی سے اپنی تیز تلواروں سے اُسکا کام تمام کردیا اور بھی افسر زخمی ہوئے لیکن جنرلوں میں صرف جنرل سی قتل ہوئے اب کمان کرنیل رجمنٹ کے ہاتھ میں آئی جو کہ فوج پیدل کے منتظر تھے اس کے بعد چند غازیوں نے ناکامی سے کمزور حملہ کیا اب سب نواب کی فوج بدایوں کی طرف بھاگی اور ۳۰ اپریل کی دوپہر تک جبکہ بہت گرمی وگردتھی فوج انگریزی نے تعاقب کیا اور ایک توپ چھینی گئی اور تعاقب میں باغی مارے گئے اور خاص مقام ککرالہ پراشی لاشیں ناظم کی فوج اور غازیوں کی برآمد ہوئیں اور پھر فوج انگریزی ککرالہ کو لوٹ گئی اور

مسافروں کے جابجا مسلح اور آمادہ لوٹ مار کے بیٹھے تھے ہمکو دکھائی دیئے - بقول شاعر

جگہ جگہ تھے زمیندار دار کی صورت + چڑھے ہی آتے تھے سرپر بخار کی صورت

بلا سے کم نہ تھی اک اک گنوار کی صورت + چھپی نہ اُن سے پر اہل دیار کی صورت

کسی جگہ جو کوئی ہوکے بیقرار آیا + تو اہل قبر یہ بولے کہ لوشکار آیا

(بقیہ نوٹ بصفحۂ آیندہ)

جنرل سی کی نعش کی تجہیز وتکفین کی اور پھر بعد ایک عرصہ کے نعش کا صندوق میرٹھ بھیجا گیا اور وہاں دفن ہو کر قبر بنائی گئی اور اسی تاریخ میجر گاڈس صاحب کی فوج نے مقام بسولی پر باغیوں کو شکست دی ان پے درپے شکستوں سے بدایوں کے ناظم کو یقین تھا کہ اب دو صورتیں ہیں یا تو یہاں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴۴) جب ہم سڑک پر گذرے اور اُن دہا قین نے دیکھا کہ ایک بہلی اور ایک گھوڑی پر سوار اور کچھ سپاہی مسلح آتے تھے تب اُنہوں نے اپنی بندوقوں کو ہاتھوں میں لیا اور توڑے سلگائے اسوقت ہمکو اپنی موت کا سامنا نظر آیا اور پورا الیقین ہوگیا کہ اب جاں بری کی امید نہیں ہے الّا مسبب الاسباب وحافظ حقیقی کی شان رحیمی اور کریمی اسوقت ظہور میں آئی یعنی وہ قوال جو ہمارے ساتھ ہو لیئے تھے اُن کے ساتھ بڑے بڑے ستار اور تنبورے و سرود تھے جن پر غلاف چڑھے ہوئے تھے اور اُن کے کندھوں پر وہ ساز وسامان ارباب نشاط کا رکھا ہوا تھا دہاقین یہ سمجھے کہ یہ بڑی بڑی قرابینیں اور جزائل ہیں جن میں گراب بھرا ہوا ہے اگر ان کے فیر ہوئے تو ہم سب کے سب ہلاک ہو جاینگے اس خوف سے وہ قریب نہ آئے اور دور سے ہمارے محافظ سپاہیوں سے سوال کیا کہ یہ سواریاں کہاں جاتی ہیں سپاہیوں نے راجہ انوپ شہر والی کا نام لیا کہ وہاں جاتی ہیں وہ گنوار چپ ہو رہے اور ہم اُن کے حملہ سے بچے اور قوالوں کی یہ کیفیت تھی کہ بار بار کہتے تھے کہ حضور بلاؤں وہ بندوق گنوار نے اُٹھائی اور ڈر کے مارے ہماری بہلی کی آڑ میں چھپ چھپ کر چلتے تھے ۔ غرض خدا خدا کر کے ہم شام تک بخیریت تمام انوپ شہر میں پہونچ گئے ۔ ان دہاقین کی نظروں میں ستار وغیرہ کو اللہ تعالےٰ نے آلۂ حرب وضرب بنا دیا اور ہمکو پنجۂ اجل سے بچایا ۔ انوپ شہر میں ہمارے شہر کے قاضی زادوں میں قاضی غلام کاظم کی اولاد جو خاندان

(بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

لڑکر مرجانا چاہیئے یا ایسی مخدوش حالت میں یہاں سے بھاگ جائیں۔ آخر بھاگ جانے کو ترجیح دی اور اپنے ہاتھوں سے اپنا دفتر جلاکر بریلی کو بھاگ گئے۔ اُن کے فرار کی تقلید اس ضلع کے اور باغی سپاہیوں نے کی۔ مئی ۱۸۵۸ء میں پھر آثار حکومت انگریزی اور امن کے ظاہر ہوئے مگر اله سے سٹر ولسن

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴۵) غلام محمدی میں تھے اور وہ وہاں کے عہدہ قضا پر سابق میں ممتاز تھے قاضی غلام مولا وغیرہ رہتے تھے اور اُن کے مکانات بنے ہوئے تھے اُن کے ایک مکان میں ہم مقیم ہوئے بوجہ ہم وطنی اور برادری کے انہوں نے بہت مہانداری کی اور گنگا پار یعنی ضلع بدایوں کے تحصیل گنور وسہسوان میں کوئی صورت جانے کی نہ تھی کیونکہ اس طرف اہیراں میں بکثرت لوٹ و مار ہو رہی تھی اور کسی کی حکومت نہ تھی لاچار آگے چلنے سے بلا کسی جماعت محافظ کے قصد نہ کیا تب مولوی محمد عزیز الدین صاحب ہمارے چچا اور شیخ حسین بخش صاحب ایک قافلہ فرار بان کے ہمراہ ہو لئے اور گھوڑی ساتھ لے لی اور اس غرض سے تاکہ وطن کسی طرح پہونچکر اور کچھ جمعیت فراہم کرکے لادیں تب یہاں سے لیجاویں۔ مراد آباد ہوتے ہوئے رام پور آئے اور یہاں سے بہ معیت جناب قبلہ گاہی حکیم محمد سعید الدین صاحب مرحوم آنولہ ہوکر بدایوں پہونچے اور پھر وہ بدایوں سے بمعیت جناب حکیم محمد ممتاز الدین صاحب مرحوم و مغفور قریب بیس یا پچیس آدمی مسلح اور دو بہلیاں ایکر الوپ سہر کو روانہ ہوئے پندرہ یا بیس روز سے زیادہ عرصہ تک ہمکو اور ہمارے جد امجد کو معہ قبائل الوپ شہر قیام کرنا پڑا اور جو کچھ زیور وغیرہ مستورات کا تھا وہ فروخت کرکے بہ ایام گزاری کے ہر روز ہیں قاضی کے مکان سے نکل کر دریائے گنگا کے کنارہ پر گھاٹ پر جاکر دیکھتا تھا کہ کوئی وطن سے ہمارے لینے کے لئے آیا ہے یا نہیں چونکہ قاضی صاحب کے مکان سے دریا کا (بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴۷)

وکرنیل جون پرگنہ اوسہت وسلیم پور ہوتے ہوئے اور رام گنگا کو عبور کر کے ۲ مئی کو ضلع چھوڑ کر واسطے ملنے کمانڈر انچیف کے میران پور کٹرہ ضلع شاہجہان پور میں داخل ہوئے۔ قبل ضلع چھوڑنے کے مسٹر ولسن نے راجپوتوں کو جو وفادار تھے تحصیل داتا گنج کا مہتمم مقرر کیا اور دوسرے تین شخصوں کو

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴۶) کنارہ قریب تھا اس لیئے روزانہ جاکر انتظار آنے والوں کا رہتا تھا۔ آخرش ایک روز میں نے اس کنارہ سے دوسرے کنارہ کی طرف دیکھا تو اپنے والد ماجد اور ماموں صاحب قبلہ اور پیر بخش وولی محمد جو ہمارے خاندان کے قدیمی متوسل اور نمک حلال اور جانباز تھے اُن کو پہچانا اور خوشی کے مارے اپنی دادی صاحبہ سے جاکر خبر کی۔ میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ اُسوقت خوشی کا کیا عالم تھا جب وہ قافلہ کشتی پر سوار ہو کر اس پار آگیا اطمینان ہوا اور پھر وہاں سے ایک روز کے بعد ہم سب لوگ گنور ضلع بدایوں کی حدود میں پہنچے اور خدا خدا کر کے قصبہ گنور آئے اور وہاں سرائے میں مقیم ہوئے اثنار راہ میں جو زمیندار جناب حکیم محمد ممتاز الدین صاحب مرحوم کے بوجہ اُن کے پیشہ طبابت کے سابق کے شناسا تھے وہ اپنے آدمیوں کو ہماری محافظت کے لیئے ساتھ کر دیتے تھے اس کمبخت سرائے گنور میں کچھ سامان کھانا پکانے کا یا کوئی بھٹیاری پکانے والی نہ تھی غرضکہ وہ رات مشکل سے گزاری جو کچھ ناشتا ساتھ تھا اُس پر سب نے اکتفا کیا وہاں سے صبح کو چلکر شام کو سہسوان میں آئے اور یہاں رات کو رہے پھر سہسوان سے چلکر تیسرے دن بخیریت تمام بدایوں پہونچ گئے اور گھر میں داخل ہوئے۔ وطن میں آکر بھی صورت اطمینان کی نظر نہ آئی اور سفر در وطن کا مضمون پیش آیا یعنی تمام عمائد شہر نے اپنے مکانات چھوڑ کر دیہات میں پناہ لینا شروع کر دی تھی۔ موضع کلپیا عرف فصیح آباد جس کو ہمارے جد امجد یعنی محمد فصیح الدین المخاطب بہ فصیح اللہ خاں نے (بقیہ نوٹ بصفحہ آیندہ)

بدایوں وبلسی واُجھیانی کا پولیس افسر مقرر کیا اور اسی قسم کی تقرریاں وسط
مئی تک عمل میں آئیں۔ کمشنر بریلی کی درخواست پر جبکہ امن قائم ہو گیا شیخ
محمد شرف الدین جو بعد کو سی ایس آئی ہوئے چند روز کے لئے تحصیلدار بدایوں
کے مقرر کئے گئے۔ مسٹر کارمیکل مجسٹریٹ وکلکٹر بدایوں مقرر ہوئے پھر انتظام

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴۷) عہد محمد شاہ بادشاہ میں اپنے نام سے آباد کیا تھا اور معافی دائمی نسلاً بعد نسل ہم
اور اس میں مسلمان جو آپ کو شیخ کے لقب سے ملقب کرتے ہیں آباد ہیں۔ اس موضع میں ہمارے خاندان
کی عورات و مرد شہر چھوڑ کر چلے گئے اور وہاں رہنا شروع کیا یہ موضع شہر سے چار کوس دریا سوت
کے کنارہ پر جانب شرق مائل بہ گوشہ جنوب ہے وہاں چھپروں کے مکانات ہیں کئی روز تک ہمارا
قافلہ رہا اور اُن شیخوں نے جو ہماری رعایا ہیں کمال درجہ ہماری حفاظت کی اور اپنے مکان خالی کر دیئے
پھر جب ککرالہ کی لڑائی ہوئی جسکو ہم اس کے پہلے اصل کتاب میں لکھ چکے ہیں اور ککرالہ واقع موضع دونری رسولپور
جو ملحق موانہ کلیا کے ہے اور کنیز حصہ اس موضع کا بھی اب ملکیت راقم میں آگیا ہے فوج باغیوں کی
اور غازی لوگ ککرالہ کو جاتے تھے اور ککرالہ ہمارے قیام گاہ سے چار پانچ کوس تھا جب وہاں توپ
و بندوق چلنا شروع ہوئی تو اس کی آوازیں برابر چلی آتی تھیں اور جب فوج نواب کی بھاگ کر
اُدھر کو آتی تھی جس سے وہ مقام امن بھی جائے مخدوش ہو گیا اور وہاں سے ہمکو بھی دوسرے
مقام کو روانہ ہونا پڑا۔ انتہائی پریشانی اور بے سراسیمگی کی حالت میں معہ سب زن و مرد شیخوپور کی طرف
چلے جہاں سے ... تھا اُس کو جائے امن خیال کرکے چلا۔ خیال تھا کہ چونکہ شیخ محمد شرف الدین صاحب
نے خیر خواہی ... کی تھی اس لئے شیخوپور کو فوج سرکاری تباہ نہیں کریگی۔ چونکہ موروثی اتحاد حضرات
شیخوپور سے ... بدایوں سے تھا۔ انہوں نے ہم مہمانان ناخواندہ کی انتہا درجہ (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

بریلی سے چند اور راجپوتوں کو مقام سہسوان اور کوٹ اور بلسی و بسولی کے مقامات پر مقرر کیا۔ اسلام نگر کے مقام پر جو باقی ماندہ باغی رہ گئے اُن کو نواب رامپور کی فوج نے جو ماتحتی جنرل حکیم محمد سعادت علیخاں رئیس آنولہ کے تھی لپسپا اور منتشر کر دیا اور رام نراین سرگروہ باغیوں کا وہاں مارا گیا۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴۸) خاطر داری کی اور شیخ صاحب موصوف نے اپنے زنانہ محل سرا کو خالی کر دیا اور اپنی زنانی سواریوں کو دوسرے مکان میں کیا اور ہم وہاں چند روز بخیر و عافیت رہے پھر جب تسلط سرکار انگلشیہ کا شہر میں ہو گیا۔ اپنے مکانات میں آئے اب بحکم گورنمنٹ شہر میں روشنی ہوئی کوئی گلی اور کوچہ و مکان باقی نہ رہا۔ اور آتشبازی عمدہ قسم کی چھوڑی گئی اور اب جن لوگوں نے ملازمت نواب کی کی تھی اُن کی دار و گیر شروع ہوئی (جسکا مفصل حال اصل صفحات تاریخ میں مذکور ہے)

دسمبر ۱۸۵۸ع میں ایک خط عم راقم مولوی محمد عزیز الدین صاحب نے مرزا غالب کو دہلی کا حال دریافت کرنے کی غرض سے لکھا تھا اُس کا جواب جو مرزا نوشہ غالب نے اُن کو لکھا تھا اگرچہ وہ اصل خط دستیاب نہیں ہوا لیکن اُس میں کے چند فقرے ہم اپنی یاد سے لکھتے ہیں مرزا صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ "میاں صاحب کیسے صاحبزادوں کی سی باتیں کرتے ہو دہلی کو ویسا ہی آباد سمجھتے ہو۔ تمہارے دیوان خانہ میں جو چھوٹی بیگم رہتی تھی وہ رہتی ہے میاں کالے صاحب کے مکان میں اسپتال ہے شہر میں ہندو ہی ہندو نظر آتے ہیں مسلمان خال خال ہیں اُنہیں میں میں ایک روسیاہ ہوں۔ کھیمی حلوائی کی دکان میں کتے لوٹتے ہیں" اور بھی فقرے ایسے ہی تھے جواب راقم کو یاد نہیں رہے۔ بیگم سے مراد وہی بیگم صاحبہ ہیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ کھیمی حلوائی ہمارے دیوان خانہ کے متعلق جو دکانات ہیں اُن میں بیٹھا کرتا تھا اور اُس کی مٹھائی شہر میں مشہور تھی۔ (بقیہ نوٹ بصفحہ آئندہ)

۲۷ مئی کو دو ہزار باغی سوار معہ پندرہ ہاتھیوں کے اس ضلع سے نکلکر جاپی کی طرف گنگا کے کنارہ پر جاتے تھے انہوں نے اپنے آپ کو تانتیا راؤ باغی کا ساتھی ظاہر کیا وہ سب باغی جھانسی کے رہنے والے تھے پرگنہ اوسہت سے گزر کر شاہجہاں پور کی طرف گئے اور وہاں سے اودہ کی طرف بھاگ گئے۔ اس قسم کی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴۹) دہلی کا قبل غدر کمال درجہ پر عروج ہو گیا تھا ہر قسم کے صاحب علم و فضل اور اہل موجود تھے میں نے اُس وقت کی رونق کو دیکھا اور پھر بعد غدر بھی جاکر دیکھا تو زمین و آسمان کا فرق پایا۔ بقول شاعر کے ؎ میں نے دیکھا ہی ملا کباب کو خریدار اُس کا ✤ میں نے چلتی ہوئی دیکھی ہے دکانِ دہلی۔ اب ہم اس جملہ معترضہ کو تمام کرتے ہیں۔ مگر یہ بات بھی یہاں ظاہر کرنے کی قابل ہے کہ جب ہمارے خاندان میں کسی نے بغاوت نہیں کی تو دہلی کے مکانات و دکاکین و املاک کیوں جاتی رہیں اُس کا یہ حال ہے کہ قبل غدر کسیقدر روپیہ ہمارے دادا صاحب نے وہیں کے ایک شخص تراب علی نامی سودخوار سے قرض لیا تھا اور تمسک استغراقی مکانات کا لکھدیا تھا جب غدر ۱۸۵۷ء ہوا اور سرکاری عملداری ستمبر ۱۸۵۷ء کو پھر ہوئی اُسوقت اہل دہلی اپنے اپنے مکانات چھوڑ کر بھاگے ہوئے تھے اور لیرکا زمانہ تھا بند و بست پنجابی ہوگیا دہلی متعلق پنجاب احاطہ کی گئی اُس ناحق اوش شخص دائن نے بنا بر دادا صاحب کو مفقود الخبر ظاہر کر کے نالش دائر کر دی اور دہلی کے مکانات پر اطلاعنامہ چسپاں کرا دیا جس کی خبر بدایوں میں ہمارے بزرگ کو نہ ہوئی اور یکطرفہ ڈگری حاصل کر کے مکان دیوان خانہ و مکان زنانہ و رتھ خانہ وغیرہ نہایت کم قیمت میں نیلام کرا کے خود خرید لی۔ اُسوقت خریدار کون تھا جو بولی بولتا کچھ رعایا جو رہتی تھی اُن کی اراضیات رہ گئیں وہ خود مالک بن گئے البتہ املاک سہی بو۔ وتنا اور پور کی رہیں تھیں جو بعد کئی سال کے ہمارے چچا صاحب نے بیچ کر ڈالیں کیونکہ دہلی کا اب کچھ تعلق نہ رہا تھا (بقیہ نوٹ صفحہ آیندہ)

بد امنیاں آخر مئی ۱۸۵۸ء تک قایم رہیں - شروع جون ۱۸۵۸ء سے پورا امن سمجھنا چاہیئے - تیسری جون کو باڈی گارڈ کوک کی فوج کا دستہ شاہجہانپور سے اوسہت میں آیا وہاں سے اور تین گانوں باغیوں کے جو سڑک کے کنارہ تھے جلاکر ۶ رجون کو بدایوں پہونچے - یہاں مسٹر اکلس کے حکم سے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۵۰) ان املاک کی تحقیقات میں تھے ایک قضیہ نامرضیہ پیش آیا ایک ملک میں ہمارے والد ماجد مرحوم حکیم محمد سعید الدین کا نام بشمول نام جد امجد و چچا وغیرہ کے داخل تھا اور تحقیقات معافی داردل کی شروع تھی کہ آیا معافی دار تو باغی نہیں ہوا یہ تحقیقات ایک یورپین غصہ ناک شخص کے سپرد تھی اور اُس نے ایام غدر میں جو اپنی ہم قوموں کو گرفتار ہوتے اور مارے جاتے دیکھا اُس کو ذرا ذرا بات پر شبہ ہوتا تھا - جب ہمارے والد کا نام آیا تو اُس کو یہ شبہ ہوا کہ محمد سعید ایک شخص کی مہر فتوے جہاد پر جو دہلی کے رہنے والے تھے دفتر میں برآمد ہوئی تھی صاحب بہادر نے فرمایا کہ محمد سعید وہی شخص ہے جس نے محضر پر مُہر کی تھی میرے دادا صاحب وقت تحقیقات موجود تھے اُنہوں نے عرض کی کہ حضور اسکا نام محمد سعید الدین ہے محمد سعید نہیں ہے اور وہ ایام غدر میں دہلی نہ تھا بلکہ رام پور اور آنولہ تھا لیکن صاحب نے حکم حاضری اصالتاً کا دیا جب والد کو یہ خبر ہوئی تو والد مرحوم نے حکیم محمد سعادت علی خاں بہادر رئیس آنولہ جن کے ساتھ وہ ایام غدر میں رہے تھے اُن سے تذکرہ کیا اُنہوں نے اپنی تصدیق لکھکر اور نواب صاحب بہادر جنت آشیاں یوسف علیخاں بہادر مرحوم مغفور والئے ریاست رام پور کی مہر و دستخط مزین فرماکر وہ کاغذ روانہ کیا کہ حکیم محمد سعید الدین ہمارے ہاں ایام غدر میں رہے اور وہ خیر خواہ سرکار ہیں جب یہ کاغذ پیش ہوا اُسوقت بھی صاحب کو یقین نہ ہوا اور فرمایا کہ مسلمان مسلمان کے بچانے کی کوشش کرتا ہے اُس کو حاضر آنا چاہیئے تب تو مایوسی ہوئی (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

چند باغی پکڑے گئے۔ ۸ رجون کو کارمیکل صاحب بدایوں پہونچے دوسری فوج کا ایک دستہ بریلی سے کرنل ولکنسن صاحب کے ساتھ آیا دونوں فوجوں نے دوسرے دن مرادآباد کی طرف کوچ کیا۔ پھر کچھ گانوں باغیوں کے جلائے گئے اور صاحب موصوف نے گنور و سہسوان کا دورہ شروع کیا اثنا ر دورہ میں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۵۱) کہ اتنی بڑی صفائی پر کچھ خیال نہ ہوا تو کیا امید جاں بری ہو پھر بدایوں سے مسٹر کارمیکل صاحب بہادر مجسٹریٹ ضلع بدایوں کے روبرو رؤسا بدایوں نے محضر بناکر پیش کیا اور انھوں نے تصدیق کرکے بھیجدیا کہ یہ شخص دہلی نہیں گیا تھا اور پھر بھی عذر غیر حاضری مسموع نہوا الغرض والد ماجد کو بدایوں سے جانا پڑا جب والد یہاں سے گئے ہیں تب مایوسی ہم لوگوں کو تھی کہ اب دیکھئے سلامت آتے ہیں یا نہیں پھر دہلی پہونچکر یہ حاضر حضور صاحب مجسٹریٹ بہادر کیے ہوئے انہوں نے دریافت کیا کہ تمہارا کیا نام ہے اپنا نام بتایا اور اپنی مہر کے کاغذات جو قبل غدر کے تھے اور ان پر مہریں تھیں پیش کیا کہ میری مہر میں محمد سعید الدین ہے اور فتوے پر محمد سعید صرف مہر میں تھا۔ پھر تحقیقات کے لئے یہ معاملہ تحصیلدار دہلی کے سپرد ہوا ایک شخص کھتری یا بنئے تحصیلدار دہلی کے تھے جب اُن کے پاس والد و دادا صاحب گئے تو وہ دیکھکر سرو قد اٹھ کھڑے ہوئے اُنہوں نے فرمایا کہ میں جناب حافظ یعنی ہمارے والد کے جد امجد کا شاگرد ہوں آپ کا کیا کام اُن سے سب قصہ کہا گیا اُنہوں نے تحقیقات کرکے خود جاکر صاحب سے کہا کہ یہ شخص اور ہیں اور یہ بمقام دہلی ایام غدر میں نہ تھے تب صاحب کا تکدر رفع ہوا اور اُس بلائے ناگہانی سے نجات پائی اور معافی بدستور قایم رہی

دو مشہور باغیوں کے گاؤں جلا دئے اور بہت سے لوگوں کو قید کر لیا۔
۳ر جون کو اسلام نگر پہونچے اور چند باغیان زخمی کو جو نواب رام پور کی فوج سے مقابلہ میں زخمی ہوئے تھے انکو گولی سے مار دیا۔ بیچرکوک صاحب کی فوج چندوسی سے مراد آباد کوچ کر گئی اور قایم مقام مجسٹریٹ موصوف گنور اور سہسوان کا دورہ کرتے ہوئے شروع ماہ اگست میں بدایوں واپس آئے۔ اُس وقت سے اس ضلع کا بخوبی انتظام ہوگیا اور مال گذاری وصول ہونے لگی۔
اب دار و گیر کا بازار گرم ہوا جس شخص کی نسبت ثابت ہوا کہ اُس نے سرکار سے بغاوت کی تھی یا شریک تھا اُس کو سزائیں دی گئیں چنانچہ نقشہ ذیل سے باغیان سزا یافتہ کا شمار واضح ہوگا۔

تعداد اشخاص جو قتل کئے گئے	تعداد اشخاص جنکو پھانسی دی گئی	تعداد اشخاص جو دائم الحبس ہوئے	تعداد اشخاص جو میعادی قید ہوئے	تعداد اشخاص جن کے بید لگائے گئے	میزان کل اشخاص سزا یافتہ
۲۱ نفر	۱۱۷ نفر	۴ نفر	۱۲۵ نفر	۲۷۰ نفر	۵۳۷ نفر

نقشہ جائداد منضبطہ باغیان

	موضع مسلم	متفرق قطعات	
	۲۴ موضع	۴۰۵	

بموجب حکم گورنمنٹ نمبری ۲۴۷۵ مورخہ ۵ جولائی سنہ ۱۸۹۵ء بموجب قانون ایکٹ ۹ سنہ ۱۸۵۹ء عدالت اسپیشل کمیشن واسطے تحقیقات و تجویز دعاوی جائداد جو بنام نہاد باغیان قرق ہوئی تھی بمقام مرادآباد قایم ہوئی اس ضلع کے مقدمات بھی وہاں فیصل ہوئے۔ نقشہ ذیل سے نتیجہ معلوم ہوگا۔

کیفیت	تعداد مقدمات	قیمت
تعداد کل مقدمات جو اسپیشل کمیشن میں دائر ہوئے	۱۰۹	۹۶۰۰۹ روپیہ
[illegible]	۴۱	۷۶۸۰۰ روپیہ
[illegible]	۶	۷۶۴۵ روپیہ
جن میں دعوے بعض کلیۃً ڈگری ہوا مع واجبات	۷	۶۵۰۴ روپیہ
[illegible]	۱۹	۴۴۸۲ روپیہ
دعاوی جو قابل سماعت نہ تھے اور نا منظور ہوئے	۳۶	۱۵۶۶ روپیہ

جو حقیت باغیوں کی ضبط ہوئی اُس کا بڑا حصّہ اُن لوگوں کو عطا ہوا جو خیر خواہ خیال کئے گئے۔ اور بقیہ جائداد ایک لاکھ پندرہ ہزار دو سو باسٹھ روپیہ کی نیلام کی گئی۔ اور جو تھوڑی باقی رہی وہ قبضہ سرکار میں رہی جیسا نقشہ ذیل سے واضح ہوگا۔

تفصیل حقیت جو ضبطی میں رہی اور واگزاشت نہ ہوئی		تفصیل حقیت جو خیر خواہوں کو دی گئی		تفصیل حقیت جو نیلام ہوئی			تفصیل جائداد جو خیر خواہوں کو دیکر اور بعد نیلام باقی رہی	
مسلم	قطعات	مسلم	قطعات	مسلم	قطعات	زر نیلام	مسلم	قطعات
۲۲ موضع	۳۱۸	۲۱ موضع	۸۲	۱ موضع	۲۴۵	۱۱۷۰۳۴	۰	یک

علاوہ حقیت مذکورہ کے مکانات اور زیور طلائی و نقرئی باغیوں کا ضبط سرکار ہو کر نیلام ہوا۔ چنانچہ نقشہ ذیل سے مفصل معلوم ہوگا۔

تعداد مکانات ضبط شدہ	تعداد مکانات نیلام شدہ		مکانات غیر نیلام شدہ باقی ہیں	تعداد زر نیلام زیور ضبط شدہ	میزان کل
	تعداد قطعات	تعداد زر ثمن نیلام			
۵۳۶	۵۳۶	۴۴۱۴۵	×	۱۰۵۵۵	۵۴۷۰۰

علاوہ اس کے بتیس ہزار روپیہ باشندگان شہر خاص بدایوں سے بطور تاوان کے لیا گیا اور نو ہزار تین روپیہ سکنائے بدایوں کو اور ایک ہزار تین سو تین روپیہ سکنائے داتاگنج کو اور دو سو بیالیس روپیہ سکنائے سہسوان کو اور ایک سو تین سکنائے گنور اور ۸۴ روپیہ سکنائے بسولی کو عوض نقصان کے مرحمت ہوا اور واضح رہے کہ ایام غدر ۱۸۵۷ء میں سرکاری خزانہ سے رقومات مفصلۂ ذیل جو بلوائیوں نے غارت کر دیں وہ نقشہ ذیل سے واضح ہونگی۔

نام تحصیل	تعداد مال مغروقہ	نام تحصیل	تعداد مال مغروقہ	کیفیت
خزانہ صدر کچہری کلکٹری بدایوں	یک لک [illegible] ۱۲ر۹ر۱	خزانہ گنور	[illegible]	
		تحصیل بدایوں	[illegible] ۱۱ر۱ر۱	
خزانہ بسولی	[illegible]	تحصیل داتاگنج	[illegible]	
تحصیل سہسوان	[illegible] ۶ر۹ر۱			

میزان کل یک لک [illegible] ۱۲ر۷ر۱

پس از روئے حساب جسقدر رقومات جرمانہ و حرجانہ و زر نیلام جائداد منقولہ و غیر منقولہ سے وصول ہوئیں اس کی تعداد دو لاکھ ۲ ہزار پانچسو دو روپیہ ہوئے اور سرکاری نقصانات خزانہ جات کا تخمینہ یک لاکھ اونیس ہزار چھ سو ننانوے روپیہ چودہ آنہ

سات پائی تھا اس حساب سے ڈیڑھ ہزار آٹھ سو دو روپیہ ایک آنہ ۱۵ پائی زائد وصول کیئے گئے اور علاوہ اُس جائداد کے جو خیر خواہی میں ضبط ہو کر عنایت کی گئی۔

بدایوں بعد غدر

غدر کے متعلقین کی جزا اور سزا کی گرم بازاری کے بعد مسٹر کارمیکل صاحب بہادر ولایت تشریف لے گئے اُس کے بعد ضلع کا انتظام مسٹر واٹر فیلڈ آخر اپریل ۱۸۶۳ء تک کرتے رہے بعد یکم مئی ۱۸۶۳ء لغایت ۳۱ اکتوبر ۱۸۶۳ء تک مسٹر کلارک کلکٹر و مجسٹریٹ رہے۔ انہیں سنین میں قحط نمودار ہوا شروع اگست ۱۸۶۰ء میں نرخ غلہ گندم ۱۰ سیر فی روپیہ بوزن اسّی روپیہ کلدار ہو گیا تھا جسکا وزن چھیانوے روپیہ کے سیر سے چھٹانک کم سوا آٹھ سیر اور غلہ جو کا ۱۳ سیر وزن اسّی کلدار سے اور چنا پونے دس سیر اور باجرہ پونے تیرہ سیر اور چاول ساڑھے نو سیر فروخت ہوا۔ ستمبر سے فروری ۱۸۶۱ء تک غلہ کا نرخ اسی قدر یا کچھ کم رہا۔ مارچ ۱۸۶۱ء سے ساڑھے بارہ سیر بوزن سرکاری گندم فروخت ہوا اور اکتوبر ۱۸۶۱ء میں ۱۲ سیر تک فروخت ہوا۔ امدادی کام اس قحط میں جاری ہوا اور اُس میں ایک ہزار نوسو نتالیس روپیہ دس آنہ ۶ پائی چوراسی ہزار پچاسی محتاجین پر صرف ہوئے فی آدمی ساڑھے گیارہ پائی اوسط پڑا اور دو ماہ تک قحط سالی کا کام جاری رہا۔ مرمت سڑک بریلی کا کام بھی اسی قحط سالی میں ہوا جو لوگ لائق مزدوری نہ تھے وہ محتاج خانہ بدایوں میں اور دیگر مقامات میں

رکھے گئے۔ ستمبر ۱۸۶۱ء میں محتاج خانہ بند ہوگئے۔ پردہ نشین عورتوں کو
بھی ایک خاص قسم کی مدد دی گئی۔ سوت کاتنے کے واسطے دیا گیا اور وہ سوت بازار
میں فروخت ہوجاتا تھا۔ چار سو بارہ عورتیں پردہ نشین تھیں اُن کی پرورش
میں چھپن ۵۶ روپیہ چودہ آنہ صرف ہوا۔ اور سوت کی قیمت ۴۲ روپیہ وصول ہوئی۔
دیگر کام محتاجوں سے مثل دری نواڑ بُننے کا لیا گیا جو نہایت کمزور تھے اُن کی آمدنی
۱۵ ار ۶ ہوئی۔ قحط زدوں کی پرورش کو ضلع سے چندہ ماہواری دو ہزار پانچسو
دو روپیہ چھ آنہ چھ پائی اور یکمشت چندہ تین سو پینسٹھ روپیہ ۲ ر ۶ پائی جملہ دو ہزار
آٹھ سو سڑسٹھ روپیہ خزانہ وصول ہوا اور سرکار نے دو ہزار سات سو اکہتر
روپیہ پندرہ آنہ اور سنٹرل کمیٹی آگرہ نے اٹھارہ ہزار روپیہ عنایت کیے
اور ایک سو اکیاسی روپیہ سات آنہ نو پائی آمدنی متفرقات ہوئی جملہ
تئیس ہزار آٹھ سو اکیس روپیہ پندرہ آنہ نو پائی ہوا۔ منجملہ اُس کے اکیس ہزار
ایک سو چھ ۱۰۶ روپیہ تیرہ آنہ چار لاکھ اُناسی ہزار نو سو چھبیس محتاجوں کی پرورش
میں صرف ہوا۔ اس سال کے قحط میں جرائم ڈاکہ زنی وغیرہ نہیں ہوئے اور
نہ باشندگان کی طرف بھاگے بلکہ مارواڑ کی طرف سے کچھ آدمی اس ضلع میں
آئے اور یہاں ہی رہنے لگے۔ علاوہ اس کے سنٹرل کمیٹی آگرہ نے پندرہ
ہزار روپیہ بغرض دیئے جانے تقاوی کاشتکاروں کو عطا کیا۔ دو سو اڑسٹھ
دیہات میں یہ تقاوی تقسیم ہوئی اور بعد کو یہ معاف کر دی گئی اوسط فی کس
باشندگان دیہات کے حساب سے جس کو دی گئی تھی چار روپیہ آٹھ آنہ فی کس
ہوئی۔ ٹھاکروں کی زمینداریاں پرگنہ سہسوان کے ساٹھ گانوں میں جو خراب تھے دس ہزار

اڑتیس روپیہ پندرہ آنہ ۶ پائی مال گذاری ایام غدر ۱۸۵۷ء سے جو باقی چلی آتی تھی وہ معاف ہوگئی۔ لیکن اس سال کی قحط کی مال گذاری کچھ معاف یا ملتوی نہ ہوئی۔ یکم نومبر سنہ مذکور سے پھر ضلع کا چارج مسٹر کارمیکل کو ملا۔ آپ کے اس زمانہ کے عہد حکومت میں قابل تذکرہ عشرہ محرم کا واقعہ ہے جو سنہ ۱۸۶۳ء میں گذرا۔ ایک کوچہ حسینی گلی کے نام سے مشہور ہے وہاں قدیم سے شہر کے تعزیہ دار علم ۸ محرم کو لیکر معہ مجمع کثیر و ماتم و باجے کے جاتے ہیں اور اُس گلی میں ایک مندر ہندوؤں کا ہے اتفاقاً حسب علم و مجمع وہاں پہونچا تو ایک درخت نیب جو مندر میں واقع تھا اُس کی شاخیں راستہ میں علموں کے سبب سے لیجاتے میں حارج تھیں مسلمان تعزیہ داروں نے اصرار کیا کہ یہ شاخیں کٹوا دی جائیں سپرنٹنڈنٹ پولیس نے صاحب مجسٹریٹ ضلع کو اطلاع دی اُنہوں نے یہ حکم دیا کہ شاخہائے نیب کاٹی نہ جائیں۔ لیکن عوام جہال نے نہ مانا اور کچھ لوگ درخت پر چڑھ گئے اور رسّی شاخوں میں ڈالکر یا حسین کہکر وہ شاخیں نیب کی توڑ ڈالیں۔ اُسوقت صاحب سپرنٹنڈنٹ نے بوجہ اندیشہ بلوہ کے سکوت اختیار کیا الا اُس کے دوسرے دن حکم مجسٹریٹ ضلع کا ہوا کہ سب تعزیہ دار اور جو سرغنہ اُن لوگوں کے ہیں وہ طلب ہوں اور چالان کئے گئے۔ اب شب عشرہ کو تعزیہ داری بند ہوگئی۔ پھر اُس حکم کا اپیل تا بہ لفٹنٹی گیا لیکن کچھ نہ ہوا گورنمنٹ نے یہ حکم دیا کہ مجسٹریٹ نے تمہاری تعزیہ داری بند نہیں کی تھی تم نے خود تعزیہ نہ نکالے اب کوئی دوسری تاریخ مقرر نہیں ہوسکتی ہے الغرض اُس سال عشرہ محرم نہ ہوا عوام الناس کو بہت رنج والم ہوا اور تعزیہ اُن کے گھروں میں ویسے ہی رکھے رہنے۔ دوسرے

سال صاحب سے لوگوں نے کہا کہ حضور ہمارے تعزیہ ہیسال پھر سے ویسے ہی رکھے ہیں ہم لوگ دعا کریں گے کہ حضور کے اور بالوگ پیدا ہو حضور ہمارے محلکے نہیں ہم کوئی نافرمانی حکم میں نہ کریں گے اور اجازت مثل سابق قدیم کے ہمکو تعزیہ داری وعلم داری کی عطا کریں صاحب بہادر نے رحم فرماکر اُن کی درخواست قبول فرمائی اور خود اپنی جیب سے کچھ صرف کرکے ایک سبیل شربت شکر کی کرادی اُس سال کثرت سے مجمع ہوا کہ کبھی عشرہ میں اسقدر نہ ہوا تھا اور بخیر وخوبی وہ عشرہ تمام ہوا عوام الناس صاحب کو اور اُن کی میم صاحبہ کو دعائیں دیتے تھے حسن اتفاق سے اُسی سال صاحب مجسٹریٹ بہادر کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا تو سب لوگ تعزیہ دار صاحب بہادر کو مبارکباد دیکر کہتے تھے کہ ہماری اس دعا کا اثر ہے جبتک مسٹر کارمیکل صاحب رہے عشرہ محرم خوب ہوتا رہا اور کسی ہندو مسلمان میں کبھی کوئی رنجش نہ ہوئی۔ مسٹر کارمیکل صاحب کو اہالیان بریلی سے اور پڑاپوں والوں کو اُن سے بہت اُنس رہا بعدہٗ مسٹر کارمیکل اعلےٰ عہدہ پر ترقی پاکر (جو آخر میں صدر بورڈ ہوئی) ۱۸۸۰ء میں یہاں سے تشریف لے گئے اور حسب ذیل کلکٹر ضلع تشریف لائے چونکہ ان صاحبان کے وقت میں کوئی خاص واقعہ قابل تذکرہ نہیں ہے اس لئے ایک مختصر فہرست کا دینا ہم کافی سمجھتے ہیں۔

فہرست صفحہ آیندہ پر ملاحظہ ہو

نمبر شمار	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
۲۵	مسٹر ایس ایس ملول	مارچ سنہ ۱۸۷۰ع	اپریل سنہ ۱۸۷۳ع	
۲۶	مسٹر ایم ڈبلو سینڈس	اپریل سنہ ۱۸۷۳ع	اپریل سنہ ۱۸۸۱ع	یہ کلکٹر بہت ہوشیار اور تجربہ کار تھے ان کے عہد میں میونسپلٹی بدایوں کو بہت رونق ہوئی انہوں نے کل شہر کے اندر گلی اور کوچہ میں پختہ کھر نجہ اور نالیاں میونسپلٹی کے صرف سے تعمیر کرائیں اور صفائی میں بہت ترقی ہوئی انہیں کے عہد (سنہ ۱۸۷۷ع) میں ایک قحط عظیم واقع ہوا بہت کثرت سے آدمی فوت ہوئے۔ اگرچہ صاحب موصوف نے بہت کچھ مدد قحط زدوں کی کی اور محتاج خانہ جاری کیا تاہم کثرت اموات سے مردم شماری کم ہوئی جسکا مفصل حال مردم شماری کے حالات میں لکھا گیا ہی۔ تدارک صاحب

کیفیت	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	تاریخ آمد	نام کلکٹر	نمبر
اسوقت جائنٹ مجسٹریٹ تھے اُنہوں نے کلکٹر ضلع کے خلاف گورنمنٹ کو اطلاع دی تھی کہ انتظام قحط کا عمدہ نہیں ہوا اسپر صاحب ضلع سے دریافت ہوا اُنہوں نے مناسب جواب گورنمنٹ میں بھیجدیا اسپر صاحب ضلع اور جائنٹ مجسٹریٹ صاحب میں نااتفاقی ہوگئی آخر کار جنٹ مجسٹریٹ موصوف تبدیل ہوگئے - ان کے عہد کا ایک اور واقعہ قابل تذکرہ ہے - سینڈرس صاحب بہادر کو ایک روز بعد کھانا کھانے کے قی ہوئی ڈاکٹر صاحب نے زہر کا اثر تجویز کیا ممتحن کیمیا نے اُسکے اجزا زہر کے بتلائے پولیس نے تحقیقات شروع کی مولا نامی جو صاحب کے باورچی خانہ میں اپنے باپ کے پاس				

نمبر	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
				کام کرتا تھا پولیس کے روبرو اُس نے بیان کیا کہ ابوسعید خاں نامی ساکن سرائے جالندہری نے ایک پڑیا دی تھی کہ صاحب کے کھانہ میں ڈالدو اُس کے بیان پر ابوسعید خاں ماخوذ ہوکر سپرد فوجداری ہوئے تحقیقات کامل اس مقدمہ کی ہوئی پولیس نے وجہ زہر دینے کی یہ ظاہر کی تھی کہ ابوسعید خاں نے ایک اپنے رشتہ دار کی ضمانت نیک کی تھی جو قید میں ـــ تھے - یہ امر صاحب مجسٹریٹ کو ناگوار تھا اور وہ اُس سے ناراض ہوئے تھے اسپر ابوسعید خاں نے اپنے محلہ کے رہنے والے لڑکے یعنی مولا سے زہر دلوایا الا مسٹر سینڈرس صاحب نے اپنے اظہار حلفی میں اپنا شبہ ابوسعید خاں

نمبر	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
				پر ظاہر نہ کیا تھا اور کوئی شہادت بجز اقبال مولا ملزم کے نہ تھی مولا بعبور دریائے شور سزایاب ہو ابو سعید خاں بری کئے گئے اور صاحب بہادر بھی زہر کے اثر سے مامون رہے۔ انہیں کے عہد مجسٹریٹی میں جنرل نیاز محمد خاں جنکا ذکر ہم حالات غدر میں لکھ آئے ہیں اور جو بعلت بغاوت مفرور تھے گرفتار ہو کر واسطے تجویز و تحقیقات کے سپرد فوجداری ہوئے اور اُن کے مقدمہ کی پیروی کیلئے مسٹر کارمیکل صاحب بطور پبلک پراسیکیوٹر مامور کئے گئے اور نیاز محمد خاں پر جرم ثابت ہوکر سزائے موت تجویز کیگئی لیکن ہائی کورٹ سے حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا قایم رہی۔ چنانچہ وہ جزیرہ انڈمان

نمبر	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
				کو بھیجے گئے اور وہیں اُن کا انتقال ہوگیا۔
۲۷	مسٹر جی ایلڈیس	اپریل ۱۸۸۱ء	فروری ۱۸۸۳ء	
۲۸	مسٹر سی الیف ہال	فروری ۱۸۸۳ء	۲۵ دسمبر ۱۸۸۳ء	
۲۹	مسٹر سی ای کالی بیر	۲۶ دسمبر ۱۸۸۳ء	۲۶ اکتوبر ۱۸۸۴ء	
۳۰	مسٹر سی الیف ہال	۲۷ اکتوبر ۱۸۸۴ء	۲۶ ستمبر ۱۸۸۵ء	
۳۱	مسٹر سی ای کالی بیر	۲۷ ستمبر ۱۸۸۵ء	۱۶ نومبر ۱۸۸۵ء	
۳۲	مسٹر سی الیف ہال	۱۷ نومبر ۱۸۸۵ء	۲۴ مارچ ۱۸۸۶ء	

عشرہ محرم و دسہرہ کا اقتران (۱۸۸۵ء)

چونکہ بٹالوں کی تاریخ میں یہ واقعہ خاص سمجھا جاتا ہے اس لئے فہرست سے علیحدہ اس کو ہم خاص طور پر تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہیں کیفیت یہ ہے کہ اس وقت مسٹر کالی بیر قایم مقام مجسٹریٹ ضلع تھے اہلِ ہنود قدیم سے رسم دسہرہ اس طرح ادا کرتے تھے کہ موضع بنگلہ مشرقی میں شہر سے باہر رام لیلا بنایا کرتا تھا اور چودھری محلّے سے ایک روز کچھ سامان دسہرہ کا جاتا تھا اور بنگلہ میں دسہرہ کے دن راون ولیلا جلائی جاتی تھی اور کچھ گولے آتشبازی کے چھوڑ دیتے تھے پھر دوسرے بازار میں ہوکر لوٹ آتے تھے الا دنگل روزانہ برابر کوئی رسم شہر سے نہیں نکالی جاتی تھی اب جب محرّم کا عشرہ ایام دسہرہ میں پڑگیا تب

مسلمانوں نے کہا کہ ایّام عشرہ میں اہل ہنود کے یہاں ناچ رنگ بھی نہیں
نہ ان ایّام میں وہ خوشی کا باجہ بجاتے ہیں اور نہ کبھی روزانہ دسہرہ نکالا کرتا ہے
اہلِ ہنود ہمارے دل دکھانے کو رسم جدید کرنا چاہتے ہیں اور اہلِ ہنود نے
بیان کیا کہ ہم دس روز برابر نکالا کرتے ہیں اور باجا وتماشا بازار سے لیجاتے ہیں
یہ قصہ درمیان اہلِ ہنود ومسلمانوں کے در پیش تھا صاحب مجسٹریٹ بہادر
نے کہا کہ اچھا اہل ہنود میں سے ایک شخص اور مسلمانوں میں سے ایک شخص منتخب
کرو وہ فیصلہ کردیں اُس کے بموجب فریقین کا رہند ہوں سب ہنود ومسلمانوں
نے فرقہ اہلِ ہنود سے لالہ گنگا رام بقّال کو جو پاپر ندر گوارِ لالہ پہلادی لال آنریری
مجسٹریٹ حال کے تھے اور بڑے دیانت دار اور مسن تھے اور مسلمانوں
کے گروہ نے راقم الحروف کو انتخاب کیا اور اقرار نامہ صاحب مجسٹریٹ بہادر
کے روبرو لکھدیا کہ یہ دونوں شخص جو فیصلہ کردیں وہ منظور ہوگا قصہ مختصر مجھکو
صاحب مجسٹریٹ بہادر نے فوراً طلب کیا اور لالہ گنگا رام صاحب بھی جو ممبر
میونسپل بدایوں نے تھے بلائے گئے اور صاحب کے بنگلہ پر ہر دو گروہ کے لوگ
سربرآوردہ جمع ہوئے ایک کمرہ میں علیحدہ میری اور لالہ موصوف اور صاحب
مجسٹریٹ بہادر کی دیر تک گفتگو ہوتی رہی جب لالہ گنگا رام سے صاحب نے
دریافت کیا کہ تمہارے مکان کے قریب سے ہمیشہ دس روز برابر دسہرہ نکالا
جاتا تھا اُنہوں نے سچ بات کہی کہ نہیں صرف ایک روز پہلے دن جایا کرتا تھا اور
پھر جب وہ مہرہ جل چکتا تھا تب راج گدّی والے دن چند اشخاص شہر کے جاکر
واپس لاتے تھے تب صاحب نے کہا اب کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کے عشرہ میں

یہ بات جدید پیدا کیجاتی ہی اُنہوں نے کہا کہ بعض مفسد لوگ ہیں وہ نہیں مانتے
میں نے کہا کہ لالہ صاحب یہ فساد مٹانا بہتر ہی یا بلوہ ہوجانے میں دونوں فریق
سے جیل خانہ بھروانا منظور ہی لالہ تہاپ سیرت نے فرمایا کہ جب تم جانتے ہو کہ اگر
میں سچ بات لکھکر فیصلہ کروں تو مجھکو سب اہل ہنود کہیں گے کہ مذہب سے خارج
ہوگیا اور برادری سے خارج کردیں گے میں نے کہا تو کیا فیصلہ نہ لکھا جائے اسسٹنٹ
صاحب بہادر نے فرمایا کہ جب تم پنچ مقرر ہوگئے تو اب تمکو جو مناسب اور سچ
واقعات معلوم ہوں اُنکو لکھکر فیصلہ مجھکو دیدو۔ جو منحرف ہوگا ہم اُس کو اُس سے انحراف
نکرنے دیں گے پھر میں نے اور لالہ نے فیصلہ لکھا اور اُس میں دو دن دسہرہ کے
واسطے اہل ہنود کو دئے اور اُس میں کچھ شرائط قایم کیں اور وقت مختلف ہر دو فریق
کے لئے مقرر کئے اور میں نے اپنے دستخط کئے اور صاحب بہادر نے اپنے دستخطوں
سے مزین فرمایا اور باہر آکر سبکو فیصلہ سنادیا اسپر بعض اہل ہنود ناراض ہوئے
اور اُنہوں نے عوام الناس کو منع کردیا کہ تم کچھ رسم دسہرہ کی نکرو ہم اپیل کرینگے
پھر مسلمان تو اپنا عشرہ محرم برابر حسب ہدایت کرتے رہے اہل ہنود نے اُس
سال کچھ نہیں کیا جیسا کہ مسلمانوں نے مسٹر کارمیکل صاحب مجسٹریٹ کے زمانہ
میں اپنی جہالت سے کچھ نہ کیا تھا اور استغاثہ وغیرہ کیا لیکن کچھ نہ ہوا اُس سال
رسم دسہرہ ہنود نے ادا نہیں کی

[illegible]	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
۳۳	مسٹر ڈبلیو لیب	۲۵ مارچ سنہ ۱۸۹۶ء	دسمبر سنہ ۱۸۹۹ء	چونکہ ان مجسٹریٹ بقیہ کیفیت بصفحہ آیندہ

صاحب بہادر (نمبر ٣٣) کے زمانہ میں جب عشرہ محرم اور دسہرہ کا وقت
آیا تو وہی مرحلہ جو ١٨٨٥ء میں مسٹر کانی بیر کو پیش آیا تھا اب مکرر ١٨٨٦ء میں
نمودار ہوا انہوں نے مسٹر کانی بیر کے انتظام سال گذشتہ کو بدلنا چاہا اور اس
غرض سے جب ایام دسہرہ و محرم کے قریب آئے عمائد اہل اسلام
و ہنود کو فراہم کیا اور کمیٹی کی اور اپنے پیشرو کے حکم کو اپنے حکم کے ذریعہ منسوخ کرکے
دونوں فریقوں کو دس روز برابر اپنے اپنے مراسم ادا کرنے کا حکم دیا گویا یہ حکم
ایسا تھا جس سے دونوں فریق میں بلوہ بوجہ اجتماع ضدین ہونا لابدی تھا
اس پر مسلمانوں نے اعتراض کیا کہ سال گذشتہ کا فیصلہ کیوں منسوخ ہوتا ہے
منسوخی سے قبل بعد تحقیقات یہ ثابت ہونا چاہئے پہلے کسی وقت میں اس طور سے
رسم دسہرہ شہر کے اندر سے نکلی ہے لیکن قریب نصف عشرہ محرم کے یعنی
۵ محرم الحرام تک اہل ہنود اپنے باجے وسنکھ وغیرہ روزانہ دسہرہ میں لیجاتے
اور لاتے رہے اور مسلمانوں نے کچھ نہ کہا صبر سے بیٹھے رہے الا پانچ تاریخ کو بہت
سے جاہل مسلمان آمادہ فساد ہوکر محلہ براہم پور کے قریب جمع ہوئے کہ ہم شہر
کے اندر نہ آنے دیں گے تب مجسٹریٹ نے بغرض انتظام شہر کے عمائد مسلمانوں
کو اپنے بنگلہ پر طلب کیا عجب مشکل پڑی کہ عوام الناس پر کچھ اختیار شہر کے معزز
اشخاص کا نہیں ہی کیا کیجئے انہوں نے اپنی مجبوری ظاہر کی تب مجسٹریٹ صاحب
نے ایک عجیب حکم جاری کیا یعنی ایکٹ ۵ سنہ ١٨٦١ء کے اختیارات شہر کے روسا کو
عطا فرمائے اور چونکہ راقم الحروف تعطیل کی وجہ سے شاہجہانپور سے بدایوں
آیا ہوا تھا مجھکو بھی ایک پروانہ ملا کہ تمکو اختیارات سب انسپکٹر پولیس کے بغرض

انسداد بلوہ دئے گئے۔ چودھری محمد اصغر علی رئیس کھیڑہ بزرگ و خان بہادر
شیخ انتظام الدین رئیس شیخوپور سگوال پگڑی کے اختیارات ملے۔ علاوہ انسپکٹر
اور سب انسپکٹروں کے بہت سے لوگ ہیڈ کانسٹیبل بنائے گئے تھے کہ بہت سے
رئیسوں کے لڑکوں کو کانسٹیبل بنایا اور ڈنڈا پیٹی عطا کی گئی اسی اثنا میں
مجھکو اور چودھری اصغر علی صاحب مرحوم اور شہر کے دیگر شرفاء کو صاحب بہادر نے
بنگلہ پر طلب کیا جب ہم صاحب بہادر کے بنگلہ میں داخل ہوئے ارشاد ہوا
کہ کرسی پر بیٹھو ہم نے اور چودھری موصوف نے عرض کی ہم لوگ کرسی پانے
کے قابل نہیں ہیں اس وقت سب انسپکٹر کی حیثیت سے طلب ہوئے ہیں
اور یہ التماس کی کہ ہم نہ تعزیہ دار اور نہ بدمعاشوں اور مفسدوں کے گروہ کے
سردار پھر کیا وجہ ہے جو ایکٹ ۵ ۱۸۶۱ء کی دفعات کا نفاذ ہم پر ہوا اگر ہم لوگ
ایسے ہوتے تو فہرست دربار نواب لفٹننٹ گورنر بہادر میں ہمارا نام قایم نہ رکھا جاتا
بعد اس عشرہ کے ہم ضرور اپنی گورمنٹ عادل کے حضور میں استغاثہ کریں گے
ہماری بے عزتی اس درجہ ہوئی جس کے ہم لایق نہ تھے تب صاحب نے
جواب دیا کہ ہم نے تمکو انتظام محرم کے واسطے یہ اختیارات دئے ہیں عرض کیا
گیا کہ عوام الناس تعزیہ و علم نکالنے سے انکار کرتے ہیں ہم کیا انتظام کریں پولیس
انتظام کرسکتی ہے یا جو تعزیہ داروں کے گروہ کے آدمی ہوں ان کو آپ یہ عہدہ
عطا فرمائے غرض بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی پھر صاحب موصوف نے
کہا کہ ہم ٹاؤن ہال میں چلتے ہیں اور بہت سے اشخاص اہل ہنود و مسلمانوں کو
وہاں بلاتے ہیں آپ بھی تشریف لائیے حکم حاکم مرگ مفاجات کا

مصداق خیال کرکے ہم لوگ اُس کمیٹی میں گئے حالانکہ ہم ممبر بھی نہ تھے
مگر اسقدر خطاوار تھے کہ مسٹر کانی بیر کے وقت میں ہم نے محرم کا تصفیہ کیا تھا کمیٹی
میں صاحب مجسٹریٹ نے مجھ سے فرمایا کہ میں مسٹر کانی بیر نہیں ہوں تم نے
اُس کو دہوکہ دیکر سال گذشتہ میں فیصلہ کر دیا میں نے عرض کیا کہ حضور مسٹر
کانی بیر صاحب اب شاہجہانپور کے مجسٹریٹ ہیں جس کی آبادی قریب
۸۰ ہزار کے ہے اور حضور اس شہر کی آبادی ۳۵ ہزار پر حکمراں ہیں اُنکی
نسبت ایسے الفاظ کہ وہ دھوکہ کھانے والے ہیں نہ فرمایئے میری نسبت اس
وجہ سے کہ میں رعایا فرمانبردار گورنمنٹ کا ہوں اور آپ ہمارے حاکم ہیں جو الفاظ
رکیک استعمال کریں میں برداشت کرسکتا ہوں الا میں دھوکہ دینے والا
نہیں ہوں اب جو آپ فرماویں وہ عرض کروں ارشاد ہوا کہ صرف یہ امر
تنقیح طلب ہی کہ آیا قدیم سے رسم دسہرہ دس روز برابر باجے کے ساتھ شہر میں
ہوتی ہی یا نہیں ایک فریق کہتا ہی کہ ہمیشہ دسہرہ باجہ کے ساتھ شہر میں نکلتا ہی
اور دوسرا کہتا ہی کہ نہیں ہم کس فریق کے قول کو قبول کریں کوئی شہادت
باوقعت اور آزاد موجود نہیں ہی میں نے کہا کہ مسٹر کارمیکل صاحب وجان
لارنس صاحب و مسٹر بولڈرسن صاحب اور دیگر صاحبان مجسٹریٹ اسوقت
تک زندہ ہیں آپ تار کا خرچ مسلمانوں سے لیجئے اور اُن سے دریافت
فرمایئے کہ اُن کے عہد حکومت میں کبھی انتظام دسہرہ دس روز ہوا یا صرف
دو روز اُس پر جواب دیا کہ یہ امر دیر طلب ہی اس وقت کیا انتظام ہونا چاہیے
اس پر یہ کہا گیا کہ ہندو مسلمانوں میں سے ایک ایک عمر رسیدہ شخص کو جسکو

ہر فریق ایمان دار سمجھے انتخاب کیا جائے اور اُس کی حلفی شہادت لی جائے
اُس کے بعد فیصلہ کیا جائے اُسوقت لالہ ہر پرشاد نقال سے صاحب نے
دریافت کیا کہ تمکو منظور ہے انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ سال گذشتہ میں لالہ
گنگا رام کو کیا تو انہوں نے ہمارے خلاف فیصلہ کیا اب جس کسی ہندو کو ہم
نامزد کریں گے وہ بوجہ دباؤ مسلمانوں کے ہمارے خلاف فیصلہ کردے گا۔
پھر مسلمانوں نے کہا کہ حضور ہمارے اور لالہ کے مچلکے لے لیں اور اقرارنامہ لکھا لیا
جائے کہ اس وقت یہ دسہرہ برابر جس سند و مد سے چاہیں نکالیں لیکن جب
کامل تحقیقات بعد کو ہو اور ثابت ہو کہ یہ امر جدید تھا تو ہماری قید دو دو سال
کی اور مچلکہ ضبط ہو ورنہ ان لالہ کی قید ہو اور مچلکہ ضبط ہو اس وقت دفع الوقتی
کر دی جائے اس بات پر مجسٹریٹ بہادر نے لالہ سے دریافت کیا کہ کیوں تمکو
منظور ہے تب انہوں نے انکار کیا اُس وقت صاحب بہادر جنکی طبیعت مغلوب الغضب
واقع ہوئی تھی اہل ہنود کی طرف سے برہم ہوئے اور اپنے حکم سابق کو ترمیم
کرنے کو آمادہ ہوئے غرضکہ بہت سی گفتگو اُس کمیٹی میں ہوتی رہی آخر کش
نتیجہ یہ ہوا کہ صاحب مجسٹریٹ بہادر نے یہ حکم دیا کہ سنکھ وغیرہ نہ بجے اور مثل
مرثیہ خوانوں کی شبیہ بنا کر سنگاسن پر بیٹھکر راماین پڑھتے ہوئے نہ نکلیں اور
عشرہ محرم کی سبیلوں کی نقل جو برامسنہ میں شربت وغیرہ تقسیم کرنے کی دسہرہ
میں کی گئی تھی وہ نہ ہو اور وقت خاص مقرر کر دیا بہت سی ترمیم اپنے حکم
سابق میں کی مسلمانوں کو اجازت دی کہ تم اپنی علم داری و تعزیہ داری مثل
شدامد قدیم کے کرو اسپر بھی فریقین کے جہال رضامند نہ تھے اسوقت ہنود

مسلمان عمائد دونوں فریق کو سمجھاتے تھے لیکن وہ کب مانتے تھے تب
مسلمانوں کو راقم الحروف نے سمجھایا کہ اب تمہارے موافق حکم ہوگیا تم مجمع
منتفرق کرو تب خدا خدا کرکے اُس روز اندیشہ فساد فرو ہوا اور جو پانچ روز سے
ماتم وغیرہ شہر میں بند تھا وہ بجنا شروع ہوگیا اور نشان نکلنے لگے اب عشرہ
محرم کے صرف پانچ روز باقی رہ گئے تھے ان بقیہ ایّام عشرہ میں مسلمان تعزیہ
داروں نے صاحب مجسٹریٹ بہادر کے حکم سے خوب فائدہ اُٹھایا جس طرح پانچ روز
اوّل حصہ عشرہ میں اہلِ ہنود نے سبیلوں وغیرہ کی نقل بناکر اور باجہ بجابجا کر تعزیہ
داروں کا دل دکھایا تھا اب انہوں نے رات و دن نشان و مہدی و علم
و تعزیہ نکالنے میں زیادتی کی ۸ محرم الحرام کو حسینی گلی میں جہاں ہندو بکثرت
آباد ہیں اور جہاں سے علم نکلا کرتے ہیں بہ اجازت مجسٹریٹ ضلع کھانا پکوا کر مثل
پلاؤ و زردہ و گوشت وغیرہ علموں کے ساتھ واسطے خیرات کے لے گئے عوام الناس
نے وہاں کھانا کھاکر ہڈیاں سڑک پر ڈالیں لیکن میونسپلٹی کے لوگوں نے
اُن کو نہیں اُٹھایا بعض اہلِ ہنود نے مجسٹریٹ کو لاکر دوسرے روز دکھایا کہ
ہمارے گھروں کے سامنے ہڈیاں ڈالی گئیں یہ امر صاحب مجسٹریٹ بہادر کی ناخوشی
کا سبب ہوا۔ بہرحال ۱۳۲۶ھ کا محرم بخیریت گذر گیا اور کوئی فساد نہیں ہوا
صاحب موصوف نے خیریت کی رپورٹ گورنمنٹ کو بھیجی جس میں اُن روساء
کا جنہوں نے انتظام عشرہ میں مدد دی تھی تذکرہ کیا گیا۔ راقم الحروف بھی
اُن میں شامل تھا صاحب مجسٹریٹ کی رپورٹ کے جواب میں گورنمنٹ نے
مدد دینے والوں سے اظہار خوشنودی کیا جس کی اطلاع صاحب مجسٹریٹ بہادر

نے مندرجہ ذیل پروانہ کی صورت میں دی۔

نقل پروانہ صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع بدایوں

مولوی رضی الدین صاحب وکیل و رئیس بدایوں۔

حسب ورود چٹھی صاحب سکرٹری گورنمنٹ ممالک مغربی و شمالی نمبری ۳۵/۳ و ۴۸۷ مورخہ ۱۱ر جنوری ۱۸۸۸ء میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ انتظام عشرہ محرم و برام لیلا ۱۸۸۷ء میں جو آپ نے عمدہ امداد کی لہذا باظہار خوشنودی کے گورنمنٹ آپ کی شکر گذار ہے۔ مرقوم ۳ر فروری ۱۸۸۸ء

دستخط مسٹر لیمب مجسٹریٹ ضلع بدایوں

مسٹر لیمب کے عہد میں دوسرا محرم ۱۸۸۸ء

۱۸۸۷ء میں مسلمانوں پر حسینی گلی میں ہڈیاں وغیرہ ڈالنے کا جو الزام صاحب موصوف کے ذہن نشین ہو چکا تھا اُس کا خمیازہ ۱۸۸۸ء میں برآمد ہوا جب اکتوبر ۱۸۸۸ء میں عشرہ کا وقت قریب آیا تو یکم محرم یا اُس سے کچھ قبل یہ حکم ہوا کہ علم ۸ محرم کو جو حسینی گلی سے صدہا برس سے نکلتے ہیں اس سال سے قطعی وہ راستہ علموں کے واسطے بند کیا گیا۔ کوئی علم دار اُدھر سے علم لیکر نہ نکلے اب اس حکم کے ہوتے ہی اہل ہنود تو خوش ہوئے کہ ہماری ڈگری ہو گئی اور تعزیہ داروں کو از حد درجہ رنج والم لاحق ہوا اب عوام الناس نے پہلی محرم سے جو ماتم بجایا کرتے تھے بالکل بند کر دیا اور جو مجالس عزا کثرت سے شہر میں ہوتی ہیں وہ بند ہو گئیں اس سال اور بھی زیادہ مصیبت کا سامنا تھا عوام الناس عدول حکمی پر آمادہ اور بیچارہ

شہر کے رئیس اس مصیبت میں گرفتار کہ اُن سے مجسٹریٹ بار بار تاکید کر کے کہتا ہے کہ
اگر تعزیہ اس سال نہ نکلے اور میری شکایت ہوئی یا بلوہ ہوا تو ہم سب کو جیل خانہ میں
بھیجیں گے۔ محرم کے سپاہی اور رمضان کے نمازی اور ہولی کے بھڑوے
مشہور ہیں ادنے سے ادنے شخص اپنے جامہ سے باہر۔ عوام کو بھلے آدمی لاکھ
سمجھاتے تھے کہ تم تعزیہ داری اپنی کر لو پھر اپیل یا استغاثہ مجسٹریٹ سے کرنا وہ
سال آیندہ میں اپنی مہربانی سے تمہارا راستہ کھول دیں گے مگر وہ کب مانتے تھے
تب ہمارے شہر کے سربرآوردہ رئیس مولوی طفیل احمد صاحب وکیل
مرحوم جو اس سال میں انتقال کر گئے مسلمانوں کی طرف سے واسطے استغاثہ
کے پیش رو ہوئے اولاً اُنھوں نے خود مجسٹریٹ ضلع سے درخواست کی لیکن وہ
نامنظور ہوئی پھر اپیل صاحب کمشنر بہادر کے یہاں کیا اس سال مسلمانوں نے
بوجہ حسینی گلی بند ہونے کے تعزیہ داری بند کر دی تھی مگر مجسٹریٹ صاحب کے ایما سے
غالباً اس اظہار کے لئے کہ محرم بند نہیں ہوا ہے بعض تحصیل و پولیس کے مسلمان ملازموں
نے کچھ نشان منّت کے بنا کر نکالنا چاہے عوام الناس مسلمان اُن کے مانع ہوئے
اور بکثرت تار صاحب کمشنر بہادر اور لفٹننٹ گورنر بہادر
کو جاتے تھے کہ ہم تعزیہ دار کوئی علم وغیرہ نہیں نکالتے ہیں مجسٹریٹ صاحب نے واسطے
رپورٹ کرنے کے یہ کارروائی کی ہے کہ ملازمان سے کچھ علم نکلوائے ہیں تار کا جواب
آتا تھا کہ مجسٹریٹ سے کیفیت طلب ہوئی ہے مولوی طفیل احمد صاحب سے مجسٹریٹ
ضلع نہایت برہم تھے اکثر موقعوں پر سخت گفتگو ہوئی تھی ہر چند یہ کوشش پولیس
کی ہوئی کہ کچھ تعزیہ دار ایسے نکل آئیں تو رپورٹ کر دی جائے کہ عشرہ بخیر و خوبی

انجام پاگیا لیکن عوام الناس کہتے تھے کہ اگر مولوی طفیل احمد کہیں تو نکالیں لیکن اُس مشیر قانونی نے اُن کو یہ رائے دی کہ تم نے اگر کچھ کیا تو کبھی یہ راستہ حسینی گلی کا نہ کھلے گا غرض یہ عشرہ محرم خاموشی سے طے ہوگیا کچھ فساد وغیرہ نہیں ہوا شہر میں پورے طور سے امن قایم رہا اور اس قیام امن کا باعث مولوی طفیل احمد صاحب مرحوم کو سمجھنا چاہیے کیونکہ اگر اُس وقت یہ زیرک اور سمجھدار شخص جہال کی باگ اپنے ہاتھ میں نہ لیتا اور اُن کے بڑھتے ہوئے وحشیانہ جوش کو عادلانہ کارروائیوں کی طرف سے باقاعدہ حقوق طلبی کی صورت میں تبدیل نہ کر دیتا تو ضرور فساد ہو جاتا مسٹر لیمب صاحب انسان تھے اور انسانی فطرت کے سبب وہ مولوی طفیل احمد صاحب سے صرف اس وجہ سے کہ وہ اُن کے حکم کی تنسیخ کی کوشش کر رہے تھے ناراض ہوگئے تھے لیکن اگر وہ غور سے دیکھتے اور انصاف سے کام لیتے تو مولوی موصوف کا یہ فعل عین وفاداری گورنمنٹ اور رفاہ خلایق کے اصول پر مبنی تھا کہ جنھوں نے جہال تعزیہ داروں کو باقاعدہ اور جائز کوشش کی طرف مصروف کرکے نقض امن کے خیال کو اُن کے دلوں سے محو وسہو کر دیا اور شہر میں امن قایم رکھنے میں اُن کی مدد کی۔ غرض مولوی طفیل احمد صاحب وکیل کی ان باقاعدہ کوششوں کا نتیجہ اس سال ظاہر نہیں ہوا اس سال صرف یہ ہوا کہ حسینی گلی کے بند ہونے کا معاملہ اپیل کی صورت میں لاٹ صاحب بہادر کے یہاں پہونچ گیا لفٹنٹی سے صاحب مجسٹریٹ ضلع سے کیفیت طلب ہوئی اُنھوں نے رپورٹ خلاف اپیلانٹان کے کی اور یہ لکھا کہ حسینی گلی میں کوئی مکان مسلمان کا نہیں ہے اور بکثرت اہل ہنود کے مندر ہیں اس پر دوسری عرضداشت مولوی طفیل احمد وکیل اپیلانٹان نے

روانہ کی کہ یہ رپورٹ مجسٹریٹ صاحب صحیح نہیں ہی موقعہ اگر ملاحظہ کیا جائے تو
ہم دکھا سکتے ہیں کہ اس گلی میں ایک مسجد مسلمانوں کی ہی اور صرف ایک مندر ہی
اور مسلمان بھی رہتے ہیں اور ایک شہید کی قبر ہی اُس پر مسٹر نیل صاحب کمشنر بہادر
روہیلکھنڈ کو گورنمنٹ کا حکم پہونچا کہ تم خود بدایوں جاکر معائنہ موقعہ کا کرو اور تحقیقات
کرکے رپورٹ بھیجو چنانچہ صاحب کمشنر بہادر موصوف بدایوں تشریف لائے چونکہ
میں بوجہ تعطیل اس وقت بدایوں میں موجود تھا صاحب کمشنر بہادر نے مجسٹریٹ
سے کہا کہ وہ مسلمانوں میں اچھا آدمی شمار کیا جاتا ہی اور نہ تعزیہ دار ہی اور نہ اس
سازش میں شریک ہی پس میں بلایا گیا۔ صاحب کمشنر بہادر نے مسلمانوں کے گروہ
سے فرمایا کہ سوائے مولوی طفیل احمد کے جو تمہارے مختار اور مدعی ہیں تم ایک شخص کو
منتخب کرو جس سے ہم گفتگو موقعہ پر کریں سب نے مجھکو بتایا ہرچند میں نے عذر کیا
مگر کچھ پذیرا نہ ہوا میں اُس روز کی مصیبت کبھی نہ بھولونگا ایک مجمع کثیر اہل ہنود
اور مسلمانوں کا جسمیں گلی کے اندر موجود تھا صاحب کمشنر بہادر و مجسٹریٹ
ایک ٹم ٹم پر سوار تھے میں مجمع کیساتھ پیدل تھا اوّل گلی کے سرے پر پہونچکر مجسٹریٹ
نے اپنے گھوڑے کو چابک مار کر تیز کیا تاکہ مندر کے پاس جاکر اُسکا کمشنر صاحب
کو معائنہ کرائیں اور مسجد معائنہ سے رہ جائے جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ہماری
مسجد کو نہیں دکھایا نقشہ میں یہ مقام نہیں لکھا جائیگا نیز وہاں ایک قبر کسی
بزرگ کی ہی اور مسجد سے جانب جنوب ملے ہوئے حریم اور چراغ دان بنے ہیں وہ
نہیں دکھائے گئے تب مسلمان میری طرف آئے میں اُس کشمکش اور دھکم دھکا
میں بگھی کے برابر نہیں جاسکتا تھا اب مسلمانوں نے کیا حرکت کی کہ ٹم ٹم کو روک لیا

سامنے سے نہیں ہٹے اور پیچھے سے پہیہ ٹم ٹم کے پکڑے غرض ٹم ٹم رُک گئی تب
کمشنر صاحب سے عرض کیا کہ حضور ایک موقعہ پیچھے چھوڑ آئے اُنھوں نے کہا کہ
اپنے منتخب شدہ کو لائیے ہمسے وہ کہے اب مجھکو لوگوں نے اُس مجمع سے نکال کر
ٹم ٹم تک پہونچایا میں نے کہا کہ ایک مسجد حضور کے پیچھے ہی اور ایک قبر ہی اُسے
ملاحظہ فرمایئے اور نقشہ میں نشان دیجئے صاحب نے ٹم ٹم پیچھے ہٹائی اور مسجد
کا گاڑی پر سے معائنہ کیا اور جو قبر اُس کے پہلو میں تھی اور پرانے حریم بنی تھی
اُس میں خانہ خانہ چراغ رکھنے کے تھے دیکھے مجھ سے دریافت کیا کہ یہ کسکی قبر ہی
میں اُن بزرگ کا نام نہیں جانتا تھا اور لوگوں نے کہا کہ ان کا نام سید حسین شہید ہی
ہی اور اسی وجہ سے یہ گلی حسینی گلی کے نام سے مشہور ہوئی اور اس مقام پر بہت سے
علم لیکر لوگ بیٹھے تھے پھر صاحب کی گاڑی آگے چلی پھر اُس سے تھوڑی دور پر
جو مندر اہل ہنود کا تھا وہ مجسٹریٹ اور اہل ہنود نے دکھایا وہ ہی ایک مندر
وسط گلی میں واقع ہی اب اہل ہنود نے [illegible] پھر ایک شخص نے اپنے دروازے
پر مہادیو کی مورت اور گوان ڈپوٹ رکھ رکھے تھے مجھ سے دریافت کیا کہ یہ ہمیشہ
رکھے رہتے ہیں یا جدید میں نے کہا کہ صاحب مجسٹریٹ ہیں آپ ان سے حضور دریافت
فرمائیں مگر اس سے پہلے صاحب جائے دیکھ چکے تھے صاحب مجسٹریٹ نے جواب دیا
[illegible] میں نے رکھے دیکھے اور [illegible] دونوں کی شرارت سے
[illegible] مسجد کا ارکان جو
[illegible]
[illegible] گاڑی کو

اور پیچھے سے روکا پھر صاحب کمشنر بہادر نے ارشاد فرمایا کہ کیوں روکا گیا و کہا ناظر
کہا کہ یہاں مکان مسلمان سیّد کا ہی اور صاحب مجسٹریٹ بہادر نے پہلے نہ دیکھا
تھا جو یہ تحریر فرمایا کہ کوئی مسلمان نہیں رہتا ہی اس عرصہ میں بھی بمشکل تمام
وہاں تک پہونچا اُس وقت ایک ہندو پیش ہوا اُس نے کہا کہ یہ مکان میرا
اور ایک مسلمان آیا اُس نے کہا میرا ہی اصل بات یہ ہی کہ وہ مکان سابق میں
اُس سیّد کے مورث کا تھا کچھ حصّہ اُس بقّال نے اُس کا نیلام میں خرید لیا تھا لیکن
وہ دیگر حصّہ داروں کی جانب سے رہتا تھا اور دخل نہیں چھوڑا تھا میں نے
یہ امر صاحب کمشنر بہادر سے کہدیا اُنہوں نے اُس ہندو سے دریافت کیا کہ تمنے
نیلام لیا ہی اُس نے کہا کہ ہاں تب سواری پھر آگے بڑھی پھر تھوڑی دور چلکر
گاڑی روک لی گئی پھر مجھکو لوگ لے چلے وہاں پر ایک مسلمان بھٹیارہ کا مکان
تھا اُس نے دروازہ کھول لیا تھا اور کچھ علم صحن مکان میں رکھدئے تھے اور کہتا تھا
کہ حضور میرے علم میرے گھر سے اُٹھا کرتے تھے اس سال نہیں اُٹھے صاحب نے
اہل ہنود سے دریافت کیا کہ یہ مسلمان کا مکان ہی یا یہ بھی تمنے خرید لیا ہی جواب
دیا کہ یہ بھٹیارہ ضرور یہاں رہتا ہی لیکن علم داری نہیں کرتا ہی قصّہ مختصر وہ تھوڑی
سی گلی اس مشکل سے مجھکو طے کرنا پڑی کہ بیان نہیں کرسکتا بعدہٗ صاحب کمشنر بہادر
مع مجسٹریٹ ضلع ٹون ہال یعنی میونسپلٹی کے دفتر میں تشریف لے گئے اور مجھ سے
فرمایا کہ تم بھی وہاں آؤ پھر وہاں مجھکو جانا پڑا وہاں صاحب کمشنر بہادر
نے اجلاس شروع کیا اولاً مولوی طفیل احمد وکیل تعزیہ داران کا اظہار لکھا پھر
میرا اظہار لکھا اور دو کس اہلِ ہنود میں سے منشی پیارے لال آنریری مجسٹریٹ

دولیوان سنگھ مختار جو بجانب اہل ہنود پیروکار تھے اُن کے اظہارات تحریر
کیے اس دوران تحقیقات میں مسٹر لیمب صاحب مجسٹریٹ بھی صاحب کمشنر
بہادر کے پاس بیٹھے رہے اُن سے اور مولوی طفیل احمد سے سختی کے ساتھ گفتگو کی نوبت
آئی جب صاحب کمشنر بہادر نے روکا تو وہ گفتگو موقوف ہوئی میں نے اپنے اظہار میں
جو افراط تفریط فریقین کی جانب سے ہوئی تھی وہ سب بیان کر دی اور جو اپنی آنکھ
سے دیکھا تھا وہ لکھا دیا فریقین یا مجسٹریٹ صاحب نے مجھ سے کچھ سوال نہ کیے
بعد ازاں صاحب کمشنر بہادر نے رپورٹ لفٹنٹی کو روانہ کر دی اور خود واپس
تشریف لے گئے اس رپورٹ کے بعد ہز آنر جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر
بالقابہ نے حکم دیا کہ ہم خود بدایوں تشریف لائیں گے اور وہاں اس مقدمہ کو
طے کریں گے چنانچہ کئی روز کے بعد خود ہز آنر بدایوں رونق افروز ہوئے اور
صاحب مجسٹریٹ ضلع نے اپنے منتخب کردہ اشخاص کی پرائیویٹ ملاقات ہز آنر
سے کرائی منجملہ اُن کے ایک میں بھی تھا مجھ سے قریب ۱۵ منٹ کے مقدمہ حسینی گلی
کے متعلق گفتگو رہی بعد پرائیویٹ ملاقاتوں کے ہز آنر سوار ہو کر واسطے دیکھنے
جامع مسجد وغیرہ کے تشریف لانے والے تھے مسلمانوں میں سے چار پانچ شخصوں
کو حکم تھا کہ جامع مسجد میں حاضر رہیں مولوی طفیل احمد اور مسٹر ہیل صاحب
کمشنر بہادر قسمت روہیل کھنڈ بھی وہیں موجود تھے ۔ مجھے اسی اثنا میں اطلاع
ہی آنر حضور لفٹنٹ گورنر بہادر حسینی گلی کا ملاحظہ کر لیا میں نے صاحب کمشنر بہادر
سے وہیں مسجد میں علیحدہ لیجا کر اطلاع کی معلوم ہوا ہے کہ لاٹ صاحب بہادر
نے تنہا بغیر آپ کے حسینی گلی کا صرف پہرا ہی صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع معائنہ

فرما لیا آپ لوگوں نے جو نقشہ مرتب کیا ہی اب آپ اُس کو دکھلا سکتے ہیں۔ کمشنر صاحب کو تعجب ہوا۔ چند منٹ کے بعد ہز آنر لاٹ صاحب بہادر معہ اپنے پرائیویٹ سکرٹری کے جامع مسجد میں تشریف لائے۔ اور پھر کر جامع مسجد سے واپسی کے وقت ہز آنر لفٹنٹ گورنر بہادر معہ پرائیویٹ سکرٹری و کمشنر صاحب بہادر و صاحب مجسٹریٹ بہادر سوار ہو کر حسینی گلی میں ہو کر اپنی فرودگاہ کو تشریف لے گئے۔ اس مرتبہ کمشنر صاحب بہادر نے تمام باتیں جو ہندوؤں اور مسلمان اپنے اپنے بیانات کی تائید میں پیش کرتے تھے اور جو کمشنر صاحب بہادر نے اپنے معائنہ موقعہ کے وقت نقشہ میں نوٹ کی تھیں لاٹ صاحب بہادر کو ملاحظہ کرا دیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہز آنر سر اکلینڈ کالون نواب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر بالقابہ نے نہایت دور اندیشی اور انصاف کے پہلو کو مد نظر رکھکر یہ حکم صادر فرمایا "ہمیشہ علموں کا جلوس ۳۵ منٹ کے اندر گلی کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک پہونچ جائے" چنانچہ اُس سال سے اب تک اُس حکم کی پابندی ہوتی ہی اور کبھی کوئی نا اتفاقی درمیان اہل ہنود و مسلمانوں کے اُس وقت سے اب تک نہیں ہوئی اور خدا کرے کہ ہمیشہ ایسا ہی اتفاق باہم مسلمان اور ہنود کے قایم رہے۔ لاٹ صاحب بہادر کے اس حکم کے صادر ہونے کے بعد صاحب موصوف تقریباً ایک سال بدایوں میں اور رہے اور بالآخر مین پوری کو تبدیل ہوئے۔ قبل اس کے کہ ہم ان مجسٹریٹ صاحب بہادر کے عہد کے واقعات کو ختم کریں۔ آپکے وقت کے دو واقعات اور لکھنا چاہتے ہیں۔ ایک واقعہ جامع مسجد شمسی بدایوں کی مرمت کا ہی جس کا مفصل ذکر ہم نے اسی کتاب کے صفحہ ۴۳ پر لکھا ہی حق بات

یہ ہی کہ جامع مسجد بدایوں کی موجودہ حالت پر صاحب موصوف کا ضرور احسان ہے
دوسرا واقعہ حضرت علیا جنابہ ملکہ معظّمہ قیصر ہند کی پنجاہ سالہ سلطنت کے جشن
جیوبلی کا ہی جو ۱۸۸۷ء میں تمام ہندوستان میں منایا گیا تھا۔ تمام ضلع کے
روساء اور ممبران ڈسٹرکٹ بورڈ و میونسپل بورڈ صاحب ضلع کی طرف سے مدعو
ہوئے تھے۔ یہ جلسہ ٹاؤن ہال بدایوں کے قریب ۱۶ فروری ۱۸۸۷ء کی شب میں منعقد
ہوا تھا یورپین اہل اسلام اور اہل ہنود کے کھانے کا انتظام علیحدہ علیحدہ تھا۔ کھانے
کے بعد دربار ہوا جسمیں بہ حیثیت قایم مقام قیصر ہند صاحب مجسٹریٹ بہادر صدر
نشین تھے پہلے ایک ایڈریس باشندگان بدایوں کی طرف سے پیش ہوا اُسکے
جواب میں صاحب موصوف نے تقریر کی اور مولوی علی امجد حسین صاحب بدایونی
نے اپنی مصنفہ ایک نظم سُنائی جو اُردو فارسی انگریزی تین زبان میں لکھی گئی تھی
اس کے بعد قیدیوں کو بلاکر رہائی کا حکم سُنایا گیا۔ اور تھیٹریکل کمپنی کا تماشہ ہوا
دربار کے موقعہ کی یادگار قایم رکھنے کے لئے کالون گیٹ تعمیر کیا گیا جو اسوقت تک
موجود ہی۔ اس شب میں تمام باشندگان شہر نے اپنے اپنے گھروں کو چراغاں
کیا تھا جس سے وفادار رعایائے بدایوں کی دلی مسرّت کا اظہار ہوتا تھا جامع مسجد
پر میونسپلٹی کی طرف سے نہایت خوشنما اعلیٰ پیمانہ پر روشنی کی گئی تھی۔
مسٹر لیمپ کے بعد جو کلکٹر صاحبان حکومت ضلع بدایوں پر سرفراز ہوئے اُنکی
فہرست حسب ذیل ہی کہ صفحہ آیندہ پر ملاحظہ فرمائینگے۔

نمبر شمار	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
۳۴	مسٹر جی آر سی ولیمس	۲۴ دسمبر ۱۸۸۸ء	۱۳ اپریل ۱۸۹۲ء	آپ کے زمانہ کلکٹری (دسمبر ۱۸۸۸ء لغایت اپریل ۱۸۹۲ء) میں بہ زمانہ رخصت مسٹر اے گلبرتھ و مسٹر جی اے ٹوئیڈی قایم مقام مجسٹریٹ و کلکٹر رہے اسی زمانہ میں بدایوں ضلع اسکول جو عرصہ سے ٹوٹ کر مڈل اسکول رہ گیا تھا پھر ہائی اسکول ہوگیا۔
۳۵	مسٹر ایچ ایم آر ہاکنس	۱۴ اپریل ۱۸۹۲ء	۳۱ جولائی ۱۸۹۲ء	
۳۶	مسٹر جی آر سی ولیمس	جولائی ۱۸۹۲ء	۱۷ اپریل ۱۸۹۳ء	
۳۷	مسٹر جے ایس مسٹن	۱۸ اپریل ۱۸۹۳ء	۱۲ اکتوبر ۱۸۹۳ء	ان صاحب کا زیادہ حصہ بطور مہتمم بندوبست کے گذرا ہے۔ اس سلسلہ میں یعنی فصل ہفتم میں صفحہ ۱۲۲ پر ان کا مفصل حال لکھا گیا ہے۔
۳۸	مسٹر وی اے اسمتھ	۱۷ اکتوبر ۱۸۹۳ء	۱۲ فروری ۱۸۹۴ء	یوپی دیارا بجگیا مشہور ڈاکو اسی عہد میں گرفتار ہوئے پولیس سے ڈاکوؤں نے مقابلہ کیا۔ ایک کانسٹبل مارا گیا

کیفیت	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	تاریخ آمد	نام کلکٹر	نمبر شمار
ڈین صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس کے گولی لگی ممنج گسی سچیند ڈاکو مارے گئے۔				
٢٨ر اگست سنہ ١٨٩٥ء سے ٢٤ر ستمبر ١٨٩٥ء تک بہ زمانہ رخصت صاحب موصوف مسٹر سٹن جو مہتمم بندوبست بدایوں تھے قایم مقام رہے۔	٦ر فروری سنہ ١٨٩٦ء	١٧ر فروری سنہ ١٨٩٤ء	مسٹر جی ای لوئیڈی	٣٩
ان صاحب کے وقت میں ڈائمنڈ جوبلی قیصر ہند کا جشن منایا گیا۔	٦ر نومبر سنہ ١٨٩٧ء	فروری سنہ ١٨٩٦ء	مسٹر ای جی ہارڈن	٤٠
	١٨ر جنوری سنہ ١٨٩٨ء	٧ر نومبر سنہ ١٨٩٧ء	مسٹر ایل ایم تھارنٹن	٤١
سوّر کے شکار میں گھوڑے سے گر گئے یہ صاحب قایم مقام تھے۔	١٢ر فروری سنہ ١٨٩٨ء	١٩ر جنوری سنہ ١٨٩٨ء	مسٹر ایل ایچ ٹرنر	٤٢
	نومبر سنہ ١٨٩٩ء	فروری سنہ ١٨٩٨ء	مسٹر ڈی آر لایل	٤٣
	٣ر مئی سنہ ١٩٠٠ء	١٩ر نومبر سنہ ١٨٩٩ء	مسٹر ایف جی گاٹس	٤٤
	٨ر اگست سنہ ١٩٠٠ء	٣ر مئی سنہ ١٩٠٠ء	مسٹر ایچ ایس رکس	٤٥
ان مجسٹریٹ صاحب کے عہد میں ملکہ معظمہ قیصر ہند کا انتقال ہوا تمام	١٨ر مارچ سنہ ١٩٠٢ء	٩ر اگست سنہ ١٩٠٠ء	مسٹر ایف جی گٹس	٤٦

نمبر	نام کلکٹر	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے ضلع کی	کیفیت
				رعایائے بدایوں نے اظہار ماتم کیا - بزمانہ قیام بدایوں صاحب موصوف کو خدائے تعالےٰ نے فرزند عطا کیا جس کی انہوں نے نہایت خوشی منائی رؤسا نے بھی اس مسرت میں حصہ لیکر مبارکبادی میں پورا جوش دکھلایا -
۴۷	مسٹر ایچ ایس رکس	۹ مارچ ۱۹۰۲ء	۲۶ نومبر ۱۹۰۲ء	یہ صاحب قایم مقام کلکٹر تھے -
۴۸	مسٹر جے ایم ہوسس	۱۷ نومبر ۱۹۰۲ء		یہ ایک بیدار مغز کلکٹر ہیں جو وقت تالیف کتاب ہذا موجود ہیں

صاحبان کلکٹر و مجسٹریٹ کی فہرست ختم ہونے کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ایک فہرست صاحبان جج ضلع کی جو بعد غدر ۱۸۵۷ء کے ضلع شاہجہانپور میں مقرر ہوئے اور بہ اعتبار عدالت دیوانی ضلع بدایوں جن کی حکومت میں تھا درج کردیں - وہو ہذا

فہرست اسمائے جج صاحبان بہادر شاہجہاں پور سن ابتدائی ۱۸۵۷ء

(جب سے ضلع شاہجہانپور میں ججی قایم ہوئی)

نمبر	نام جج صاحبان	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے چارج کی	کیفیت
۱	مسٹر وینارڈ صاحب بہادر	۷ر دسمبر ۱۸۵۸ء	۲۰ر جنوری ۱۸۶۰ء	
۲	مسٹر فین صاحب بہادر	۲۱ر جنوری ۱۸۶۰ء	۱۳ر مئی ۱۸۶۱ء	
۳	آنریبل آرڈ ریمنڈ صاحب بہادر	۱۴ر جون ۱۸۶۱ء	یکم اپریل ۱۸۶۴ء	
۴	مسٹر ایچ لشنگٹن صاحب بہادر	۲۲ر اپریل ۱۸۶۴ء	۵ر اگست ۱۸۶۴ء	
۵	آنریبل آرڈ ریمنڈ صاحب بہادر	۱۰ر اکتوبر ۱۸۶۴ء	۵ر مارچ ۱۸۶۵ء	یہ صاحب بہادر دوسری مرتبہ تشریف لائے تھے نمبر ۳ پہلے آئے تھے۔
۶	مسٹر الف طامسن صاحب بہادر	۳۰ر مارچ ۱۸۶۵ء	۱۰ر فروری ۱۸۶۶ء	
۷	مسٹر آر ایم ایڈورڈ صاحب بہادر	۱۱ر فروری ۱۸۶۶ء	۲۴ر اگست ۱۸۶۸ء	

نمبر	نام جج صاحبان	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے چارج کی	کیفیت
۸	مسٹر ایف طامسن صاحب بہادر	۲۸؍ اگست ۱۸۶۹ء	۱۲؍ فروری ۱۸۷۰ء	یہ صاحب مکرر تشریف لائے نمبر ۴ پر پہلے درج ہیں۔
۹	مسٹر جی ایچ ہینڈرسن صاحب بہادر	۹؍ فروری ۱۸۷۰ء	۲۲؍ فروری ۱۸۷۳ء	
۱۰	مسٹر جے پاور صاحب بہادر	۲۳؍ فروری ۱۸۷۳ء	۲۳؍ مارچ ۱۸۷۹ء	
۱۱	مسٹر ڈبلیو ڈبلیو ٹھاٹ صاحب بہادر	۲۴؍ مارچ ۱۸۷۹ء	۲۳؍ مئی ۱۸۸۱ء	
۱۲	مسٹر ایم ایس ہاول صاحب بہادر	اگست ۱۸۸۱ء	۵؍ مارچ ۱۸۸۳ء	
۱۳	مسٹر اے ایف ملٹ صاحب بہادر	۹؍ مارچ ۱۸۸۳ء	اپریل ۱۸۸۵ء	
۱۴	مسٹر ایچ پی ہیولاک صاحب بہادر	اپریل ۱۸۸۵ء	اپریل ۱۸۸۷ء	
۱۵	مسٹر ٹی آر وائٹ صاحب بہادر	۲۶؍ اپریل ۱۸۸۷ء	۱۳؍ ستمبر ۱۸۸۷ء	
۱۶	مسٹر ایچ پی ہیولاک صاحب بہادر	۱۴؍ ستمبر ۱۸۸۷ء	فروری ۱۸۸۹ء	مکرر تشریف لائے سابق ہیں

نمبر شمار	نام جج صاحبان	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے چارج کی	کیفیت
۰	۰	۰	۰	بنمبر ۱۴ تشریف لائے تھے۔
۱۷	مسٹر ریڈ فرن صاحب بہادر			
۱۸	مسٹر ایم ایس ہاول صاحب بہادر	فروری ۱۸۹۰ء	مارچ ۱۸۹۰ء	یہ صاحب سابق میں بنمبر ۱۲ تشریف لا چکے ہیں۔
۱۹	مسٹر سی اسٹیل صاحب بہادر	۱۷ اپریل ۱۸۹۱ء	اگسٹ ۱۸۹۱ء	
۲۰	مسٹر ایم ایس ہاول صاحب بہادر	نومبر ۱۸۹۱ء	جنوری ۱۸۹۲ء	یہ صاحب تیسری مرتبہ تشریف لائے سابق میں نمبر ۱۲ و ۱۸ پر تشریف لا چکے ہیں۔
۲۱	مسٹر ایچ ایف ڈی پنگٹن صاحب بہادر	۲۰ جنوری ۱۸۹۲ء	مئی ۱۸۹۲ء	
۲۲	مسٹر ایچ ایف ایونس صاحب بہادر	جون ۱۸۹۲ء	اپریل ۱۸۹۳ء	
۲۳	مسٹر آر گریون صاحب بہادر	مئی ۱۸۹۳ء	اکتوبر ۱۸۹۳ء	

نمبر شمار	نام جج صاحبان	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے چارج کی	کیفیت
۲۴	مسٹر ایچ ایف ایونس صاحب بہادر	۱۵ر اکتوبر سنہ ۱۸۹۳ء	۲۱ر اکتوبر سنہ ۱۸۹۳ء	یہ صاحب سابق میں نمبر ۲۲ پر تشریف لا چکے ہیں اب دوسری مرتبہ آئے ہیں۔
۲۵	مسٹر ایچ بی فنلی صاحب بہادر	۲۲ر نومبر سنہ ۱۸۹۳ء	۲۸ر مارچ سنہ ۱۸۹۵ء	
۲۶	مسٹر ڈبلو ایف ڈیس صاحب بہادر	۳۰ر مارچ سنہ ۱۸۹۵ء	اپریل سنہ ۱۸۹۶ء	
۲۷	مسٹر ایچ ای ہیوم صاحب بہادر	۹ر مئی سنہ ۱۸۹۶ء	اکتوبر سنہ ۱۸۹۶ء	
۲۸	مسٹر ڈی ایف اڈمس صاحب بہادر	۲۷ر اکتوبر سنہ ۱۸۹۶ء	ستمبر سنہ ۱۸۹۷ء	
۲۹	مسٹر جے میکلن صاحب بہادر	یکم اکتوبر سنہ ۱۸۹۷ء	اپریل سنہ ۱۸۹۸ء	
۳۰	مسٹر ایف ای ٹیلر صاحب بہادر	۴ر مئی سنہ ۱۸۹۸ء	اگست سنہ ۱۸۹۹ء	
۳۱	ایس محمد علی خاں صاحب بہادر	۳۰ر اگست سنہ ۱۸۹۹ء	نومبر سنہ ۱۸۹۹ء	

نمبر	نام جج صاحبان	تاریخ آمد	تاریخ چھوڑنے چارج کی	کیفیت
۳۲	مسٹر ایف ای ٹیلر صاحب بہادر	۳۰ر نومبر سنہ ۱۸۹۹ء	مارچ سنہ ۱۹۰۰ء	یہ صاحب مکرّر تشریف لائے ہیں سابق میں بھی نمبر ۳۰ تشریف لائے تھے
۳۳	مسٹر سی اسٹیبل صاحب بہادر	۲۷ر مارچ سنہ ۱۹۰۰ء		اس وقت تک یہ تشریف اپنے عہدہ پر رکھتے ہیں سابق میں بھی بہ نمبر ۱۹ تشریف لائے تھے۔

اس فہرست میں ۲۵ صاحبان جج ہیں لیکن نمبر شمار ۳۳ ہیں اس میں مکرّر سہ کرّر وہ ہی صاحب تشریف لاچکے ہیں اس وجہ سے باعتبار خارج کے تعداد شمار زیادہ ہوگئی جس کو ہم نے خانہ کیفیت میں صاف کر دیا۔ مسٹر سی اسٹیبل صاحب بہادر بیرسٹر ایٹ لا جو اسوقت اس ضلع میں بعہدۂ ججی ممتاز ہیں ان سے بار (وکلاء) اور رعایا سب خوش ہیں اپنا کام بہت تیزی سے کرتے ہیں آپ کے عہد میں کبھی کسی اڈیشنل جج کے مقرر ہونے کی ضرورت نہیں پڑی۔ ہندوستانیوں کی عزت کرتے ہیں اور انصاف پسند طبیعت رکھتے ہیں۔

موجودہ وائسرائے اور لفٹننٹ گورنر

قبل اس کے کہ یہ کتاب ختم کروں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ صاحبان کلکٹر کی فہرست لکھنے پر شاید وسیع النظر مورخ اعتراض کریں گے کہ بڑے بڑے فرماں روایان یعنی وائسرائے ہند یا لفٹننٹ گورنر صاحبان کے سلسلہ کو چھوڑ کر صرف کلکٹروں کے ناموں پر کیوں اکتفا کیا گیا ہے۔ اس کی یہ وجہ ہے کہ میں نے ابتدائی تاریخ اسلامی عہد کے ضمن میں ناظمان بدایوں کے حالات کو لکھا ہے اس لئے برٹش زمانہ کی تاریخ لکھتے وقت ضرور ہوا کہ تمام واقعات کو ایسے سلسلہ سے ظاہر کیا جائے کہ صاحبان کلکٹر بہادر کے نام بھی بالترتیب قلمبند ہو جائیں کیونکہ یہ عہدہ اس وقت قریب قریب اسلامی عہد کے ناظموں کی حیثیت رکھتا ہے۔ رہے صاحبان لفٹننٹ گورنر اور وائسرائے ہند کی فہرست اور اُن کے وقت کے تاریخی واقعات اس کے لئے بڑی بڑی تاریخیں جو وسیع پیمانہ پر تمام صوبہ یا تمام ملک ہند کے نام سے آئندہ لکھی جائیں یا جو اب تک لکھی جا چکی ہیں موزوں ہیں۔ میں صرف یہ بتلا کر اس وقت حضور لارڈ کرزن ہندوستان پر جس کا ایک چھوٹا سا حصہ ہمارا ضلع بدایوں بھی ہے۔ بہ حیثیت وائسرائے اور جناب سر انٹانی میکڈانل بہ حیثیت لفٹننٹ گورنر حکمراں ہیں کتاب کا خاتمہ کرونگا یہ دونوں نایب السلطنت اپنی حکومت کا طریقہ خاص رکھتے ہیں۔ خاصکر لارڈ کرزن نے اس ملک کی انتظامی حالت کو دریافت کرنے کے لئے مختلف کمیشن مقرر کیے ہیں اور مختلف موقعوں پر ہندوستان کی نسبت اپنی پُر زور تقریروں میں جن میں اُن کو خاص ملکہ حاصل ہے اپنے عمدہ خیالات کا اظہار کیا ہے

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان کی ترقی میں خاص دلچسپی رکھتے
ہیں آج کل آپ حضور ملک معظم ایڈورڈ ہفتم کی جشن تاج پوشی کی خوشی
منانے کے لئے دہلی میں ایک عالیشان دربار کی تیاریاں کر رہے ہیں جو شروع
سنہ ۱۹۰۳ء میں منعقد ہونے والا ہے اور ان ہر دو صاحبان ذیشان کے وقت
کی مشترک یادگار جسکا اثر نہ صرف اس ضلع بدایوں بلکہ تمام صوبہ میں محسوس
ہوا - ۱۸ اپریل سنہ ۱۹۰۰ء کا رزولیوشن ہے جس نے سرکاری عدالتوں میں
ناگری حروف کے تحریر کی اجازت دی اور تمام اہلکاران سرکاری میں ایک
ہل چل ڈالدی کیونکہ انکو ناگری اور اردو دونوں رسم خط کا جاننا ضروری کر دیا گیا
ہے - مسلمانوں کے گروہ نے اس رزولیوشن سے ناراضی کا اظہار کیا جس سے
مسلمانان بدایوں بھی علیحدہ نہ تھے -

خاتمہ کتاب از مؤلف

خدائے لایزال کا ہزار ہزار شکر ہے
کہ آج میری برسوں کی محنت ٹھکانے
لگی یعنی کتاب کنز التاریخ چھپکر اشاعت پذیر ہوئی - سب سے پہلے بدایوں کے
اولیاء اللہ کے مختصر حالات بطور تاریخ لکھنے کا خیال میرے دل میں پیدا ہوا
تھا چنانچہ کتاب تذکرۃ الواصلین میں نے کئی سال ہوئے مرتب کی تھی جو سنہ ۱۹۰۱ء
میں شایع ہوکر نذر شائقین ہوئی - اس کو دیکھکر میرے بعض احباب نے
فرمایا کہ میں ایک اور رسالہ لکھوں جس میں اس مشہور وقدیم شہر کی جس کو
تاریخی دنیا میں خاص درجہ حاصل ہے مفصل تاریخ درج ہو اس میں ابتدائی

زمانہ سے جبکہ اس شہر کی آبادی کی بنیاد رکھی گئی ہے اور اس زمانہ تک کے سب حالات جمع کئے جائیں اور دکھلایا جائے کہ علاوہ اولیاء اللہ کے اور کون کون مشاہیر اور کس کس زمانہ میں یہاں پیدا ہوئے اس میں کون کون قومیں آباد ہیں۔ یہاں کی مشہور عمارتیں کیا کیا ہیں صنعت و حرفت میں اس چھوٹے سے شہر کا کس قدر حصّہ ہے حکومت کے اعتبار سے اس نے کیا کیا انقلاب دیکھے۔ بعض اخبارات نے بھی (جس میں مدراس کا مشہور اخبار جریدہ روزگار نمبر ۱۳ جلد ۲۷ مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۰۱ء خاصکر قابل ذکر ہے) "تذکرۃ الواصلین" پر ریویو کرتے وقت یہ مشورہ دیا تھا کہ اس کتاب کے ابتدائی حصّہ میں اس مردم خیز خطّہ کا جس کی خاک پاک نے بڑے بڑے نامور اولیاء کرام اور علمائے عظام کو پیدا کیا جغرافیہ دیا جانا ضرور تھا تاکہ اس شہر کی آب و ہوا۔ یہاں کے قدرتی مناظر کا اس سے پورا پتہ لگ سکتا۔ الحمد للہ کہ میں نے تاریخ لکھنے کے ساتھ ساتھ اخبار مذکور کی اس فرمائش کو بھی پورا کر دیا اور نہایت وضاحت کے ساتھ کتاب کے شروع میں جغرافیہ کا باب اتمام کو پہونچایا۔ خاکسار مؤلف کو اس کتاب کی تیاری میں جو جو دقتیں پیش آئی ہیں ناظرین اس کا اندازہ دیباچہ کتاب ہذا کو پڑھ کر کر چکے ہوں گے۔ میں نے جس وقت اس کتاب کی تالیف شروع کی تھی اس وقت مجھے اپنی بے بضاعتی اور عدیم الفرصتی کے سبب یہ امید کسی طرح نہ تھی کہ میں اپنی چند روزہ زندگی میں اس اہم کام سے فراغت حاصل کر سکوں گا۔ لیکن خداوند حقیقی کے فضل و کرم سے میں نے [illegible]

آنکھوں سے دیکھ لیا - جبکہ کنز التاریخ پریس سے نکلکر ناظرین کے ہاتھوں میں
جو اس کے عرصہ سے مشتاق تھے پہونچ گئی - میں نے حتی الامکان تمام اُن
ضروری امور کا جو ایک قصبہ یا چھوٹے سے شہر کی تاریخ لکھتے وقت ایک مؤلف
کو مدّنظر رکھنا چاہیئے خیال رکھا ہے - البتہ ایک کمی ضرور رہگئی ہے کہ مشاہیر کا
باب جس کو اس تاریخ میں شامل کرنے کی فرمایش میرے بعض احباب نے
کی تھی فروگذاشت کر دیا گیا ہے منجملہ اور وجوہ کے اُس کی ایک وجہ یہ ہے
کہ جو مشاہیر اور کاملین فن گذر چکے ہیں یا بعض جو اب موجود ہیں اُن کے
حالات دستیاب ہونے میں سخت دقّت پیش آئی - برادران وطن سے جو
بوجہ اُن کی اولاد ہونے یا کسی دوسرے تعلّق سے اُن کے حالات بہم پہونچانے
میں مدد دے سکتے تھے التجا کی گئی لیکن بہت کم مدد ملی اس لئے
بوجہ نامکمّل ہونے کے میں نے اس حصّہ کو قصداً فروگذاشت کر دیا ہے -
مؤلف کو امید ہے کہ ہماری آیندہ نسلوں میں سے اگر کسی شخص کو تصنیف
و تالیف کا مذاق ہوگا خاصکر بہ حیثیت ایک مؤرّخ کے اگر کوئی اس خطّہ
مردم خیز کی تاریخ پر قلم اُٹھائے گا تو وہ اس کمی کو پورا کر دیگا اور یہ رسالہ
کنز التاریخ اُس کو نقش اوّل کا کام دیگا - امید ہے کہ وہ حضرات اس خاکسار
مؤلف کو دعائے خیر سے یاد کریں گے - اور دیگر ناظرین بھی جو اسے پڑھکر
اپنی عبارت کو بڑھائیں گے وہ بھی مؤلف کو دعا سے محروم نہ رکھیں گے
اب میں اس دعا پر اس خاتمہ کو ختم کرتا ہوں -
خدا اس شہر بریلی کی عزّت اور نام آوری کو ہمیشہ قایم رکھے اور

اُس کی آبادی و رونق دن دونی اور رات سوائی ہو۔ آمین ثم آمین

تتمہ

سنہ ۱۹۰۳ء سے سنہ ۱۹۰۷ء تک یہ وہ زمانہ ہے جبکہ کتاب بعد تالیف کے بوجہ چند وجوہ شائع نہ ہو سکی اس پانچ برس کے عرصہ میں چونکہ بعض اہم و ضروری انقلابات و تبدیلیاں ہوئی ہیں اسلئے یہ تتمہ لکھنا پڑا۔

۲۹ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء کو ریلوے لائن (جسکا ذکر صفحہ ۹ پر کیا گیا ہے) کھل گئی۔ اسٹیشن ریلوے کی تعمیر کے ساتھ ساتھ اسکے قریب احسان اللہ نامی ایک شخص نے مسافروں کے آرام کی غرض سے مسجد کی بنا ڈالی جسکے دروازہ کے سامنے ریلوے نے بلا ضرورت ایک دیوار بنا کر اسکا راستہ مسدود کر دیا تھا جسپر تمام مسلمانوں کی طرف سے ستمبر سنہ ۱۹۰۶ء میں عالیجناب سر جیمس لاٹوش صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر بالقابہ کی خدمت میں ایک میموریل بھیجا گیا چنانچہ ہز آنر کی رعایا پروری اور معدلت گستری کی بدولت ۱۳ دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء کو وہ دیوار علیحدہ کرا دی گئی۔ ریل کے اجرا سے ضلع کی تجارت ترقی پر ہے۔ خاص بدایوں میں فلور مل اور قصبہ اُجھانی میں ایک کاٹن مل کا اجرا ہوا۔ مرض طاعون جس نے ہندوستان کے اکثر شہروں پر عرصہ سے اپنا سکہ بٹھلا رکھا تھا آخر سنہ ۱۹۰۴ء میں بدایوں میں بھی نمودار ہوا اور سنہ ۱۹۰۵ء میں اُس نے بہت زور پکڑا اس زمانہ میں مسٹر ایلن مجسٹریٹ ضلع تھے انہوں نے حفظ ماتقدم کی ممکن تدبیروں سے کام لیا رعایا کے ساتھ اس نازک وقت میں نہایت دلجوئی کا برتاؤ کیا چوہوں کی ہلاکت پر خاص توجہ کی انہیں مجسٹریٹ ضلع کے عہد میں سنہ ۱۹۰۵ء کے محرم میں عشرہ کے روز ایک خاص قصہ پیش آیا وہ یہ تھا کہ محلہ سوتھہ کا تعزیہ (چون پر اور کابیوں والا) اپنے معمولی راستوں سے چند جدید رکاوٹوں کے پیدا ہو جانیکے سبب نکل نہ سکا دوسری سڑک سے نکلنے کی کوشش کی تو وہاں ایک پیپل کے درخت کی شاخیں حائل تھیں جو اُس وقت علیحدہ نہ ہو سکیں جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بجائے تعزیہ دفن کرنیکے اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے انکا واپس ہونا تھا کہ طرفۃ العین میں عشرہ کا سارا میلا ایک ہو کا عالم نظر آنے لگا۔ صاحب مجسٹریٹ بہادر نے بخیال اسکے کہ کہیں تعزیہ داروں کی یہ ناراضی نقض امن پیدا کرے چند مدبرانہ احکام جاری کئے اور بالکل امن رہا آخر میں صاحب موصوف نے چون پر کے تعزیہ کی روک یعنی پیپل کو انتظاماً اپنے حکم سے علیحدہ کرا دیا اور کابیوں والے تعزیہ کی روک یعنی گاڈروں کو برضامندی مالک مکان (جس نے گاڈر سڑک کے کنارہ نصب کئے تھے) پیچھے ہٹوا کر راستہ کو وسیع کرا دیا۔ ۲۰ فروری سنہ ۱۹۰۶ء کو وکٹوریا پارک کا افتتاح ہوا۔ مئی سنہ ۱۹۰۶ء سے مسٹر جے آر پیرسن نے مجسٹریٹی ضلع کا چارج لیا۔ اسوقت (سنہ ۱۹۰۷ء کے آخری حصہ میں) بوجہ خشک سالی قحط نمودار ہوا سرکار کی طرف سے رعایا کو تقسیم تقاوی کا انتظام ہو رہا ہے۔

تمت بالخیر ۲ نومبر سنہ ۱۹۰۷ء

حامداً و مصلیاً

خاتمۃ الطبع

از خاکسار نظام الدین حسین نظامی بدایونی پروپرائٹر اخبار ذوالقرنین و نظامی پریس بدایوں

سب سے پہلے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ قابل اور بزرگ مصنف کتاب ہذا کا پبلک سے تعارف کراؤں اور اس غرض کے لئے میں اُن کے مختصر حالات ذیل میں درج کرتا ہوں۔

مؤلف: اکنز التاریخ کا نام مولوی محمد رضی الدین ہے۔ وہ حضرت محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ شیوخ صدیقی کا یہ خاندان بدایوں میں "فرشوری" کے نام سے مشہور ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ کہی جاتی ہے کہ اس خاندان کے مورث اعلیٰ بعہد شمس الدین التمش ساتویں صدی ہجری میں مقام فرشور سے جو مصر کے قریب واقع ہے ہندوستان میں آئے پہلے بلگرام میں آباد ہوئے اور وہاں سے قاضی کمال الدین فرشوری بدایوں آئے۔ مؤلف کتاب ہذا بارھویں ذی الحجہ سنہ ۱۲۶۴ ہجری میں بمقام بدایوں پیدا ہوئے۔ ۵ برس کی عمر ختم ہونے پر تعلیم شروع ہوئی۔ ۹ برس کی عمر تک قرآن مجید اور فارسی کی معمولی تعلیم حفاظت متعلقوں نے وطن میں دی۔ دس سال کی عمر میں اپنے جد امجد

مولوی اساس الدین صاحب کے پاس جو اس وقت دہلی میں سکونت پذیر تھے بغرض تعلیم تشریف لے گئے اور وہاں مولوی محمد حسین[1] صاحب دھام پوری سے عربی شروع کی۔ اسی زمانہ میں غدر شروع ہوگیا اس لئے ستمبر ۱۸۵۷ء میں بہمراہی تمام خاندان کے بدایوں[2] واپس آنا پڑا۔

بدایوں میں آپ نے اپنے دادا مولوی اساس الدین صاحب سے فارسی کی تعلیم تکمیل کو پہونچائی اور جناب مولانا نور احمد صاحب مرحوم مغفور اور مولوی سیّد نوازش علی صاحب علیہ الرحمۃ سہسوانی سے عربی پڑھی۔ اور اپنے والد ماجد جناب حکیم سعید الدین صاحب مبرور سے جن کا شمار بدایوں کے کامل اطبّا میں تھا طب شروع کی۔ جس کو حکیم ممتاز الدین[3] صاحب مغفور سے اتمام کو پہونچایا۔

ابتدا ء عمر سے جبکہ عمر تخمیناً ۱۵ سال کی ہوگی آپ کو شعر موزوں کرنے کا شوق ہوا۔ سب سے پہلے آپ نے اپنا کلام مولوی محمد نظام الدین صاحب ناطق بدایونی کو جو شاگرد رشید نواب الٰہی بخش خاں المتخلص بہ معروف دہلوی کے تھے دکھلایا بسمل تخلص کیا۔ اور مولانا دلدار علی صاحب مذاق بدایونی تلمیذ ملک الشعرا

---

[1] مولوی صاحب موصوف مفتی صدر الدین صاحب آزردہ کے شاگرد رشید تھے۔

[2] ان واقعات کو خود مؤلف نے تاریخ ہذا میں مفصل لکھا ہے جو صفحہ ۳۰۴ سے بطور حاشیہ کے شروع ہوتے ہیں۔

[3] حکیم صاحب موصوف حکیم شریف خاں صاحب دہلوی کے شاگرد اور حکیم محمود خاں صاحب مرحوم کے ہم درس تھے اور طبابت میں حاذق تھے ۱۳۰۰ھ میں وفات پائی مؤلف کتاب ہذا کے والد ماجد کے حقیقی ماموں تھے۔

ذوق دہلوی سے بھی کبھی کبھی آپ اصلاح لیتے تھے۔ ہم ایک شعر جسمیں مولانا موصوف نے نہایت عمدہ اصلاح دی ہو اس موقعہ پر لکھتے ہیں۔ حضرت بسمل کا شعر تھا ؎

موت اور زیست ترے ساتھ لگی پھرتی ہے + کوئی قاتل تجھے کہتا ہے مسیحا کوئی

مولانا نے اصلاح دی ؎

دم قدم سے ترے وابستہ ہی کیا موت وحیات + کوئی قاتل تجھے کہتا ہے مسیحا کوئی

آپ کے والد ماجد حکیم سعید الدین صاحب کامل بھی فن شعر سے کمال دلچسپی رکھتے تھے لیکن بلحاظ ادب اس فرزند سعید کی جرأت نہ ہوتی تھی کہ وہ اپنے بزرگ باپ کو اپنی جودت طبع کا نمونہ دکھلائے۔ لیکن ۱۲۸۵ھ ہجری میں جبکہ اُن کی شاعری کی عمر تین سال کی ہو چکی تھی اُنھوں نے ایک نعتیہ قصیدہ سب سے پہلے جبّہ شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدایوں میں آنے کی یادگار میں تصنیف کیا تھا جس کا مطلع یہ ہے۔

لائی کس گل کی نسیم سحر آنے کی خبر + پیرہن سے ہوئے جاتے ہیں گل اپنے باہر

اس قصیدہ میں ایک مصرع مادّہ تاریخ کا بھی تھا جو یہ ہے۔

"زہے قسمت کہ جہاں آیا لباس سرور"

یہ قصیدہ بدایوں میں اسقدر مقبول عام ہوا کہ زبان زد خلایق ہوکر رفتہ رفتہ آپ کے والد ماجد کے گوش مبارک تک بھی پہنچ گیا اُس وقت اُن کو اپنے لایق فرزند کی جودت طبع کا اندازہ ہوا اس کے بعد اتفاقیہ ایک عاشقانہ غزل بھی اُن کی نظر پڑ گئی جس کو خود بخود اصلاح دیکر اُنھوں نے

چھوڑ دیا - اور اس طریقہ سے آپ کو فنِ شعر میں بھی اپنے والد ماجد کی شاگردی کا فخر حاصل ہو گیا - جس کے اظہار مسرّت میں حضرت بسمل موصوف نے اُن کے پاس ایک غزل برجستہ لکھکر بھیجدی جس کے چند شعر یہ ہیں -

تڑپے کچھ ایسے آپ کے بسمل کے ہاتھ پانؤں
لوہو لُہان ہو گئے چھل چھل کے ہاتھ پانؤں

سر ایک ہاتھ پڑتے ہی پیروں پہ گر گیا
کیونکر نہ چوموں اپنے میں قاتل کے ہاتھ پانؤں

بے دست و پا تو سینہ میں تڑپے ہی دو دو ہاتھ
کرتا غضب جو ہوتے مرے دل کے ہاتھ پانؤں

بسمل قدم بھی لیجئے ہاتھ اُن کو دیجئے
ہاتھ آئے اب تو حضرت کامل کے ہاتھ پانؤں

خوش طبعی ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ الہ آباد میں میر ظہور حسین صاحب وکیل ہائی کورٹ کے مکان پر ایک صاحب قاضی نجم الدین برق سکندر آبادی شاگرد رشید حضرت مومن دہلوی اپنے اُستاد کو ملک الشعرا ذوق دہلوی پر ترجیح دے رہے تھے - اُس جلسہ میں حضرت بسمل بھی موجود تھے آپ نے فرمایا کہ قاضی صاحب جو کچھ اُستاد ذوق کی نسبت کہیں وہ قابل شکایت نہیں کیونکہ اُستاد مرحوم اُن کی نسبت پہلے ہی کہہ گئے ہیں ؎

ہمارے سینہ میں وہ آہ آتشیں ہے ذوق
جو برق دیکھے تو فی النار والسقر ہو جائے

مولوی صاحب کو بعمر ۱۶ سال ۱۸۶۵ء میں اپنی طبیعت کی مناسبت کے اعتبار سے قانونی تعلیم کا شوق ہوا ۱۸۶۹ء میں ڈویزنل کمیٹی بریلی میں شریک ہو کر امتحان وکالت دیا اس سال امتحان نہایت سخت تھا روہیل کھنڈ ڈویزن میں وکالت منصفی کی سند صرف ایک آپ کو ہی ملی اور کل صوبہ میں ۷ یا ۸ امیدوار اُس سال پاس ہوئے تھے سند حاصل کرنے کے بعد ۳۰ مئی ۱۸۷۰ء کو مولوی صاحب نے وکالت کا کام بمقام منصفی پوایاں شروع کیا ۱۸۷۵ء میں وکالت ججی کا امتحان پاس کیا اور ۱۸۷۶ء سے ججی شاہجہاں پور میں کام کرنے لگے ۱۸۸۰ء میں وکیل سرکار مقرر ہوئے ۱۸۹۰ء تک اس عہدہ پر رہے اور یہ دس سال کا عرصہ نہایت نیک نامی کے ساتھ گذرا۔

زمانہ وکالت سرکاری میں آپ نے محسوس کیا کہ آزادی میں ایک قسم کی روک پیدا ہو گئی ہے اور یہ بات آپ کو ناپسند ہوئی اس لئے اُس سے استعفیٰ دے دیا اور بلا کسی جکڑ بندی کے آپ نے اس آزاد پیشہ کا کام کرنا شروع کیا اس پیشہ کی ترقی کے لئے سب سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہے وہ معاملہ کی صفائی اور دیانت داری ہے۔ چونکہ یہ اوصاف آپ میں پہلے سے موجود تھے اس لئے پبلک کو آپ پر یوماً فیوماً اعتماد بڑھتا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی صاحب کا شمار شاہجہاں پور کے مشاہیر اور اس ضلع کے نامور وکلا میں ہو گیا۔

وکیل کی معراج ترقی کیا ہے - اس سوال کا جواب پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کو یورپ کے ایک معزز وکیل نے جب وہ یورپ میں تھے بہت صحیح دیا تھا کہ وکیل کی معراج یہ ہے کہ مدعی اُس کو محنتانہ صرف اس لئے دے جاوے کہ وہ مدعی کا وکیل نہ ہو اور مدعا علیہ اُس کو اس لئے فیس دے جاوے کہ وہ فریق ثانی کی وکالت قبول نہ کرے اور خاموش بیٹھا رہے - اگرچہ بادی النظر میں یورپ کے معزز وکیل کا یہ کہنا ہمیں تعجب خیز معلوم ہوتا ہے لیکن جس شخص نے مولوی صاحب کی وکالت کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہوگا وہ ضرور یورپین جنٹلمین کے اس قول کی تصدیق کریگا -

آپکی وکالت کی ایک خصوصیت

آپ پبلک کے ایسے معتمد علیہ ہیں کہ لوگ ہر چھوٹی بڑی مشکل میں آپ سے مشورہ لیتے ہیں آپ ہر شخص کو نیک مشورہ دیتے ہیں اور باوجود اس کے کہ آپ کی وکالت اعلیٰ درجہ کی ہے آپ کا وقت نہایت قیمتی ہے آپ مشورہ کی کوئی فیس نہیں لیتے - لوگ نہ صرف اُن مقدمات میں جو اُس عدالت سے تعلق رکھتے ہوں جہاں آپ وکالت کرتے ہیں آپ کو مشیر بنانا پسند کرتے ہیں بلکہ چھوٹے بڑے تمام معاملات میں جس کا کچھ بھی تعلق قانون اور عدالت سے ہو سکتا ہے مثلاً دستاویز کا مسودہ وغیرہ تیار کرنے میں مشورہ لینے کے لئے آپ کے پاس جوق جوق آتے ہیں اور آپ کی عمدہ رائے اور خوش اخلاقی سے فائدہ اُٹھاتے ہیں - ناممکن ہے کہ بوجہ کثرت کام اور قلت وقت گھبرا کر کسی فرد بشر سے چیں بہ جبیں ہوں -

مشورہ سے گذر کر آپ نے خلق اللہ کی ایک اور خدمت اپنے ذمہ لے رکھی ہے وہ یہ کہ آپ کی قانونی قابلیت دیانت داری راست بازی اور اثر کی بدولت بڑے بڑے معرکتہ الآرا باہمی تنازعے بہ حیثیت ثالث کے آپ کو فیصل کرنا پڑتے ہیں نہ صرف وطن میں اہل برادری اپنے اپنے مقدمات کی پنچایت آپ کے سپرد کرتے ہیں بلکہ ضلع شاہجہاں پور اور بدایوں کے اکثر ہندو مسلمان رؤسا کے بڑے بڑے اہم معاملات کا فیصلہ کر کے آپ نے بارہا اُن متخاصمین کو عدالتی کشاکش سے باز رکھا ہے اور اُن کی جائدادوں کو تباہی سے بچایا ہے۔

سرکاری اعزاز

علاوہ اپنے پیشہ کے کام کے شاہجہاں پور میں آپ سرکار کی طرف سے مجسٹریٹی کی آنریری خدمت پر مامور ہیں سنہ ۱۸۹۴ء میں مسٹر اروین صاحب نے جو ضلع مذکور کے کلکٹر و مجسٹریٹ تھے آپ کی قابلیت اور دیانت داری پر نگاہ کر کے آپ کو آنریری مجسٹریٹی کے عہدہ کے لیے منتخب فرمایا اگرچہ آپ اپنی انکساری سے انکار کرتے رہے لیکن انہوں نے پبلک انٹرسٹ کو مدّ نظر رکھکر آپ کے انکار کی کچھ پروا نہ کی۔ اُس وقت سے اب تک ستر ہ سال کی مدت گذری آپ شاہجہاپور میونسپل بنچ کے رکن اعظم ہیں مجسٹریٹی درجہ دوم کے اختیارات حاصل ہیں آپ کے فیصلوں کی جو آپ بہ حیثیت مجسٹریٹ صادر فرماتے ہیں یہ خصوصیت ہے کہ وہ عدالت اپیل میں بہت کم جاتے ہیں اور اگر کبھی کسی فیصلہ کا اپیل ہوا بھی تو اپیل سے وہ فیصلہ مشکل سے منسوخ ہوتا ہے۔

فہرست درباریان ہز آنر لفٹنٹ گورنر بہادر میں آپ کا چھٹا نمبر ہے اگرچہ ضلع شاہجہاں پور میں بھی آپ کی جائداد تخمیناً تین ہزار روپیہ سالانہ مالگذاری کی موجود ہے لیکن آپ کا نام درباریان ضلع بدایوں کے ساتھ شامل ہے۔

ملکی تجارت میں کوشش

آپ ملکی ترقی کے لیئے تجارت کو نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔ مئی سنہ ۱۹۰۲ء میں آپ کی توجہ اور کوشش سے پچاس ہزار کے مشترکہ سرمایہ سے فلور ملز شاہجہاں پور کی بنیاد ڈالی گئی۔ جس کے آپ مینجنگ ڈائرکٹر ہیں اگرچہ اس کارخانہ کی ہنوز ابتدا ہے لیکن امید ہے کہ آیندہ یہ پودا پھول پھل لائیگا۔

مسلمانوں کی تعلیم سے دلچسپی

مولوی صاحب پرانی وضع کے بزرگ ہیں آپ کی وضع قطع عادات اطوار وہی ہیں جو آج سے ۵۰ برس پہلے مسلمانوں میں نظر آتے تھے۔ نہ صرف ظاہری وضع بلکہ آپ کے دلمیں وہی نور ایمان موجود ہے جو ایک سچے مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ بایں ہمہ آپکے مزاج میں ہٹ دھرمی اور بیجا ضد کا نام و نشان نہیں ہے۔ آپ مسلمانوں کے لیئے مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم کو ضروری سمجھتے ہیں اسی اصول پر آپ نے اپنی اولاد کو تعلیم دی ہے۔ چار لڑکوں میں سے آپکے فرزند اکبر مولوی محمد فصیح الدین صاحب کیننگ کالج لکھنؤ کے گرایجویٹ ہیں جو بہ حیثیت ایک نیکنام اور نامور

ڈپٹی کلکٹر کے اس وقت گورنمنٹ صوبجات متحدہ کے پراونشل سروس میں داخل ہیں۔ دوسرے صاحبزادہ مولوی ریاض الدین احمد صاحب محمڈن کالج علی گڈھ کے گرایجویٹ ضلع شاہجہاں پور میں پلیڈر ہیں۔ فرزند سوم محمد صبیح الدین صاحب مدرسۃ العلوم علی گڈھ کے فرسٹ ایر کلاس میں زیر تعلیم ہیں آپ کے سبط اصغر محمد فیاض الدین عربی فارسی کی ضروری تعلیم سے فراغت حاصل کر کے شاہجہاں پور ہائی اسکول میں تعلیم پا رہے ہیں۔ ۱۹۰۵ء میں جب مولوی صاحب ایسے بزرگوں کی کوشش سے آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس شاہجہاں پور میں منعقد ہوا تھا تو آپ نے استاد ذوق کی مشہور عاشقانہ غزل پر برجستہ مصرعے لگائے تھے جس سے آپ نے اپنے دلی قومی درد کا اظہار کیا تھا۔ فرماتے ہیں۔

مٹ گیا علم و ہنر اور اٹھ گئے سب اتقیا | تب ہماری قوم کے سید ہوئے ہیں پیشوا
حسرت و افسوس ہے اسلام نے اُس دم کہا | وہ جنازہ پر مرے کس وقت آئے دیکھیا

جبکہ اذن عام میرے اقربا کہتے کو ہیں

علم و فن کے سیکھنے کی قوم کو ہے احتیاج | کیونکہ یاں جہل مرکب کا مرض پھیلا ہے آج
ناصحوں کی پند ہی اس کے لئے سود مزاج | میرے سودا کا اطبا کر نہیں سکتے علاج

یوں ہی حبطی حبط وہ ما لیخولیا کہنے کو ہیں

صاف کہتا ہوں اگرچہ ہو سیہ کو ناگوار | ظاہرا ہیں قوم کی حالت پہ اپنے اشکبار
ایک خنجر بھی نہیں رکھتا اُس پر نثار | نے صفائے دل وہی جن میں عیاں ہو شکل یار

یوں تو آئینوں کے دل بھی باصفا کہنے کو ہیں

قوم کی تیری ہوئی جب غدر میں کچھ دار و گیر　　تو نے دلوائی نجات ای سید روشن ضمیر
کام کرتا ہی جو انوں کے اگرچہ تو ہے پیر　　میں ترے ہاتھوں کے قرباں واہ کیا مارا ہے تیر

سب دہانِ زخم تجھکو مرحبا کہنے کو ہیں

اسی کے ساتھ مولوی صاحب نے اسی طرح میں حضرت مومن دہلوی کی غزل پر بھی تضمین کی تھی اُس کے چند بند نقل کرنا خالی از دلچسپی نہوگا - و ہو ہذا

آج ہم اس بزم میں کچھ ماجرا کہنے کو ہیں　　قصۂ رنج و الم درد و بکا کہنے کو ہیں
یعنی اپنی قوم کا ہم مرثیہ کہنے کو ہیں　　نالہ ہی نکلے ہی گو ہم مدعا کہنے کو ہیں

لب نہیں کھُلتے ہیں اب کیا جانے کیا کہنے کو ہیں

جو ترے بندے ہیں ای اسلام وہ ہیں پادشا　　زندۂ جاوید ہو جاتے ہیں مر کر اولیا
خاک میں ملنے سے اُنکو رتبۂ اعلیٰ ملا　　دیکھو تو کس حال سے کس حال کو پہونچا دیا

بخت تیرے عاشقوں کے نارسا کہنے کو ہیں

سید والا نسب نے قوم سے اپنی کہا　　میں لئے کی اصلاح تیری اور یہ پایا صلا
کوئی ملحد مجھکو بتلاتا ہے کوئی دہریا　　دوست کرتے ہیں ملامت غیر کرتے ہیں گلا

کیا قیامت ہے مجھی کو سب برا کہنے کو ہیں

بخت برگشتہ ہماری قوم کا بولا یہ بات　　مجتمع ہیں یاں جو سب ای سید والا صفات
میرے شکوے سب کرینگے رنج ہو بے التفات　　میں گلہ کرتا ہوں اپنا تو نہ سُن غیروں کی بات

ہیں یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں

سُن کے کلچر سب کے مجھ سے میر مجلس نے کہا　　حضرت بسمل تمہیں بھی آج کچھ کہنا ہی کیا؟

عرض کی میں نے اجازت ہو اگر امی پیشوا — شکوہ حرفِ تلخ کا یا شورِ بختی کا گلا

ہم جو کچھ کہنے کو ہیں سوئے مزا کہنے کو ہیں

رفاہ عام کے کاموں سے ہمدردی

کوئی نیک تحریک ایسی نہیں ہوتی جسمیں آپ دامے درمے یا قدمے شریک نہ ہوتے ہوں اس موقعہ پر ایک خاص تحریک (چندہ حجاز ریلوے)

قابل الذکر ہے۔ محرم ۲۱ سنہ ۱۳ ھ (سنہ ۱۹۰۳ء) میں جب ملّا عبدالقیوم صاحب حیدرآبادی صدر مجلس چندہ حجاز ریلوے کی طرف سے دورہ کرتے ہوئے بدایوں پہونچے تھے تو بدایوں میں سب سے پہلے شخص مولوی محمد رضی الدین صاحب تھے جنہوں نے اس کارِ خیر کی اہمیت اور ضرورت کو سمجھا چنانچہ آپ کی زیرِ صدارت ایک انجمن اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے قایم ہوئی اور ایک معتد بہ رقم آپکی کوشش سے جمع ہو کر قسطنطنیہ کو بھیجی گئی۔ وہاں سے اس کوشش کے صلہ میں نہایت عمدہ الفاظ میں شکریہ ادا کیا گیا۔ اور تمغہ اور فرمان سلطانی عطا ہوا۔

تصنیف و تالیف

جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں عہدِ جوانی میں آپ کو شعر شاعری کا مذاق تھا اُس زمانہ میں غزل قصیدہ مثنوی سب ہی کچھ آپ نے لکھا لیکن افسوس کہ آپ کا کوئی مستقل دیوان بوجہ مطبوعہ نہ ہونے کے ہماری نظر سے نہ گذرا۔ اب مدت ہوئی کہ آپ نے عاشقانہ کلام بالکل ترک کر دیا ہے نہ آپ اپنے پہلے کلام کی اشاعت پسند کرتے ہیں

سنہ ۱۳۰۵ھ میں آپ اپنے وطن مالوف میں حضرت خواجہ ضیاء الدین نخشبی رح کے مزار پر تشریف لے گئے اُس کے قرب و جوار میں دیگر قبور اور مزارات بزرگانِ دین

کو بے نام و نشان پایا تو آپ کے دل پر ایک خاص اثر محسوس ہوا جسکا نتیجہ کتاب تذکرۃ الواصلین ہی جو ۱۳۴۳ھ میں تالیف ہوئی اس کتاب میں آپ نے حتیٰ المقدور تمام مشاہیر بزرگوں کے حالات اور اُن کے مزار کا پتہ لکھا ہی - جو دو فصلوں پر منقسم ہیں - فصل اوّل میں شہدا اور اُن کے مزارات کا ذکر ہی جنکا نمبر شمار صرف ۱۵ ا ہی - فصل دوم میں زمانۂ قدیم سے زمانۂ حال تک کے اولیاء کرام کا جن کا وصال ہو چکا ہی اور جو تعداد میں ۹۷ ہیں اور جن کے مزارات بدایوں میں واقع ہیں بیان کیا گیا ہے لیکن مؤلف نے اس فہرست میں بعض ایسے نامور اولیاء اللہ کو بھی شامل کر لیا ہی جو بدایوں کی سرزمین میں مدفون نہیں ہوئے لیکن باعتبار مولد کے بدایوں کو اُن سے نسبت حاصل ہے - مثلاً حضرت محبوب الٰہی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ یا مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب بدایونیؒ - اگرچہ اس سے پہلے بھی بدایوں کے متعلق اولیاء اللہ کے حالات میں کتابیں فارسی اور اُردو میں لکھی گئیں لیکن ایسی کتاب کی جس میں زمانہ حال کے اولیاء اللہ کے حالات بالتفصیل مل سکتے ہوں اور زمانہ قدیم کے بزرگوں کے حالات معہ سنہ ولادت و وفات معلوم ہو سکیں سخت ضرورت تھی مؤلف تذکرۃ الواصلین نے حتیٰ الامکان تاریخ ولادت و تاریخ وفات تحقیق کرنے کی کوشش کی ہی اور اکثر موقعوں پر وہ کامیاب بھی ہوئے ہیں - جس بزرگ کے متعلق ایسی تاریخیں کتب تواریخ کی چھان پھٹک کرنے کے بعد بھی دریافت نہیں ہو سکیں وہاں معذوری ظاہر کی ہی - جو لوگ اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت یا آثار قدیمہ کی سیر و سیاحت سے شوق رکھتے ہونگے

اُن کے لئے یہ ۲۸۰ صفحہ کی کتاب ہمیشہ کار آمد ثابت ہوگی اور آیندہ نسلوں
میں مولوی صاحب کا نام شکر گذاری کے ساتھ لیا جائیگا۔ اس کے بعد
آپ نے ایک دوسری کتاب فن انساب میں لکھی جس سے عموماً شیوخ
صدیقی بدایوں کے نسب پر روشنی پڑتی ہے اور خود مؤلف کے خاندان کے
مفصّل حالات اُس میں درج ہیں ۔

کنز التاریخ زمانہ تالیف تذکرۃ الواصلین میں آپ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ
اس کتاب کی تکمیل اُس وقت ہوگی جبکہ ایک دوسری کتاب
بدایوں کی مکمّل تاریخ کے طور پر لکھی جائے ممکن تھا کہ آپ کو اپنے کار وکالت کی
مصروفیت اور عدیم الفرصتی پبلک کی اس خدمت سے باز رکھتی لیکن بعض احباب
کے اصرار نے آپ کو مجبور کیا کہ آپ اس کام کے لئے بھی کچھ وقت نکالیں
باوجود صبح سے شام تک اہل مقدمات کا جھگڑ رہنے اور کچہری کی پابندی
وقت کے آپ نے شب کا وقت اس تالیف کے لئے مقرّر کیا اور بصرف
کثیر انگریزی عربی فارسی کتابوں کو جمع کیا کتبوں اور فرمانوں کو بہم پہونچایا
اور اُن سب سے ایک نادر مجموعہ تیّار کرکے پبلک کے سامنے پیش کیا جو آج
ناظرین کے مبارک ہاتھوں میں پہونچتا ہے اور جس کا تاریخی نام کنز التاریخ ہے۔
البتہ اس سے پہلے بھی دو ایک چھوٹے چھوٹے رسالے اس مضمون پر ہمارے
بعض اہل وطن کے قلم سے نکلکر شایع ہوئے ہیں لیکن اس کتاب میں جو جامعیت
کی شان ہے وہ سب سے علیحدہ ہے۔ کسی مقام کی تمدّنی یا پولیٹکل تاریخ پڑھنے سے
پہلے اُس کے جغرافیہ سے علم حاصل کرنے کی ضرورت محسوس ہوا کرتی ہے مؤلف نے

اس کا تجربی لحاظ رکھا ہی۔ جغرافیہ کے باب میں آب وہوا دریا معدنیات تقسیم
پرگنہ جات حدود ضلع حدود مساحت تعدیات دیوانی وغیرہ کے تغیر وتبدّل کا بیان
لکھا ہی "بدایوں" کی وجہ تسمیہ پر کافی بحث کی ہی بعدہٗ اس شہر کی ابتدائی آبادی کا
پتہ پرانے کتبوں اور تاریخوں سے مدد لیکر پتہ لگایا ہی اور مشہور قدیم عمارات کا
ذکر معہ اُن کے کتبوں کی عبارت کے لکھا ہی کل مساجد اور مندروں کی فہرست
دی ہی۔ خاص شہر سے گذر کر ضلع کے مشہور قصبہ جات کا حال ہی۔ حالات بندوبست
کے عنوان کے ذیل میں ۱۸۰۲ء (ابتدائے عملداری گورنمنٹ) سے گذشتہ
بندوبست (۱۸۹۵ء) تک کے مفصّل حالات اور ایک دوسرے بندوبست
سے جو فرق سرکاری مالگذاری اور زمینداروں کی حالت میں ہوا ہی اُس پر
تفصیلی بحث کی گئی ہی اس کے بعد مردم شماری کا بیان نہایت دلچسپ اور
کارآمد اطلاعوں کا مخزن ہی ۱۸۵۳ء سے ۱۹۰۱ء تک ہر دس سال کے بعد
جو مردم شماری ہوئی اور اُس میں جو کمی بیشی آبادی میں ہوئی اُس کو معہ وجوہ کے
[illegible] یا ہی۔ ضلع کی صنعت وحرفت اور تجارت کے متعلق بھی سب مناسب روشنی ڈالی گئی
[illegible] مدارج کو طے کر کے اصل تاریخ شروع ہوتی ہی پہلے ہندو حکمرانوں کے
[illegible] حالات ہیں جو زیادہ تر مختلف کتبوں سے اخذ کیے گئے ہیں اُس کے
[illegible] روایانِ اسلام کی تاریخ ہی جس کی ابتدا تیرہویں صدی عیسوی
[illegible] سے کہ سلطنت ہند غلاموں کے خاندان میں آئی تھی شمار کی گئی ہی
[illegible] بعد سلطنت ہند خلجی تغلق مغلیہ وغیرہ مختلف خاندانوں میں رہی اُن
[illegible] سے جو گورنر بدایوں کے لئے وقتاً فوقتاً مقرر ہوتے رہے اُن کا ذکر

بقیہ تاریخ درج کیا گیا ہے۔ بعدہٗ نواب وزیر کی سلطنت کا حال اور آخر میں
روہیلکھنڈ کا جس میں بدایوں بھی شامل تھا ایسٹ انڈیا کمپنی کو تفویض ہونا
نہایت شرح وبسط کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اُس کے بعد انگریزی عہد کا آغاز ہے
ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد کی انتظامی حالت کا ذکر اور اُس وقت کے صاحبان
ضلع کی فہرست ہے جس کے ضمن میں ۱۸۵۷ء کے دردناک واقعہ کی تفصیل دی
گئی ہے۔ اور یہ وہ موقعہ ہے جہاں سے خود مؤلف کے زمانہ کی تاریخ شروع ہوتی
ہے۔ اس وقت سے اور ابتک کے جو واقعات تاریخ میں درج کئے گئے ہیں انہیں
قریب قریب تمام واقعات مؤلف کے چشم دید ہیں۔ مسٹر لیمب کے وقت میں
محرم کا مشہور قصہ نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے اور چونکہ وہ آپ بیتی سرگذشت
تھی اس لئے اُس کا اس خوبی سے قلمبند کرنا کنز التاریخ کے مؤلف ہی کا حق تھا۔
اگرچہ کتاب کی تالیف ۱۹۰۲ء میں ختم ہوچکی تھی لیکن زمانہ کے بعد مؤلف نے
اپنی کتاب کو اَپ ٹو ڈیٹ (تاریخ اشاعت تک مکمل) بنانے کی غرض سے
۱۹۰۷ء تک کے ضروری واقعات بطور تتمہ کے لکھدئے ہیں۔ کتاب کے ساتھ
تمام ضلع کا بڑا نقشہ اور خاص شہر کا نقشہ جس میں مشہور مشہور عمارات کا موقعہ دکھا
دیا گیا ہے چھاپا گیا ہے۔ جو ناظرین کو کتاب کے مطالعہ کے وقت ضروری مقامات
کا موقعہ بتلانے میں مدد دیگا۔ مؤلف کا طرز بیان بالکل بے ساختہ اور صاف ہے
ممکن ہے کہ آجکل کے تعلیم یافتہ نوجوان کنز التاریخ کی عبارت میں انگریزی
کتابوں کی سی عبارت آرائی کی نزاکتیں نہ دیکھیں لیکن اگر وہ غور سے
دیکھیں گے تو ان کو معلوم ہو جائیگا کہ [illegible] ہے جس [illegible] عام فہم [illegible]

زبان میں تاریخ لکھی ہو وہی مناسب حال تھی اُنھوں نے نہ تو غیر مانوس
عربی اور فارسی کے الفاظ کو زبردستی ٹھونس کر معمولی پڑھے لکھے اُردو دا
شخص کے لئے اُس کو چیستاں بنایا ہے نہ خواہ مخواہ باوجود انگریزی نہ جاننے
کے سُنے سُنائے انگریزی الفاظ کو اُس میں جگہ دیکر انگریزی دانوں کا مُنہ چڑایا ہے
تمام واقعات کو آپ نے بے کم و کاست لکھدیا ہے۔ بعض ایسے واقعات ہیں
جن میں پُرانے مورخ مختلف الرائے ہیں آپ نے ایک وسیع النظر
مورخ کی حیثیت سے محاکمہ کیا ہے۔
غرض یہ کتاب ابتدائے زمانہ سے جبکہ بدایوں آباد ہوا اور اسوقت تک کے
حالات کا آئینہ ہے اس کے پڑھنے سے موجودہ اور آیندہ نسلیں اپنی ترقی
و تنزل کا بخوبی اندازہ کرسکتی ہیں۔ اس وقت بدایوں ایسے قدیم اور مردم خیز
خطہ کے حالات پر یہ کتاب تاریخی دنیا میں آپ ہی اپنی نظیر ہے۔ ممکن ہے کہ
اس کی اشاعت کے بعد اور علم دوست اصحاب بھی اس طرف توجہ کریں لیکن
ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ مولف کتاب ہذا نے آئندہ مولفین کے لئے
اس قدر تاریخی مواد جمع کردیا ہے کہ وہ اُس کی محنت سے بے نیاز نہیں ہوسکتے
اور اُس کے احسان سے سر نہیں اُٹھا سکتے۔ بدایوں کے متعلق جو تاریخی عمارتیں
آئندہ زمانہ میں تعمیر کیجائیں گی ممکن ہے کہ وہ اس سے زیادہ دل لبھانے والی ہوں یا
زیادہ خوشنما ہوں لیکن جب اُن محلات کی بنیاد کو تلاش کیا جائے گا
تو یہی تاریخ اُن کا سنگ بنیاد ہوگا۔
ہم اپنا یہ ریویو جس حیثیت ایک پرنٹر اور پبلشر کے ہم نے لکھنے کی

جرأت کی ہے اپنے اہلِ وطن کی خدمت میں ایک گذارش پیش کرنے
ختم کرتے ہیں۔

معزز ناظرین آپ کو اس تاریخ کے پڑھنے سے اندازہ ہوگا کہ سنگ بنیاد
جالنے کی تاریخ سے ابتک بدایوں نے صد ہا انقلاب دیکھے اور سب سے آ
انقلاب اسلامی سلطنت کا برٹش حکومت سے تبادلہ ہے - برٹش حکو
کیا آئی گویا تمام ہندوستان کی کایا پلٹ گئی اور بدایوں بھی اُس اثر
محفوظ نہ رہا - اُس نے بھی پرانی پوشاک کو اتار کر نئی کینچلی فوراً نہیں تو
رفتہ رفتہ بدل ہی ڈالی جدہر دیکھئے نئی چال نئی رسمیں نیا علم نیا ہنر - جو لوگ زما
ساتھ دے رہے ہیں وہ دولتمند ہیں برخلاف اس کے جو اپنی آن پر مچلے
ہیں اُن کی حالت تباہ - اُن کی اولاد نانِ شبینہ کو محتاج ہے - افسوس وہ بد
جو علم و فضل کی کان سمجھا جاتا تھا اب اُس کی تمام علمی مجالس برہم نظر آتی
اُس کی خانقاہیں بے چراغ ہیں اُس کے مدارس ویران ہیں -

اے بدایوں کے نام پر فخر کرنے والے نوجوانو! کیا تم بدایوں کی گذشتہ تار
اور یہاں کی قدیم عمارات کے متعلق تاریخی معلومات حاصل کرنے کے بعد بھی اپ
اور اخلاقی ترقی سے غافل رہوگے -

پہ غفلتیں مبادا اب روز بد دکھائیں
ڈھونڈے سے کچھ نشاں ہیں ڈر ہے کہ مٹ نہ جائیں (حالی)

[illegible]